

تُحْفَةُ الذَّاكِرِينَ



مؤلفہ

مولانا سید افسر حسین رضوی المشہدی

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَا تَقْبَلْ مِنَ الَّذِينَ تَتَّبِعُونَ فِي سُبُلِ اللَّهِ أَمْوَالَهُمْ أُخْتًا بَلْ تُؤَدُّنَهَا إِلَيْهِمْ مُضْمَرًا ۚ فَذَلِكَ سَبِيلُ اللَّهِ لِيُخْرِجَ مِنْكُمْ الْمُشْرِكِينَ ۚ وَكَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ

لہ شاد رب العزت ہے کہ جو لوگ راہ خدا میں شہید کئے گئے ہیں ہرگز
مردہ نہ سمجھا بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پالنے والے سے رزق پاتے ہیں

تحفۃ الزاکرین

المحفوظات کتب المصائب

دل گوازدہ جو درد مصائب پر مبنی الکرامۃ مجالس کابلے نظیر
مجموعہ

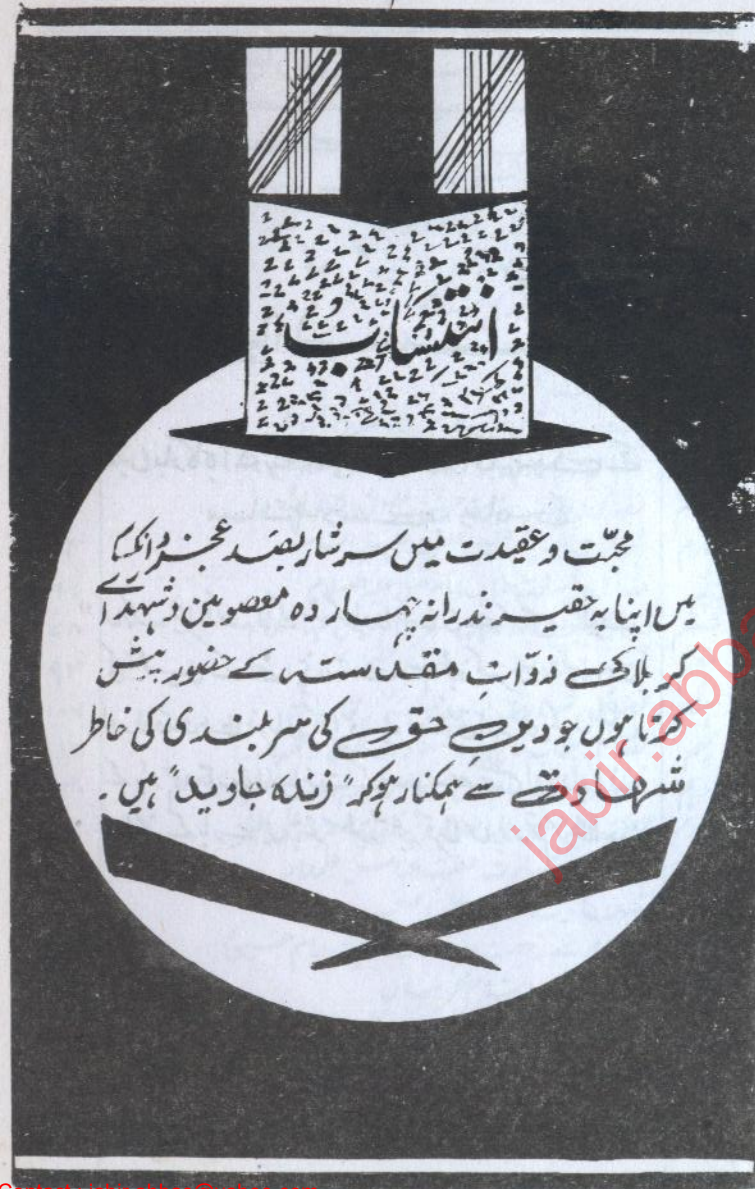
تالیف از

مولانا سید افسر حسین رضوی المشہدی

محفوظات کتب المصائب

مارٹن روڈ
کراچی

فون: ۸۶۲۲۲۲



اس کتاب کے جملہ حقوق برحق ناشر محفوظ ہیں

تاریخ اشاعت _____ یکم محرم ۱۴۰۷ھ
ناشر _____ محفوظ بک ایجنسی
تعداد _____ ۵۰۰
قیمت _____
مطبوعہ _____ سندھ آفٹ پریس

ملنے کا پتہ

محفوظ بک ایجنسی
امام بارگاہ ماٹن روڈ کراچی

فہرست مجاہدین

صفحہ نمبر	کیفیت	نمبر شمار
۷	تقریظ : مولانا شفیق رضوی صاحب	۱
۱۰	تقریظ : مولانا حسن امداد صاحب	۲
۱۲	تقریظ : مولانا حیدر حسین صاحب	۳
۱۵	تقریظ : عبدالکریم مشتاق	۴
۱۷	عرض حال	۵
۲۱	سخنیں کے گہنی	۶
۲۵	حالات و وفات غنی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	اول
۳۵	فضائل و شہادت جناب فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہ	دوم
۴۵	فضائل و حالات ضربت حضرت علی ابن ابی طالب	سوم
۵۴	شہادت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام	چارم
۶۶	فضائل و شہادت جناب امام حسن علیہ السلام	پنجم
۷۸	فضائل اہلبیت اور حالات سفر امام حسین علیہ السلام	ششم
۹۳	شہادت حضرت مسلم بن عقیل	ہفتم
۱۰۷	فضائل و شہادت جناب حُصَیْن ابن ریاحی	ہشتم
۱۱۷	فضائل جناب زینب و شہادت عون و محمد	نہم
۱۳۰	فضائل حضرت امام حسن علیہ السلام و شہادت حضرت قاسم	دہم
۱۴۱	حضرت امام حسین علیہ السلام و شہادت حضرت علی اکبر	یازدہم
۱۵۷	فضائل و شہادت حضرت عباس علیہ السلام	دوازدہم
۱۷۵	شہادت حضرت علی اصغر	سیزدهم
۱۸۶	اہل حرم سے رخصت و شہادت حضرت امام حسین	چہاردهم
۱۹۵	ناراجی خیار و شہادت امیر عباس	پانزدہم
۲۰۲	اسیری اہل حرم و پیشی دربار	ششدهم
۲۱۸	شہادت حضرت سکینہ بنت الحسین	ہفدهم
۲۲۷	اہل حرم کی مدینہ واپسی	ہشدهم

کھدیہ تشکر

میں بارگاہِ اہدیہ میں فنا آؤں کہ ہوتے کے
ساتھ دست بہ دعا ہوں

”مالک تیرا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ اس تالیف
کی تکمیل کے لئے اپنی رحمت سے مجھ کو کتریں ایسی ہمت
اور طاقت عطا فرمائی کہ اپنی بے لفاظی اور علمی کم مائیگی
کے باوجود تاریخ انسانیت کے سب سے عظیم اور دلہن
ساختہ کے بارے میں چند سطور صفحہ قرطاس پر رقم کر سکا۔“

تقریظ

علامہ حضرت شفیق رضوی صاحب قلم دام ظلہ

یہ دنیا سرائے فانی ہے۔ آنے جانے والوں کا تانتا لگا ہوا ہے کوئی رہا اور کوئی رخصت ہوا۔ دیکھا یہ ہوتا ہے کہ جانے والا کیا دے کر گیا اور کیا لب کہ گیا۔ بعض لوگ زر و جواہر کے انبار چھوڑ کر جلتے ہیں لیکن ان کے مرنے کے بعد یہ سب کچھ ورنار کا کھلاتا ہے۔ ان کے لیے نذرِ نیاز، صدقہ و خیرات نواحیقین پر ہے کہ کریں یا نہ کریں۔ لیکن اگر کوئی شخص کچھ اچھے اثرات چھوڑ جاتا ہے تو اس کے بعد وہ اُس کی حیات بن جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حیات اثرات کا دوسرا نام ہے۔

قبلہ و کعبہ مولانا سید افسر حسین رضوی اعلیٰ اللہ مقامہ جب تک باحیات رہے ذکرِ محمد و آلِ محمدؐ سے اپنی فنا کو بقا میں تبدیل کرتے رہے جب رخصت ہوئے تو دو گراں قدر تحفے دے کر گئے۔ ایک کتابِ زیرِ نظر ”تحفۃ الذاکرین“ دوسرے صالح اولاد تاکہ ذکرِ محمد و آلِ محمدؐ سلسلہ در سلسلہ قائم و دائم رہے۔

اب کچھ کتاب کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کوئی کتاب اس وقت تک مؤثر اور دلپسند نہیں ہو سکتی جب تک سلاست، محاورہ کا استعمال الفاظ کی مناسب ترکیب اور مربوط تحریر نہ ہو۔ یوں تو دیکھا گیا ہے کہ بہت سی کتابیں اس سلسلہ میں بازار میں فروخت ہو رہی ہیں لیکن قبولیت

کرتے ہوئے ایک جملہ بھی ایسا نہیں لکھا ہے کہ جو قابلِ گرفت ہو یا جس کو ذہن قبول نہ کرتا ہو۔ اسی لیے پختہ کارِ ذاکرین کے اعادہ کے طور پر اور نوخیز ذاکرین کے لیے رہنما کتاب کے طور پر اس کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اس کتاب کی موجودگی میں بہت سے مقال کی درق گردانی کی ضرورت نہیں رہتی اور بیان کرنے والا پورے وثوق کے ساتھ کتاب کا حوالہ دے سکتا ہے کیونکہ مولانا مرحوم نے مستند ذاکرین و علماء سے فیضیاب ہونے کے بعد پوری ذمہ داری سے واقعاتِ کربلا کو قلم بند کیا ہے اور یہی وہ کام ہے جو ان کو زادِ آخرت فراہم کرے گا۔

آخر میں چند جملے ان مہتبیوں کے لیے جو کتاب کی طباعت کا اہتمام کرتے ہیں ایسے لوگ یقیناً قابلِ ستائش ہیں۔ کیونکہ آج کے اس مادی اور ناساعہ دور میں کہ جہاں پڑھنے کا ذوق مفقود ہوتا جا رہا ہو مذہبی کتابوں کی طباعت مفیعتِ بخش کاروبار نہیں رہی اس ابتلا کے دور میں وہ کام انجام دے رہے ہیں اس کا صلہ ان کو پروردگار سے ضرور ملے گا۔ یہ لوگ ایسے پُر آشوب وقت میں نئے لوگوں کو بھی دعوتِ عمل دے رہے ہیں کہ اگر کوئی آگے بڑھے کچھ کاوشِ فکری پیش کرے تو حوصلہ افزائی کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔

والسلام
علامہ شفیق رضوی

۲۲ جون ۱۹۸۶ء

کی سند چند کتابوں تک محدود ہے جس میں مذکورہ کتاب بھی شامل ہے ”تحقیق الذاکرین“ مجالس کی ان کتابوں میں سے ایک ہے جو ماضی میں لوگوں کو پسند تھی اور آج بھی پسند کی جا رہی ہے اور آئندہ بھی لوگ پسند کرتے رہیں گے، کیونکہ یہ کتاب ذکر و فضائلِ محمد و آلِ محمد سے مزین ہے اور یہ ذکر کسی وقت کا محتاج نہیں۔ ماضی و حال اور مستقبل پر محیط ہے۔

مجالس کی اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کو بڑھ کر انسان اپنے اوپر غم و اندوہ کے جذبات اس طرح طاری کر لیتا ہے کہ بے اختیار دیکھوں پراسکوں کے موتی لرزے لگتے ہیں اور یہ تحسیر کی کامیابی کا بین ثبوت ہے عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ مصائب کو بیان کرنا آسان گردانتے ہیں۔

حالانکہ یہ بہت ہی مشکل اور منہر کے احترام کا متقاضی کام ہے۔ ذاکرینِ مباہلہ کی حد میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یا پھر نفسِ مضمون کو مجروح کر دیتے ہیں۔ لہذا قلبِ انسانی پر اس کا موثر طور پر اثر نہیں ہوتا شاید جہاں تو رو دیتے ہوں لیکن صاحبِ فہم اور بصیرت و بصارت رکھنے والے احباب کی آنکھیں بھی نم نہیں ہوتیں۔ اگر طرزِ بیان میں نچتگی اور واقعات میں ربط رہے تو بعض اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ صرف ایک لفظ ساری مجالس کو بیتات کر دیتا ہے۔ اور سنگدل سے سنگدل انسان بھی مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ اس واقعہ کو سن کر آنسو بہانے لگے۔

مولانا موصوف کی اس کتاب کی کامیابی کی یہی دلیل ہے کہ آپ نے مصائبِ سید الشہداء میں بے حد احتیاط سے کام لیا ہے مصائبِ بیان



خطیبِ ہدایت مولانا سید جید رحیم رضوی تقریظ

میرے عزیز دوست اور محسن جناب عنایت حسین صاحب کی شخصیت دینی خدمات کی وجہ سے محتاجِ تعارف نہیں۔ محفوظ یک ایجنسی کی شایع کردہ انوارِ امامت - مظلومہ کربلا - آفتابِ ظہور اور کئی شاہکار کتابیں مومنین تک پہنچ چکی ہیں۔ آپ کی مسلسل یہی کوشش رہتی ہے کہ دین کی خدمت زیادہ سے زیادہ انجام دی جائے۔ اور جتنی جلد ممکن ہو سکے بہتر سے بہتر کتاب قارئین کی خدمت میں پیش کی جاسکے۔

موصوف کی اس نیک خواہش کی تکمیل میں ائمہ طاہرین کی مدد شامل حال رہتی ہے۔ اگر مدد شامل حال نہ ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ ایسے نادر تحائف ملتِ جعفریہ کو پیش کرنے کے بعد اتنا جلد ایک اور تحفہ ”تحفہ ذاکرین“ کے نام سے پیش

تقریظ

جناب مولانا سید حسن امداد صاحب قبلہ ممتاز الافاضل

مجموعہ مجالس ”تحفہ الذاکرین“ مولفہ جناب مولانا سید فخر حسن صاحب اس وقت پیش نظر ہے۔ مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مولف موصوف ایک انتہائی پختہ نگار ذاکر ہیں اس درشت کی سیاحتی میں آپ کی عمر گزری ہے اس لیے مجلس کے مزاج سامعین کے سہلے ہوئے ذوق اور حکایت کے ہر شیب و فراز پر نظر رکھتے ہیں۔ اگرچہ مجالس کے ادبی مجموعے موجود ہیں مگر آپ کی یہ مجموعہ بھی کسی پہلو سے کم نہیں ہے آپ نے منبر کو ایک نیا لہجہ اور نئی زبان دی ہے اور فنِ خطابت کو جدید راہ پر لگایا ہے۔ مختصر سی تمہید کے بعد بیانِ مصائب پر آتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کارواں کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور کچھ آنکھوں سے دیکھتے ہیں وہ زبان سے بیان کرتے جاتے ہیں۔ آپ نے مصائب کو پراثر بنانے کے لیے نئی نئی روایات تلاش نہیں کیں بلکہ ان ہی مشہور واقعات کو جو مستند ذاکرین سے سنے ہیں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ پوری تصویر آنکھوں کے سامنے چھ جاتی ہے اور بات کالوں سے اتر کر دل تک اور دل سے ابھر کر آنکھوں تک آنسوؤں کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

الحق کہ آپ کی یہ مجموعہ صرف نو آموز ذاکرین ہی کے لیے مفید نہیں بلکہ اگر لہذ پایہ ذاکرین بھی چاہیں تو اس سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولف موصوف کو جزائے خیر دے اور اس عملِ نیک کو قبول فرمائے۔ آمین

سید حسن امداد ممتاز الافاضل

بسم الله الرحمن الرحيم

تقریظ

عبدالکریم مشتاق

وکفایے باللہ وکیلاہ

ذکر حسینؑ وہ عبادت ہے جس کی قبولیت یقینی ہے کیوں کہ متعدد اقوال معصومینؑ سے یہ امر ثابت ہے کہ امام مظلوم سید الشہداء حسینؑ کے مصائب پر رونے والا اور رلانے والا جنتی ہے شہادت عظمیٰ کا یہ واقعہ اگرچہ تاریخی لحاظ سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پرانا ہے مگر اس سانحہ کا خصوصی اعزاز یہ ہے کہ باوجود دیرینہ ہونے کے ہر وقت تازہ و نوبہ نور محسوس ہوتا ہے۔ طبیعت انسانیہ اکثر و بیشتر ایک واقعہ کو بار بار سن کر اکت جاتی ہے مگر ذکر حسینؑ کی رفعت شان ہے کہ اسے جتنی بار بھی دہرایا جائے گا یہ ذکر ہمیشہ موثر و معطر اور رقت آمیز رہے گا۔

صدیوں سے اہل ایمان ذکر حسینؑ کو روح کا قرار دل کا سکون اعتقاد کرتے چلے آ رہے ہیں اور اس ذکر کے اجراء کی خاطر ہماری قوم نے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا ہے ہر شخص تجربہ و مشاہدہ کے اعتبار سے ملاحظہ کر سکتا ہے کہ اسلام کے حق ہونے

کر دیں۔ مؤلف مولانا سید افرحین رضوی المشہدی موصوف نے اس کتاب کے سلسلے میں فرمایا کہ احقر اپنے خیالات کا اظہار تحریری صورت میں پیش کرے۔ میں اپنی کم علمی کی وجہ سے صرف اس حقیقت کا اعتراف پیش کرنے پر اکتفا کروں گا کہ میں اس کتاب سے بہت مستفیض ہوا۔ اور حضرات ذاکرین اس کتاب کے مطالعہ کے بعد خود محسوس کریں گے کہ یہ کتاب کتنی زیادہ مفید ہے۔ موصوف نے ذاکرین کی بہت بڑی تشنگی ختم کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں کافی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔

ذاکرین حضرات کو مقتل کی کتابوں کی کیا بنی کی وجہ سے مصائب کربلا کی تلاش میں جو دقت پیش آتی تھی اس کتاب نے ان کی یہ دقت بڑی حد تک ختم کر دی ہے مولانا سید افرحین صاحب نے ”تحفۃ الذاکرین“ میں اتنے مصائب جمع کر دئے ہیں کہ اس کتاب کو مجموعہ مصائب کربلا کہا جائے تو بہتر ہے۔ میرے ناقص خیال میں یہ کتاب موصوف نے پیش کر کے ذاکرین پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

میں ان کو اس احسان کا بدلہ دینے سے قاصر ہوں۔

میں درگاہ معصومین میں دست بدعا ہوں کہ ان کی توصیفات میں اضافہ ہو

آمین

ذاکر اہل بیت

احقر: سید جید رحین

میں اس سعادت پر جناب مولانا سید افسر حسین رضوی صاحب الشہدی مدظلہ کو پوری قوم کی جانب سے ہدیہ تشکر کا مستحق سمجھتے ہوئے دعا گو ہوں کہ شہداء اور اسیرانِ کربلا کے صدقے میں رب العزت آپ کی توفیقات میں برکات عطا کرے اور جملہ مادی و روحانی اسائنات سے مالا مال فرمائے (آمین)

افسان کو بیدار تو ہو لینے دو

ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ہر قوم "حسین" کو اپنا امام تسلیم کرے گی۔

حسینیت زندہ باد

خادم خلیفہ کربلا

عبد الکریم مشتاق

سہجی - ۱۱ ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸

کی سب سے بھاری گواہی شہادتِ حسین ہی ہے کیوں کہ اگر دینِ اسلام حقیقت نہ ہوتا تو سیدنا امام حسینؑ کبھی اتنی بڑی قربانی پیش نہ کرتے اور پھر اس واقعہ کا تیرہ صدیاں گزر جانے پر کبھی پرانا نہ ہونا اس امر کا فطری ثبوت ہے کہ حق دل میں اتر کر رہتا ہے اور تاریخِ عالم میں اس سے زیادہ اہم ایک کوئی واقعہ نہیں ملتا ہے جسے ایسی شہرت عام اور دوامِ نصیب ہو سکے۔

ذاکری الحقیقتِ حق کا پرچار کرتا ہے اور آج کے ہر آشوب دور میں "ذکر حسین" ہی ایک ایسا ذریعہ تبلیغ ہے جو باطل کی ہر عمارت کو منہدم کر سکتا ہے اور "ذَنَعْنَا ذَکْرَکَ" کی تعبیر حقیقی ہو سکتا ہے لائقِ صدِّ حسین و آفرین میں ایسے معززین جو ذکرِ حسینؑ سے چشمِ مومن کو ٹھنڈک مہیا کرتے ہیں اور منافق کی آنکھ کو شہتیر!

کتاب تحفۃ الذاکرین بھی ذاکرین کے لئے ایک نادر و مفید تحفہ ہے۔ اس کتاب میں نہایت عام فہم و سلیس گفتگو میں انتہائی مفید مطالب و مضامین کو عام فوجوان طبقے کے تقاضوں کے مطابق ہدیہ قارئین کیا گیا ہے اور نوخیز حدیثِ خواہوں کی امنگوں کو پورا کرنے کا پورا پورا سامان کیا گیا ہے۔ ثقیل عبارات اور دقیق ترکیبات سے اجتناب کر کے روزمرہ کی بول چال میں کچھ ایسے قرینے اپنے مقصد کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ سناپ بھی مر جاتا ہے اور لائحہ بھی محفوظ رہتی ہے۔ میں شوقین و فہیم ذاکرین اور مومنین سے اس کتاب کے مطالعہ کی پر زور سفارش کرتا ہوں۔

پیش لفظ

خادم ملت جعفریہ مولف کن ب ہڈا نے اٹا دہ دیوپی۔ اٹڈیا میں
ایک سید گھرانے کے اندر آنکھ کھولی۔ بچپن میں کچھ خاندانی بزرگوں کا سایہ
اللہ کے فضل و کرم سے ایسا فیض ہوا کہ جو عالم یا عمل اور مذہب حقہ
کے دلدادہ و تہجد گزار تھے۔ اُن کی فیض صحبت کا یہ اثر ہوا کہ خادم بھی
بچپن سے نماز روزہ کا پابند ہو گیا اور مجد اللہ آج تک بیابندی وقت اعمال
حسنہ بجالاتا ہوں۔ قبول کرنے والی اللہ کی ذات ہے۔

مذہبی شوق اور بزرگوں کے فیض نے علماء و ذاکرین کی صحبت
میں رہنے کی خواہش پیدا کر دی۔ اور پور دگر عالم نے محمد و آل محمد کے
صدرے میں ایسے حالات و مواقع فراہم کر دیئے کہ اس دلی خواہش کی
تکمیل ہو گئی۔ ملازمت کے دوران آگرہ (دیوپی) میں قریب سولہ، سترہ
سال رہنے کا اتفاق ہوا۔ جہاں شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستریؒ کے
مزار پر سالانہ جلسوں نیز دیگر مواقع پر برابر حاضری ہوتی رہی۔ جس کی وجہ
سے علماء کرام اور ذاکرین سے مستفیض ہوتا رہا۔ قبلہ و کعبہ ناصر
الملت سے قدم بوسی حاصل ہوئی۔ اور ان ہی کا مقلد ہوں۔

ذاکرین کی بصیرت افزا تقاریر اور ان کی علمی و منطقی استلال
کا یہ اثر ہوا کہ والہانہ طور پر ذاکرین کا شوق پیدا ہو گیا۔ اور علم میں اضافے
اور کچھ حاصل کرنے کی خاطر اصغر آباد و دہلی کے سالانہ جلسوں اور جہاں



مولانا سید افسر حسین رضوی (مرحوم)

التماس سورۃ فاتحہ

معلومات میں اضافہ کی خاطر ایک ہماری مجبوری اور نایاب کتب سے چر ہوئی ہے۔ ان کتابوں کی موجودگی نے ناچیز کے علم و ایمان میں بھی جلا و پیدا کر دی ہے۔ خدادند کیم ان کو اسوۂ محمد و آل محمد پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور جزائے خیر عطا کرے۔

عزیزم قیقر سلہ کی تحریک اور خواہش نے خادم کی ہمت بڑھائی کہ علماء و اکابرین کی تقاریر کے مجلے اور اپنی یادداشت اور دلی جذبات و تاثرات کو مختصر تقریریں کی صورت میں صفحہ قرطاس پر منتقل کر دوں تاکہ یہ ثواب جاریہ ناچیز کی بخشش کا ذریعہ بن سکے۔

جہاں اس کتاب کی ترتیب و تشکیں میں قیقر سلہ کا محرک و معاون ہونے میں بہت بڑا دخل ہے وہاں برادریم محمد و می خاں صاحب محفل حیدری ناظم آباد بنبرہم کراچی کا بھی بے حد مشکور ہوں۔ جنہوں نے اپنے خلوص و تعاون سے اس کتاب کو تکمیل کے مراحل تک پہنچایا۔ خداوند تعالیٰ ان کو تندرستی عطا فرمائے اور ملت جعفریہ کی خدمت کرنے کا شرف بخشے۔

تحفہ اکابرین جیسا کہ نام سے ظاہر ہے حقیقتاً نئے ذاکر اور ایک طالب علم کے لئے نایاب تحفہ ثابت ہوگی۔ یہ اٹھارہ مجالس کا مجموعہ ہے۔ جس میں بہت ہی اختصار اور بڑی احتیاط کے ساتھ واقعات تحریر کئے گئے ہیں، علمی مباحث طویل ہو جانے کے سبب نہیں چھوڑے گئے ہیں صرف شہادت کے واقعات پر زور دیا گیا ہے۔ اور اپنی بساط کے مطابق جہاں تک ممکن ہو سکا۔ مکمل شہادت احاطہ تحریر میں لانی کی کوشش کی ہے۔

بھی موقع ملا۔ برابر شریک ہونے کی حتی الامکان کوشش کی اور طالب علم کی حیثیت سے ان کو حفظ کرتا رہا۔

قیام پاکستان کے بعد کراچی جیسے شہر میں سکونت ہے جو درس ال محمد کا گہوارہ ہے۔ پاکستان میں کراچی کو ایک مرکزیت حاصل ہے یہاں بھی ہر جگہ کے علماء و ذاکرین سے فیض حاصل ہوتا رہا۔ نتیجے کے طور پر حملہ کے امام بارگاہ سے ذاکری کا آغاز کیا۔ تائید ایزدی شامل حال ہوئی۔ اور معصومین و شہدائے کربلا کے ذکر کے طفیل میں بڑی بڑی مجالس کو خطاب کرنے کی ہمت پیدا ہو گئی اور کراچی کے بیشتر مقامات پر مومنین سے خطاب کیا۔

لیکن اب گردش زمانہ کی بدولت نہ تو یادداشت پر قابو رہا۔ اور نہ وہ پہلی جیسی بہت رہی۔۔۔ ضیغی نے آد بوجھ ہے مگر خداوند تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے محمد و آل محمد کے صدقے میں مجھ کو قابل فخر اولاد عطا کی جن کے ذریعے سے میری دیرینہ خواہش کی مکمل تکمیل ہو گئی۔ بڑے صاحبزادے سید قیقر حسین قیقر شہیدی جن سے مومنین بخوبی واقف ہیں ان کی مرتبہ لوحہ جات کی بیامین بنام "اشک عزرا" جواہر عزرا، "تائیر غم" نقوش غم، "شعور درد" پیغام درد، "تنویر شہادت" اور مجموعہ مناجات و فریادی نوے ان کی مذہب دوستی کا درخشاں ثبوت ہیں۔ اس پر آشوب زمانے میں جب کہ نوجوان عمل سے بالکل دور ہو گیا ہے عزیزم قیقر سلہ کو مذہب سے اس قدر وابستگی ہے کہ ملازمت کے بعد فرصت کے اوقات میں مجز مذہبی کتابوں کے مطالعہ یا ان میں سے کچھ اخذ کرنے کے کوئی مشغلہ نہیں ہے۔ اس شوق کی تکمیل اور

سخنہائے گفتنی

افقِ زمین پر آج بھی جب ماضی کے دھندلے نقوش ابھرتے ہیں۔
تو بیش قیمت یادوں کے چراغِ ضوئیاں ہو کر نہیں بجھنے لگتے ہیں جس
سے ہر منظرِ نمایاں طور پر سامنے آ جاتا ہے کہ کس طرح اس عروسِ البلاد
کراچی میں، میں نے اپنے والدِ محترم کی انگلی پکڑ کر مجلسوں میں جانا شروع
کیا۔ اس دور میں بلند پایہ علماء کرام اور خطیبوں کی عالمانہ اور بسیط
معلومات سے مزین تقاریر کی بدولت کراچی کے مومنین کرام علم و حکمت
کے موتی اپنے دامن میں بیٹھ رہے تھے۔ جیسے ہی فلک پر محرم الحرام
کا سرگوار چاند نمودار ہوتا۔ عزا دارانِ حسینِ مختلفِ ذاکرین سے مستفیض
ہونے اور اس سانحہٴ عظیم کی یاد منانے کے لئے سرگرم ہو جاتے۔

جناب سید ملک حسن عرف کبیر صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ
جناب سید ابن حسن نوہر دی دام ظلہ حافظ کفایت حسین صاحب مرحوم
قائد ملت جناب سید محمد دہلوی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ حضرت مولانا محمد
اسماعیل صاحب دیوبندی مرحوم، خطیب اعظم حضرت علامہ رشید
ترابی اعلیٰ اللہ مقامہ جناب غلام الحسین عرف پیدت نیک دام مرحوم
حافظ سید ذوالفقار حسین صاحب قبلہ دام ظلہ جناب بشیر انصاری
صاحب قارئہ ٹیکسلا مدظلہ العالی۔ جناب سید اظہر حسن صاحب زبیدی
دام ظلہ مولانا سید انیس الحسین صاحب مرحوم اور فخر قوم حضرت مولانا
سید محمد تقی عرف نقی صاحب قبلہ مدظلہ العالی۔ ہندوپاک کے تمام
نامور خطیب اور علماء کرام یہاں کے مومنین کو اپنے بصیرت افروزہ اظہار

ان تمام تقاریر میں ایک بات خاص طور پر مد نظر رکھی ہے کہ تقاریر
کو بوجھل اور آدق الفاظ سے مزین نہیں کیا گیا ہے اور نہ جملے اتنے فصیح و
بلغ پیش کئے گئے ہیں کہ جو کسی کی سمجھ میں نہ آ سکیں۔ بلکہ روزمرہ کی سیدھی
سادھی اور مربوط محریروں سے یہ تقاریر مومنین کی خدمت میں پیش کی گئی
ہیں۔ تاکہ ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جاسکے۔

عربی آیات سے اس لئے ارادنا آخر آ کر کیا گیا ہے کہ پھر ان کی وضاحت
کے بعد تقاریر بہت طویل ہو جاتی ہیں۔ مقصد صرف سانحہٴ کو ہلاک کر دینا
مصائب پر مبنی ایک ایسی کتاب تالیف کرنا تھا جس سے مومنین و مومنات
اور ملتِ جمعہ کے فوجوان طالب علم مستفیض ہو سکیں۔

آخر میں مومنین سے موڈ بانہ اتماس ہے کہ کمی قسم کی کوئی کوتاہی
رہ گئی ہو تو اسے میری کم علمی تصور فرما کر معاف فرمائیں خداوند تعالیٰ سے
دعا ہے کہ یہ کتاب بارگاہِ حمد و آلِ محمد و شہدائے کو ہلاک کے حضور میں بطور
ہو بہ مقبول ہو اور مومنین اسے شہرت قبولیت بخشیں۔
عبد گناہ گار

مولانا سید افسر حسین رضوی المشہدی

۱۹۹/۲۰ - R انجولی سو سائٹی

فیڈرل - بی - ایریا - کراچی ۳۸

اور موثر طرز استدلال سے مسلسل فیضیاب کر رہے تھے۔

ان میں سے کچھ ہستیاں محرم و صفر میں عشرہ پڑھنے کے لیے یزدن کراچی سے رونق افروز ہوئیں تو مومنین بڑے ذوق و شوق اور عقیدت و محبت میں سرشار ہو کر والہانہ انداز میں جگہ جگہ یکجا ہو جاتے اور مختلف طرز خطابت اور عمیق معلومات سے بہرہ ور ہوتے۔ حضرت علامہ رشید ترائی مرحوم تو اپنے منفرد انداز بیباں اور ایک عظیم منہور کی حیثیت سے عرصہ دراز تک کراچی کی مجالس پر چھائے رہے۔ ان کے چند مکتبہ الآراء مجالس کے عناوین مثلاً 'حکم و متشابہات'، 'قرآنِ حریف' آخری ہدایت الہی اور اس کا اطلاق، 'نفیلت درود'، 'علم محسوم'، 'علامیہ حقوق بشر'، 'ملک عظیم'، 'خلاص بندگی'، 'تقویٰ'، 'سبر'، 'دعا'، 'رزق'، 'سجدہ'، 'یقین' و دیگر تقاریر کی پُر در و دراصل ابھی تک بذریعہ ٹیپ مومنین کو سنائی دیتی ہے۔ اسی طرح اور بہت سے علمائے کرام و ذاکرین دیگر مقامات سے اگر مختلف جگہ پر مجالس پڑھ کر اپنی یادیں چھوڑ جاتے۔

مگر موت کے بے رحم ہاتھوں نے آہستہ آہستہ بیشتر برگزیدہ سنیوں کو ہم سے چھین لیا۔ اب یا تو ان کے افکار باقی ہیں کہ جس سے مومنین اب تک فیضیاب ہو رہے ہیں یا ان کی یادیں ہیں کہ جسکو ملت جعفریہ حزر جاں سچھ کر مستقبل کے ذاکرین کی طرف امید بھری لگا ہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ خدا کرے یہ سب بھی انہیں کی طرح بلند پایہ خطیب بن کر زمانے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تعلیماتِ اہلبیت کی تشہیر کر سکیں۔ ان میں سے کچھ محترم ہستیاں اب بھی ملت جعفریہ کی سرپرستی فرما رہی ہیں۔ اس خط الرجال میں خدا کرے ان علماء کرام کا سایہ قوم کے سر پر قائم رہے کیونکہ ایسے ناساعد

حالات میں ان کی اشد ضرورت ہے۔

میں والد صاحب کے ساتھ دو در دو رنگ مجالس میں بٹر کست کرنے کے لئے جاتا، جیسے جیسے شہور بڑھتا رہا۔ علماء کرام سے کسب فیض کی صلاحیت بھی بڑھتی گئی۔ اس سے متاثر ہو کر ۱۴ سال کی عمر میں پہلا سلام کہا۔ جسکو استاد معظم جناب تشنہ رامپوری دسر حرم، نے اصلاح کر کے ایک مجلس میں پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ حوصلہ افزائی پر یہ سلسلہ بتدریج بڑھتا رہا۔ اسی طرح والد صاحب نے اپنی ذا کری کا آغاز محلے کے امام باڑے سے کیا بعد میں مختلف امام باڑوں میں مومنین سے خطاب کیا۔ مجلس کے آغاز سے قبل میں ایک سلام پیش کرتا۔ اس کے بعد وہ خطاب کرتے۔ یہ یہ سلسلہ برسوں جاری رہا۔ لیکن کافی عرصہ گزر جانے کے بعد ایک وقت ایسا بھی آیا۔ جب انہوں نے مجالس میں پڑھنا کم کر دیا۔ اب کبھی کبھی کوئی مجلس پڑھ دیتے ہیں۔

اس عرصہ کے دوران میں نے اپنا کچھ کلام اور دیگر قدیم و جدید مشاہیر شرائع کرام کے نوحہ جات یکجا کر کے بیاض کی شکل میں بنام 'اشکِ عزاء' زبیدی بک ڈپو کھارادر کی معرفت طبع کرائی۔ مومنین کی حوصلہ افزائی پر اب تک مسلسل پچھ بیاضیں، جو اہر عزاء، تائیدِ غم، نقوشِ غم، شعورِ درد، پیغامِ درد، تنویرِ شہادت، اور ایک مجموعہ مناجات و فریادی نوحے منھیک شہود پر جلوہ افروز ہو کر مومنین کرام سے خراجِ تحسین حاصل چکے ہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ اب تک ان کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، ایک مجموعہ زیر ترتیب ہے۔ جو انشاء اللہ جلد منظر عام پر آجائے گا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مجلسِ اول

حالاتِ دو فائِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُودِي۔

فرمایا جناب رسول خدا نے کہ قدرت نے سب سے پہلے میرے نور کو خلق کیا ہے۔

أَنَا وَ عَلِيٌّ مِنْ نُورٍ وَاحِدٍ

اور میں اور علی ایک ہی نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ نور کے ایک حصہ کو اللہ نے نبوت اور رسالت بخشی اور دوسرے کو ولایت اور امامت سے سرفراز کیا۔ حدیثِ قدسی میں ارشادِ رب العزت ہے۔ کُنْتُ كُنْزًا خَفِيًّا فَاجْتَبَيْتُ أَنْ أَعُوذَ فَمَخْلَقَتَكَ يَا مُحَمَّدُ۔

میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ اس لئے اے محمد! آپ کو خلق کیا۔ بس اُس کی چاہت باعثِ خلقت ہو گئی۔ جیسا

چنانچہ اس امر کی بھی ضرورت محسوس کی گئی کہ والدِ صاحب کے بھی تاثراتِ جوان کی زندگی کا حاصل ہیں ان کو بھی مجالس کی شکل میں یکجا کیا جائے، اس خیال سے سال بھر کی مسلسل کاوش کے بعد یہ مجالس کا مجموعہ تشکیل پاسکا۔ اس وقت ۳۰ کے قریب مجالس کی کتب بازار میں موجود ہیں۔ جو خواہتیں میں بہت مقبول ہیں مگر ان میں زیادہ تر فضائل ہیں۔ مصائب اتنے مختصر ہیں کہ اس سے سیری نہیں ہوتی۔

چنانچہ اس کتاب میں والدِ صاحب نے کوشش کی ہے کہ تقریباً ہر شہید کے متعلق حتی المقدور زیادہ سے زیادہ مصائبِ اصاطہ تحریر میں لائے جائیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک مجلس میں یہ سارے حالات بیان کئے جائیں۔ بلکہ دو تین مجالس میں ان مصائب کو بیان کیا جاسکتا ہے امید ہے کہ خداوند تعالیٰ کے کرم اور پختنِ پاک کے طفیل میں یہ پُر خلوص کوشش مومنین میں شرفِ قبولیت حاصل کرے گی۔

خاکِ پائے اہل بیتؑ

سید قیصر حسین قیصر مشہدی

کہ فرمایا۔ اِنَّمَا اَمْرُهُ اِذَا اَسَا دَا شَيْئًا اَنْ يَقُولَ لَهُ
كُنْ فَيَكُونُ۔

اللہ نے جس چیز کے لئے ارادہ کیا۔ بس وہ خلق ہو گئی۔ اب اللہ
تعالیٰ یہ خلق ہونے والا نور تھا بلکہ یہ کہوں کہ تھا بھی نہ تھا۔ اس لئے کہ یہ الفاظ
النسائوں نے سمجھے اور سمجھانے کے لئے ان ہی کے طفیل میں خلق کئے پھر جیسا
کہ ارشاد رب العزت ہے۔

تَوَكَّلْ كَمَا خَلَقْتَ اَوَّلًا فَلَا تَكُ

لے رسول اگر تجھ کو پیدا نہ کرتا تو کائنات کو پیدا نہ کرتا۔

اب جو کچھ پیدا ہوا۔ وہ ان کی وجہ سے۔ ان کے طفیل میں اور ان
کے تصرف کے لئے پیدا ہوا ہے۔ اللہ نے اس نور کو نظرِ محبت و جلال
سے دیکھا۔ تو نور میں شعاع اور کرن پیدا ہوئی۔ ہر کرن سے ایک فرشتہ
خلق ہوا۔ اور جلالِ خداوندی کی وجہ سے عرق کے قطرات ٹپکنا شروع
ہوئے۔ ان قطروں سے انبیاء کو خلق کیا۔ شعاع کی گرمی اور آگ سے
جنات اور بہیم کو پیدا کیا۔

اس طریقے سے عرش و کرسی، زمین اور آسمان خلق کئے۔ پھر
اس نور کو عرش میں ایک قندیل میں جگہ دی۔ جہاں سے فرشتوں کو
تبلیغ و پہنیل کا طریقہ سکھایا۔ اور اللہ کے حکم کی تعلیم دینا شروع کر دی۔
اس طرح سے پیغمبری کا آغاز نوری خلقت میں ہوا۔

جب کل کائنات ظہور میں آگئی تو اللہ انبیاء کی طرف متوجہ ہوا۔
اور جنابِ آدمؑ کو محبت سے دیکھ کر فرمایا کہ پہلے تم زمین پر جاؤ اور میری
نیا بت کرو اور میرے حبیب کے لئے زمین کو ہموار کرو۔ ہم تمہارے

ساتھ اس نور کو بھیج رہے ہیں۔ یعنی جب آدمؑ کا پتلہ بنا اور جسم انسانی
تیار ہوا تو حکم ہوا کہ اے فرشتو جب میں اس میں نور کو منتقل کر دوں
تو تم سب سجدے میں گر جانا۔ سب فرشتوں نے حکم کی تعمیل کی اور
پیشانیِ آدمؑ پر نور کی چمک دیکھتے ہی سجدے میں گر گئے۔ لیکن ابلیس جی
خلقت آگ سے تھی جس کی آگ میں جل گیا۔ اور قیامت تک لعنت
کا مستحق قرار پایا۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے اب جو بھی اللہ کے جانشین اور ہادی
برحق کی مخالفت کرے اور اس کو نہ مانے اس کی یہی سزا ہے۔

بہر کیف جنابِ آدمؑ نے حتی المقدور کوشش کی۔ لیکن ان کی اولاد
میں کچھ نافرمان پیدا ہوئے اور قتل و غارت شروع کر دی۔ تو اللہ نے جناب
نوح علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا کہ زمین کو دھو کر پاک کر دو اور ہمارے
خالص بندوں کو اپنے ہمراہ لے کر کشتی میں سوار ہو جاؤ اور نافرمانوں کو
عزق ہو جانے دو اس میں چاہے تمہارا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

جب نوح علیہ السلام اپنا کام کر چکے تو جنابِ ابراہیم علیہ السلام کو حکم
ہوا کہ اے ابراہیم تم بڑے رتبہ پر فائز ہو۔ دنیا میں ہمارے لئے گھر بناؤ۔

جنابِ ابراہیم علیہ السلام اور جنابِ اسماعیل علیہ السلام نے مل کر گھر بنایا اور
جب تیار ہو گیا تو دو عالم انگی۔ پروردگار ہماری اولاد کے لئے اس کو امن کا گھر
قرار دے دے جب دعا منظور ہو گئی تو بہت اور بڑھی۔ پروردگار ہم کو

انسانیت کا امام بنادے۔ اچھا یہ بھی منظور دست سوال اور بڑھا۔ پالنے
والے ہماری اولاد میں سے بھی امام بنادے۔ حکم ہوا ہمیں منظور ہے۔ لیکن
ظالموں تک یہ عہد نہیں پہنچے گا۔ اے ابراہیم تم سے یہ نعمت اس لئے ملی
گئی ہے کہ تمہاری نسل سے امامت قیامت تک قائم رہے گی۔ مجھے گھر

پیدا ہوئی اور اختیار میں ہے جس کو چاہیں زندگی دے دیں اور موت سے بچالیں۔ یہ ہستیاں کشمکش موت و حیات سے بالا تر ہیں۔ یہ وجہ اللہ ہیں اور وجہ ذات باری زندہ جاوید ہے۔ سورہ رحمان میں ارشاد ہے
 كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٌ وَيَتَقَبَّلُ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ
 ہر چیز کو فنا ہونا یقینی ہے۔ لیکن جلالت اور کرامت والا تیرا رب اور اس کا چہرہ باقی رہے گا۔

یہی حیات البنی کا ثبوت ہے کہ ان کی حیات سے کائنات کی حیات وابستہ ہے۔ اب دنیا میں آکر خدا کے گھر سے جب مددگار مل گیا تو تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔ سب سے پہلے گھر والوں کو دعوت دی لیکن سوائے چچا ابوطالب کے جن کی پرورش میں رسول تھے اور جو اپنی پوری زندگی حفاظت محمد کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے رہے بقیہ یورافاندان دشمن ہو گیا۔ اور طرح طرح سے ایذا دینے لگا۔ لیکن رسول خدا نہایت صبر اور اطمینان سے رشد و ہدایت پر گامزن رہے کفار قریش نے ابوطالب سے شکایت بھی کی اور دولت و حشمت کا لالچ بھی دیا۔ اس پیغام کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ چچا ان سے کہہ دو کہ اگر ان کے بس میں ہو کہ ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لاکر رکھ دیں جب بھی ہیں قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے باز نہیں رہیں گے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ کفار نے سختی شروع کر دی اور ۳ سال تک شعب ابوطالب میں معیہ خاندان زندگی بسر کرنا پڑی۔ اس زمانے میں بھی جناب ابوطالب نے پوری پوری کفالت کی۔ جب باہر آئے اور تکلیفیں حد سے بڑھ گئیں۔ یہاں تک کہ ایک رات سب نے مل کر

کی کیا ضرورت ہے۔ پہلا امام اسی گھر میں پیدا ہوگا۔
 مختصر یہ کہ یکے بعد دیگرے انبیاء دنیا میں آنے رہے اور نور ختمی مرتبت منتقل ہوتا رہا۔ ہر نبی اللہ کی وحدانیت اور ان کے آنے کی خبریں پہنچاتا رہا۔ یہاں تک علی ابن مریم تشریف لائے اور جب تبلیغ کا کام ختم ہو گیا۔ تو آسمان پر اٹھ لائے گئے۔ جب سب کی باری ختم ہو گئی تو نور ختمی مرتبت نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی۔ پیدا کرنے والے اب ہم کو بھی دنیا میں بھیج دے۔ اللہ نے حبیب کی طرف محبت سے دیکھا۔ ارشاد کیا۔ اے محمد کیا واقعی تم ہمارے پاس سے جانا چاہتے ہو۔ عرض کیا کہ تیری مرضی تو جب چاہے بلا سکتا ہے۔ اچھا اے محمد تم میرے عبد خاص ہو اس لئے عبد اللہ کے گھر چلے جاؤ اس طرح جناب سرور کائنات بھی دنیا میں تشریف لے آئے۔

اب نذر کے دوسرے حصے یعنی چھوٹے بھائی نے عرض کی۔ پیدا کر نیوالے میں تنہا رہ گیا۔ میرا ساتھی دنیا میں چلا گیا مجھ کو بھی بھیج دے۔ ارشاد ہوا کہ تم سے خاص کام لینا ہے کچھ دن رک جاؤ، محمد کو حق پھیلانے کے لئے بھیجا ہے اور اے علی تم کو حق کی حفاظت کے لئے پیدا کیا ہے دیکھو! ہمارے گھر میں جھوٹے خداؤں نے قبضہ کر رکھا ہے تم جا کر اپنے بھائی کی مدد کرنا اور ان کو بے دخل کر کے نکال باہر کرنا۔ اور سنو! جب تک بھائی سے ملاقات نہ ہو جائے ان جھوٹے خداؤں کو نظر حقارت سے بھی نہ دیکھنا۔

اب تمام کائنات ان کے سامنے اور ان کے بعد خلق ہوئی ہے۔ اور کل پران کا تصرف ہے یہاں تک کہ موت و حیات بھی ان کے بعد

قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔

اللہ نے اپنے نبی کو اطلاع دے دی۔ اور ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔ کہ اپنے بستر پر علیؑ کو لٹا کر تم نکل جاؤ۔ رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ کو بستر پر لٹا دیا اور خود گھر سے باہر نکلے اور ایک مٹھی خاک لے کر کچھ پڑھا اور دشمنوں کی طرف پھینک دی اور اطمینان سے چلے گئے اور دل میں یقین کر لیا کہ جیب اللہ کے حکم سے ایک مٹھی تراب دشمنوں پر غالب آئی تو دشمن ابو تراب کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

رسولؐ خدامد منہ منورہ کے قریب پہنچ گئے۔ اور حضرت علیؑ کا انتظار کرنے لگے۔ حضرت علیؑ تمام اہلبیتؑ اور ازواج کو لے کر ان کے پاس پہنچے تو آنحضرتؐ سب کو لے کر مدینہ میں داخل ہوئے۔ انصار مدینہ نے اُن کا پر جوش استقبال کیا اور لوگ جوق در جوق مسلمان ہونا شروع ہوئے اور مسلمانوں کی کافی تعداد ہو گئی۔ جب مکہ میں کفار قریش کو یہ خبر ملی کہ محمدؐ کامیاب ہو گئے اور ان کے ساتھی بہت لوگ ہو گئے ہیں تو ان لوگوں نے عہد کیا کہ ہم سب کو قتل کر کے دم لیں گے اور یہودیوں سے مدد لینے لگے۔

آنحضرتؐ کو بہت سی لڑائیاں بڑا صلہ جین، مخندق، خیبر وغیرہ ان سے لڑنا پڑیں آخر کار مکہ فتح ہو گیا۔ اور یہ لوگ اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت سے مرعوب ہو کر مجبوراً مسلمان ہو گئے۔ حالانکہ فاتح اعظم آنحضرتؐ نے مکہ میں داخل ہوتے ہی سب کے قصور معاف کر دیئے لیکن یہ لوگ اپنے دلوں میں بغض و کینہ کو دبائے رہے اور موقع کے منتظر رہے حالانکہ آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر لا کھوں مسلمانوں کے درمیان

جانشینی حضرت علیؑ کا اعلان کر دیا تھا۔ اور لوگوں نے مولا تسلیم کرتے ہوئے مبارک یاد بھی دی۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں اور تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب، دوسرے میری عمرت ہے۔ ان سے تمسک رکھنا۔ یہ دونوں آپس میں جدا نہیں ہوں گے۔ جب تک میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچیں اگر تم نے ان کے دامن کو چھوڑ دیا تو تم لوگ گمراہ ہو جاؤ گے۔

یہ وہ کہہ رہا ہے جس کے لئے اللہ نے ہر لگا دی تھی کہ میرا رسولؐ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا۔ جب تک وحی نہ آجائے، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ادھر آنحضرتؐ کے مرض میں زیادتی ہوئی اور مسلمانوں میں چھ میگوئیاں اور میٹکیاں شروع ہو گئیں اور اپنی کامیابی نظر آنے لگی۔ جب آپؐ کی حالت زیادہ خراب ہوئی تو قلم دوات طلب کیا کہ میں تم کو ایک تحریر لکھ دوں تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ ہنگامہ شروع ہو گیا اور ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ محاذ اللہ مرض کی زیادتی کی وجہ سے ہڈیاں بک رہے ہیں۔ ہمارے لئے خدا کی کتاب کافی ہے جس پر آنحضرتؐ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور باہر نکل جانے کا حکم دیا۔ اب سولے اہلبیتؑ کے کوئی نظر نہیں آتا۔

بیٹی باپ کا سر زانو پر لئے بیٹھی ہے اور آنحضرتؐ کو غش پر غش آ رہے ہیں۔ جناب فاطمہؑ باپ کی حالت دیکھ کر زار و قطار رو رہی ہیں کہ کسی نے دُقِ اللباب کیا۔ سیدہ نے فرمایا۔ بابا غش میں ہیں۔ افاقہ ہو لے تب آنا۔ دوسری مرتبہ پھر کسی نے دستک دی۔ جنازہ

امیر نے کچھ اصحاب خاص اور عزیزوں کو موجودگی میں ختمی مرتبت کو دفن کیا۔ جناب سیدہ کو باپ کے غم میں جی بھر کر رونے تک نہیں دیا گیا۔ کچھ لوگ وفد کی شکل میں آئے اور حضرت علیؑ سے کہا کہ ابوالحسن ہمارا پیغام فاطمہؑ تک پہنچا دو کہ ان کے رونے سے ہمارا سارا کاروبار معطل ہو گیا ہے رات کو رو دیا کریں تو دن کو آرام کریں اور اگر دن کو روئیں تو رات کو آرام کریں۔ تاکہ ہم لوگوں کو بھی چلن مل سکے۔

افسوس صد افسوس! آج بھی یہ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی کسی کا مر جانا ہے تو لوگ سو گواروں کو پیرہ دیتے ہیں۔ تلی دشتی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور میتیوں کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہیں۔ لیکن یتیمان رسولؐ کے لئے یہ رسم بھول گئے۔ اور اس پر ستم یہ کہ ابھی رسولؐ کا کفن بھی میلانہ ہوا تھا کہ کچھ لوگوں نے جناب فاطمہؑ کے گھر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ شور و غل کی آوازیں سن کر جناب فاطمہؑ نے معلوم کیا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ تو کہا کہ گھر کے اندر کون ہے۔ باہر نکالو۔ جناب سیدہ نے کہا۔ اس گھر میں سوائے ابوالحسن اور بچوں کے کوئی نہیں ہے۔ اس پر آواز یہی آئی کہ ان کو باہر نکالو ورنہ تم گھر کو آگ لگا دیں گے۔

ایک شقی ازلی نے دروازہ پر لات ماری۔ دروازہ ٹوٹا۔ پہلو جناب سیدہ کا زخمی ہو گیا اور جناب محسن شکم مادر میں شہید ہو گئے۔ جناب سیدہ فریاد کرنے لگیں۔

فاطمہؑ نے فرمایا کہ میں کہہ رہی ہوں بابا کی حالت خراب ہے یہ ملنے کا وقت نہیں ہے۔ تیسری مرتبہ ایک ٹیب آواز آئی۔ جس سے جناب فاطمہؑ پریشان ہو گئیں اور گریہ میں شدت ہو گئی۔ آنسوؤں کے قطرے رخسار رسولؐ پر گرے۔ باپ نے آنکھ کھول دی۔ پوچھا! بیٹی کیوں پریشان ہو۔ فرماتی ہیں بابا! ایک اعرابی بار بار اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے لیکن میں نے اجازت نہیں دی۔ اس مرتبہ ایسی آواز آئی کہ میں پریشان ہو گئی۔ فرمایا۔ بیٹی یہ موت کا فرشتہ ہے۔ یہ بیٹی کو باپ سے بھائی سے بھائی کو، اولاد کو ماں باپ سے جدا کر دیتا ہے۔ اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔ یہ تمہارے گھر کی فضیلت ہے جو بار بار اجازت مانگ رہا ہے اور بغیر اجازت داخل نہیں ہوا۔ بیٹی اجازت دے دو۔ جناب فاطمہؑ نے گلوگیر آوازیں اجازت دی۔ فرمایا بابا میں آپ کو کس حال میں دیکھ رہی ہوں۔ ارشاد فرمایا۔ بیٹی ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے کسی کانٹے دار درخت سے چادر کو کھینچا جا رہا ہے۔ اللہ اللہ عبرت کا مقام ہے۔ ہم گنہگاروں کو ان کے طفیل میں اللہ محفوظ رکھے اور جانکنی کے وقت تکلیف کا سامنا نہ ہو۔

الغرض بیٹی کے زوال پر باپ نے سفر آخرت کے لئے آخری حکمی لی۔ اور ہمیشہ کے لئے سایہ پدری سے بیٹی کو محروم کر گئے۔ جناب سیدہ بابا کی جدائی میں بے چین ہو کر زار و قطار گریہ کرنے لگیں۔ کچھ لوگ اسی انتظار میں تھے۔ رسولؐ خدا کو بے گور و کفن چھوڑ کر نبی سقیفہ میں اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے جمع ہونے لگے۔ جناب

مجلسِ دہم

شہادت جناب فاطمہؑ صلوٰۃ اللہ علیہا
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی
فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ
آمَنُوا اَلْقُوا لِلّٰهِ کُؤُومَعةً الصّٰدِقِیْنَ۔

پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے کہ اے ایمان والو تقویٰ اختیار
کر دو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ یعنی یہ حکم ہے انسانوں کے لئے کہ
تم متقی و پرہیزگار بن جاؤ اور سچے انسانوں کے گروہ میں شامل
ہو جاؤ۔

اب اس حکم کے ماتحت یہ معلوم کرنا ہے کہ سچ کیسے کہتے ہیں۔
سچ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی واقعہ گزر چکا ہو اور اس کو اُسی طرح سے
بالکل بیان کیا جائے تو تصدیق ہونے پر اس کی سچائی میں شبہ نہ ہوگا
یہ ہے سچائی۔ لیکن کوئی واقعہ نہ ہوا ہو اور کوئی کسی سے کچھ بات کہے
اور قدرت اس کو منظور کرے اور وہ واقعہ بن جائے تو ایسی بات
کہنے والا "خالقِ سچائی" کہلائے گا۔

مومنین سمجھ گئے ہوں گے کہ عید کے موقع پر جناب حسینؑ نے

صُبَّتْ عَلَیْ مَصَابُّ لَوْ اَنْهَآ!
صُبَّتْ عَلَیْ الْاَیَامِ صِدُونِ لَیَا لَیَا

اے بابا آپ کے بعد میرے اوپر اتنی مصیبتیں پڑیں کہ اگر روزِ روشن
پر پڑتیں تو وہ شبِ تاریک میں تبدیل ہو جاتا۔ بابا۔ آپ کے فرمان
کو امت نے کتنی جلدی فراموش کر دیا۔ اور محبت کے بجائے ظلم و
تشدد سے کام لیا۔ بابا اب تو مجھے کبھی اپنے پاس بلا لیجئے۔

جناب فاطمہؑ سے عرض کیا کہ مادرِ کرامی صبح عید ہے معینے کے بچے نئے نئے کپڑے پہن کر عید گاہ جائیں گے۔ ہمارے پاس پھٹے پرانے کپڑے ہیں ہم کو بھی نئے جوڑے منگوادیکھئے۔ ماں نے بچوں کی تمنا کو مستجابی حالت پر نظر کی۔ جس ماں کی چادر میں لیفِ خرمہ کے بیوند لگے ہوں۔ وہ فوراً بچوں کی آرزو کیسے پوری کر سکتی ہے۔ خدا پر بھروسہ کیا اور بچوں کو بہلانے کے لئے کہہ دیا کہ بچوں سو رہو تمہارے کپڑے خیاط کے گھر ہیں صبح کو لادے گا۔ صدیقہ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سن کر بچوں کو یقین ہو گیا۔ ادھر خالق کائنات نے ان الفاظ کو مشرب قبولیت بخشا اور ایک واقعہ کی شکل میں بنادیا۔ صبح ہوئی کسی نے دروازہ جناب سیدہؑ پر دستک دی۔ دق الیاب کی آواز سن کر جناب سیدہؑ نے دریافت کیا کون ہے۔ آواز اُن۔ اُنْا لخطاط المحسنین میں حسین کا درزی ہوں۔ بچوں کے کپڑے لایا ہوں اس آواز کا سنا تھا کہ دونوں صاحب زادے دوڑے ہوئے باہر گئے اور اپنی پوشاک لے آئے۔ ادھر جناب سیدہؑ نے خالق کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا کہ اُس نے اپنی کنیز خاص کے لفظوں کو عملی جامہ پہنایا۔

مومنین یہ ہیں خالق سبحانی۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے رہنما امام المتقین اور سبحانی کے خالق ہیں۔ خدا نے ہم کو اس گروہ میں پیدا کیا ہے ہر جہجِ خلافت ہے۔ لیکن اس فخر کے مستحق جب ہو سکتے ہیں۔ جب کہ جھوٹ سے پرہیز کریں۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپنا شعار بنالیں، دنیا کو نمونہ عمل بن کر دکھائیں تاکہ لوگ دیکھ کر کہنے پر مجبور

ہو جائیں کہ یہ ہے سچوں کا گروہ۔

حضرات جناب فاطمہ علیہ السلام کی فضیلت کو کون بیان کر سکتا ہے۔ یہ اللہ کی کنیز خاص ہے۔ ان کا ہر عمل تقویٰ کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے۔ خالق کائنات ان کی ہر خواہش اور چاہت کو پورا کرتا ہے اگر خواہش جنت کے طعام اور میوؤں کی ہوئی تو رضوانِ جنت نے لاکر پیش کئے اور حِلّہ بہشتی کی ضرورت پڑی تو عوروں نے جنت سے لاکر آراستہ کیا۔ ان کی ہر منشاء و رضائے الہی ہے۔ کبھی مسیحیں بابا کے پاس گئیں تو اللہ کا حبیب تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا اور اپنی جگہ پر بٹھالیا۔ کوئی باپ اس قدر بیٹی کی تعظیم نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فاطمہؑ جنود رسالت ہیں۔ بار بار فرمایا۔ فاطمہ بضعۃ منی۔ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اگر رسول انسان کا مل ہیں تو فاطمہؑ جزو انسانیت ہے اگر محمد اللہ کے رسول ہیں تو فاطمہؑ رسالت کا ٹکڑا۔ اگر محمدؐ نبی ہیں تو جزو نبوت فاطمہؑ ہیں۔ اس لئے کہ اللہ کا نبی نمونہ عمل بن کر دنیا میں آیا ہے اور ہر مسئلہ کو خود کر کے بتلایا۔

لیکن عورتوں کے بہت سے مسائل اس قسم کے ہیں جن کو سرود عملی طریقہ سے نہیں پیش کر سکتا۔ اس لئے اللہ نے جناب فاطمہؑ کو سیدۃ النساء العالمین بنا کر بھیجا تاکہ عورتوں پر حجت ہو سکے اس طریقہ سے جناب فاطمہؑ جزو نبوت ہیں اور کائنات کی کوئی عورت فضیلت میں ہم پلہ جناب فاطمہؑ نہیں ہے۔

دنیا میں عورت کی زندگی کے تین حصے ہیں۔ بیٹی، بیوی، ماں کیا شان بیان کی جائے۔ زبان قاصر ہے۔ جناب فاطمہؑ کی فضیلت اور

سے فرشتوں میں ان کا نام پیش کیا ہے۔

آپ لوگ ہر شب جمعہ حدیث کساء کی تلاوت کرتے ہیں۔ جب فرشتے نے سوال کیا۔ پیدا کرنے والے کون ہیں اس چادر کے نیچے توڑے فخر و محبت سے فرمایا کہ ہم فاطمۃ والوہا وعلیہا وبنوہا لے جبرئیل اس چادر کے نیچے میری کینز خاص فاطمہ ہے۔ اس کا باپ ہے اس کا شوہر ہے اور اس کے دونوں بچے ہیں۔

دنیا کا قاعدہ ہے کہ اگر کسی مجلس میں کوئی پہچان کرنا ہے تو بزرگ ہستی کے ذریعہ چھوٹوں کو پہچنایا جاتا ہے۔ بزرگ ہستی ذات رسالت کی ہے اس لئے ان کے ذریعہ سے بتلایا جاتا۔ چوں کہ مجمع عصمت و نبوت اور امامت کا کھٹا اور بغیر عصمت کے نہ بنی ہو سکتا ہے اور نہ امام بن سکتا ہے اس لئے خالق کائنات نے عصمت کے ذریعہ سے فاطمہ کیا ہے۔

اب ختمی مرتبت کو اپنے عمل سے نمونہ پیش کرنا تھا۔ لہذا مباہلہ کے میدان میں موقع ملا۔ اور بنی نجران کے یہودیوں سے مباہلہ کے لئے اللہ کا رسول اس شان سے گیا کہ آگے خود تھے۔ دایہ طرف امام حسنؑ اور بائیں گود میں امام حسین علیہ السلام آنحضرتؐ کے پیچھے جناب فاطمہؑ اور ان کے پیچھے حضرت علیؑ تھے۔ یعنی عصمت کو مرکز بنایا اور نبوت و امامت دائرہ بنا کر عصمت سے وابستہ تھے۔ نتیجہ آپ کو معلوم ہے کہ کافر

تھے مگر ان کے راہبوں نے قسم کھا کہ کہا کہ اگر یہ ہستیاں پہاڑ کو اشارہ کریں تو وہ ان کے حکم سے اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ اے قوم اگر ان سے مباہلہ کیا گیا تو قیامت تک تمہارا نشان بھی باقی نہ رہے گا اور جزیہ دنیا

شرافت و نجابت کا کیا کہنا۔

بیٹی ختمی مرتبتؑ رسولوں کے سردار کی۔

امیر المومنین و لیوں کے سردار کی بیوی اور

امہ الائمہ یعنی گیارہ اماموں کی ماں ہیں یا یہ کہوں کہ کل کائنات کے والی شفیع روز جزا کی بیٹی۔ حسنؑ اور امام حسینؑ جنت کے سرداروں کی ماں اور ساقی حوض کوثر قسم نادر الجنت کی بیوی اور خود خاتونِ محشر اور خاتونِ جنت ہیں۔

تاریخ عالمہ میں چند عورتوں کے نام بتلائے جاتے ہیں۔ مثلاً جناب ہاجرہ، جناب آسیہ، جناب مریم یا جناب خدیجۃ الکبریٰ جو اپنے ذاتی اوصاف یا ایک دو عظیم رشتوں کی بدولت نمایاں خصوصیت کی حامل ہیں۔ جیسے جناب ہاجرہ کہ شوہر اور بیٹا بنی ہیں لیکن باپ کی طرف سے اور ذاتی فضیلت کچھ نہیں ہے جناب آسیہ خود مومنہ ہیں۔ لیکن شوہر کافر ہے، بقیہ کوئی فضیلت نہیں ہے۔ جناب مریم ذاتی فضیلت کی حامل ہیں بیٹا بنی ہے لیکن شوہر سے محروم۔ باپ کی طرف سے بھی کوئی فضیلت نہیں ہے۔ جناب خدیجۃ الکبریٰ۔ ذاتی فضیلت، شوہر بنی بیٹی کائنات کی عورتوں کی سردار لیکن باپ کی طرف سے کوئی فضیلت نہیں ہے۔

لیکن جناب فاطمہؑ کی مثل و نظیر دنیا میں نہ پیدا ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ زندگی کے تینوں ادوار میں جناب فاطمہؑ کی ادر بے مثال ہیں۔ اللہ نے اپنی اس کینز کو نور محمدؐ سے پیدا کیا ہے اس لئے جزو نور محمدؐ ہیں فاطمہؑ اور عصمت کے اس درجے پر فائز ہیں کہ اللہ نے فخر و مہابا

قبول کر لیا۔

آئمۂ معصومینؑ نے اپنے عمل سے دنیا کو ایسا مسخر کر کیا تھا کہ باوجود تعصب اور باطنی دشمنی کے اگر کسی شخص سے اہلبیتؑ کے عمل کے متعلق سوال کیا گیا تو دشمن سے دشمن بھی سوائے منقبت کے کوئی برائی ان کی ذات سے وابستہ نہ کر سکا۔ یہ ہے وہ سچوں کا گروہ کہ جس سے دنیا قیامت تک انکار نہیں کر سکتی۔ زمانے کے نشیب و فراز ان کی عظمت پر پردہ نہ ڈال سکے۔

لیکن دنیا زبان سے تو ان کی صداقت و عظمت کا اقرار کرتی رہی اور رسول خدا کے سامنے تک ان کی عزت بھی کرتی رہی لیکن ختمی مرتبت کے رخصت ہوتے ہی دنیا نے ان سے اپنا رویہ بدل لیا۔ جس کھلنے کی عزت کرنا اسلام کی بنیادی شان تھی۔ اس سے زمانہ پھر گیا۔ رسول خدا جس بیٹی کی عزت کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ بعد رسول اس بیٹی کے فراق میں رونے کے لئے منع کیا جا رہا ہے۔

لوگوں کا زیادہ اصرار بڑھا اور بار بار منع کیا گیا تو معصوم نے ایک آہ سرد کھینچی اور فرمایا۔ ابوالحسنؑ تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ فاطمہؑ عنقریب اپنے باپ کے پاس جایا چاہتی ہے یہ لوگ اس قدر پریشان نہ ہوں۔ اس دن سے روزانہ یہ معمول بنالیا کہ صبح ہوتے ہی بچوں کا ہاتھ پکڑتیں اور روضہ رسولؐ پر چلی جاتیں۔ دن بھر آہ و زاری اور عبادت خدا میں گزارتیں شام کو گھر واپس آ جاتیں۔ باپ کی جدائی اور دنیا کے مصیبتوں میں ۳ ماہ بڑی مشکل سے گزارے۔ نیز اس واقعہ سے کہ جس سے پہلوئے جناب سیدہؑ مجروح ہو گیا۔ اور دروازہ کے گرنے سے شکم

۱۱۰
مادر میں جناب محسنؑ شہید ہو گئے۔ یہ ایسا حادثہ تھا کہ جناب فاطمہؑ جانبر نہ ہو سکیں اور دن بدن حالت خراب ہوتی گئی۔

جناب اسماء بنت عمیسؑ ناقل ہیں کہ ایک دن میں نے دیکھا کہ جناب سیدہؑ بہت زیادہ معنوم و پریشان ہیں اور ایک وقت میں کئی کام انجام دینے میں مشغول ہیں۔ میں نے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ فدا ہوں۔ آج میں خلاف معمول آپ کو کام میں زیادہ مصروف پارہی ہوں۔ بیسن کر مجھ کو پاس بلایا اور فرمانے لگیں۔ اسماء میں دنیا سے رخصت ہو رہی ہوں۔ بابائے بشارت دی ہے کہ فاطمہؑ آج تو میرے پاس آجائے گی۔ میں اس خیال سے کہ ابوالحسنؑ میرے کفن و دفن میں مشغول ہوں گے۔ یہ انتظام کر رہی ہوں کہ میں اپنے بچوں کو نہلا دھلا کر اپنے ہاتھ سے کھانا کھلا دوں۔

اسماء معنوم اس خیال سے ہوں کہ میں دیکھتی ہوں جس وقت عورت کی میت کفنا کر چار پائی پر رکھ کر دفن کے لئے جاتے ہیں۔ تو نا محسنؑ کی بھی نظر پڑتی ہے۔ اسی لئے میں نے ابوالحسنؑ سے وصیت کر دی ہے کہ مجھ کو رات کی تاریکی میں دفن کریں۔ جناب اسماء نے کہا بی بی! ہمارے ملک میں عورت کی میت لے جانے کے لئے چار پائی میں کمائیں لگا دی جاتی ہیں اور نمونہ کے طور پر ایک چار پائی میں کھجور کی لکڑیوں کی تین کمائیں بنا کر سرہانے۔ پائنتی اور درمیان میں باندھ کر اوپر چادر ڈال دی اور اندر لیٹ کر دکھایا۔ جناب فاطمہؑ یہ دیکھ کر خوش ہو گئیں اور اسماء کو دعائیں دینے لگیں۔

کام سے فراغت پا کر جناب فضہؑ کو آواز دی اور دیر تک وصیتیں کرتی

رہیں اور فرمایا کہ میرا وقت قریب آگیا ہے میں جگرہ کے اندر جا رہی ہوں جب تک تسبیح و تہلیل کی آواز آتی رہے۔ سمجھنا کہ میں موجود ہوں جب آواز آنا بند ہو جائے سمجھ لینا کہ فاطمہؑ دنیا سے رخصت ہو گئی ہے بالواسطہ کو اطلاع دے دینا۔ فضہ میرے بچوں سے خبردار رہنا۔ ان کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے تمہیں معلوم ہے کہ میں نے انہیں چکیاں پیس پیس کر پالے۔ وصیتیں کرنے کے بعد جناب فاطمہؑ جگرہ میں تشریف لے گئیں جناب فضہ فرماتی ہیں کہ حسب وصیت جب میں نے آواز نہ سنی تو جگرہ کے اندر گئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ بی بی چادر اوڑھے لیٹی ہوئیں ہیں اور دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں۔ میری دنیا تاریک ہو گئی۔ گریہ لگو گیر ہوا۔ لیکن بچوں کے خیال سے نہ رو سکی۔ باہر نکل آئی کہ اتنے میں جناب امیر المومنینؑ تشریف لائے میں ابھی ان کو اس سانچہ سے مطلع کر رہی تھی کہ دونوں بچے حسنؑ اور حسینؑ باہر سے آئے اور مجھ سے سوال کیا کہ مادر گرامی کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ تم لوگ کھانا کھا لو۔ تمہاری ماں جگرہ کے اندر ہیں۔ دونوں بچوں نے ایک زبان ہو کر کہا کہ فضہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ہم بخیر ماں کے کھانا کھالیں کیا اس سے قبل تم نے کبھی ہمیں دیکھا ہے۔

یہ کہہ کر جگرہ کی طرف چل دیئے۔ جگرہ میں پہنچ کر جب یہ معلوم ہوا کہ ماں دنیا سے رخصت ہو گئیں تو بے قرار ہو کر رونا شروع کر دیا خصوصاً امام حسین علیہ السلام بہت شدت سے گریہ کر رہے تھے اور یا امّاہ کے جگرہ خراش بین سے زمین و آسمان میں ایک لرزہ طاری تھا۔ جناب فضہ فرماتی ہیں کہ جب حسینؑ روتے ہوئے

ماں کے قریب پہنچے تو میں نے دیکھا کہ جناب فاطمہؑ نے دونوں ہاتھ بلند کر کے پھیلا دیئے اور حسینؑ ماں کے سینے سے چپٹ گئے۔ ادھر لڑکیاں ماں کے قرات میں جان کھور ہی کھیں ایک کہرام مچا ہو گیا۔ درود دیوار سے رونے کی صدا آرہی تھیں۔ فضا پر ایک عجیب سوگواری کا عالم تھا۔ ماں جیسی شفقتی ہستی بچوں سے جدا ہو رہی تھی۔ جناب امیر نے بچوں کو تسلی و تشفی دی اور جناب فضہ و اسماءؑ کی مدد سے غسل دینے کی تیاری کرنے لگے۔

جناب امیر غسل دے رہے تھے کہ ایک زور سے چیخ ماری اور زار و قطار گریہ کرنے لگے۔ اسماءؑ نے سوال کیا۔ مولا کیا دیکھا۔ آپ نے پہلوئے جناب سیدہ کی طرف اشارہ کیا۔ اسماءؑ کہتی ہیں کہ زخم آتا بڑا تھا کہ میں دیکھ کر کانپنے لگیں اور ایک آہ بھر کر کہا۔ بی بی آپ پر کس قدر ظلم کیا گیا۔

غسل سے فراغت پا کر کفن پہنایا اور جنازہ تیار کر کے رات کی تاریکی میں جنت البقیع میں دفن کرنے کے لئے چلے۔ ابھی لوگ جناب فاطمہؑ کا جنازہ دفن کرنے کے لئے جا رہے تھے کہ حضرت علیؑ نے ایک بچی کے رونے کی آواز سنی۔ جو اماں اماں کی دلخراش صدا لگا کر بلب بلب کر رہی تھی۔ پلٹ کر دیکھا۔ آواز قریب آگئی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ جناب زینبؑ دڑتی ہوئیں آرہی ہیں۔ باپ نے بیٹی کو گود میں لے کر گلے سے لگالیا ایک مرتبہ جناب زینبؑ نے باپ کے چہرے پر نظر کی اور روتے ہوئے کہا! بابا کیا اماں ہمیں اکیلا چھوڑ کر چلی گئیں! پانچ سال کی بچی کے اس سوال کا جواب مولا

مجلس سوئم

در حالات غربت حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قال رسول اللہ
انما مدینۃ العلمیہ وعلیٰ بابہا۔

فرمایا جناب رسول خدا نے کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس
کا دروازہ ہیں۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ رسول خدا نے مجھ کو علم
کے ہزاروں باب تعلیم کئے اور ان سے ہزاروں باب مجھ پر
منکشف ہو گئے۔ نیز علم قرآن کے متعلق فرمایا کہ جو کچھ قرآن مجید میں
ہے وہ سب سورہ الحمد میں ہے۔ اور جو کچھ سورہ الحمد میں ہے وہ سب
بسم اللہ میں ہے۔ اور جو بسم اللہ میں ہے وہ اس نقطہ میں ہے جو رب
کے نیچے ہے۔ اور فرمایا۔ انا لنقطۃ تحت الباء۔ میں ہوں وہ نقطہ
جو بائے بسم اللہ کے نیچے ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ جملہ رموز قرآن کا منظر ذات علی ابن ابی طالب
ہے۔ تفصیل علم اس طرح ہے کہ علم دو طریقے سے آتا ہے۔ سننے اور دیکھنے
سے یعنی یا تو کوئی شخص کسی بات یا چیز کے متعلق بتلائے۔ یا پھر وہ
چیز خود اس کے سامنے بنی ہو۔ لہذا واضح ہوا کہ ان کا علم چشم دید ہے
اس لئے کہ کلی کائنات ان کے سامنے خلق ہوئی۔ بلکہ یوں کہوں کہ

۴۴
کیا دیتے۔ فرط محبت سے بچی کو چٹا لیا۔ جناب زینبؑ نے
بڑھال ہو کر اپنا سر باپ کے کندھے پر رکھ دیا۔

مولا ایک گہری سوچ میں گھڑے ہو گئے اور علم امامت
سے جناب زینبؑ کی زندگی کے تمام واقعات نظر کے سامنے
آ گئے۔ بار بار جناب زینبؑ کو چٹا لیتے اور گریہ کرتے جاتے
سوچتے یہ بچی ام المصائبؑ ہے۔ اس کی پوری زندگی علم و الہام میں
کٹے گی۔ یہ سارے کتبہ کو روٹنے والی ہے اور حفاظت امامت میں
زندگی ختم کرتے ہوئے شہادت پر فائز ہوگی۔ حضرت علیؑ نے
جناب زینبؑ کو حضرت امام حسنؑ کی گود میں دیتے ہوئے فرمایا۔
بیٹا اس کو گھر پہنچا دو۔

عزادارو! ابھی باپ اور بھائیوں کا سایہ جناب زینبؑ
کے سر پر تھا۔ تسلی و تسفی دے کر گھر پہنچا دیا گیا۔ لیکن ہاتے بعد
واقعہ کربلا بھی جناب زینبؑ وام کلثومؑ پر باد گری رہی ہیں اور
کوئی فریاد کا سننے والا نہیں ہے بجائے تسلی و تسفی کے تازیانوں
سے اذیت دی جا رہی ہے جن کی ماں کا جنازہ پردہ شب میں
اٹھایا گیا۔ اس کی بیٹیاں رسن بستہ کوفہ و شام کے بازاروں میں
بے مقننہ و بے کجاوہ اونٹوں پر تشہیر کماٹی جا رہی ہیں۔

افسوس صد افسوس! بعد رسول خداؐ امت نے کیسے
کیسے ظلم آل محمدؑ پر کئے ہیں کہ اجبر رسالت ادا کرنے کا حق اس
طرح پورا کیا گیا

اَلَا لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلٰی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

کیا ہے اور اب اتنا بڑا دعویٰ کر رہے ہیں حالانکہ جناب سلیمانؑ
پہنچ کر دنیا کو ایک وقت کا رزق تقسیم نہیں کر سکے۔ لہذا کچھ
لوگوں نے ایک شیشی میں چند چوہنٹیاں بند کیں۔ اور شیشی کو کپڑے
میں پوشیدہ کر کے مسجد میں حاضر ہوئے۔

حسب معمول جناب امیر نماز صبح سے فارغ ہو کر صحن
مسجد میں آئے اور اشارت کرنا شروع کر دیئے۔ صحن مسجد
میں لوگ جمع ہو گئے۔ ان لوگوں نے پھر دریافت کیا کہ آپ کیا کر رہے
تھے۔ آپ نے وہی جواب دیا کہ میں رزق تقسیم کر رہا تھا۔ ان لوگوں
نے دریافت کیا کہ سب کو رزق تقسیم کر دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا
کہ ہاں سب کو رزق تقسیم کر دیا۔ جو کپڑے آگ اور پتھروں کے اندر
ہیں۔ ان کو بھی ان کا رزق پہنچا دیا۔ اور جو چوہنٹیاں تمہارے پاس
شیشی میں پوشیدہ ہیں۔ ان کو بھی رزق مل گیا ہے۔ یہ سن کر لوگ
حیرت زدہ ہو گئے۔ آپ نے حکم دیا کہ شیشی نکال کر دیکھو۔ اب
لوگوں کا اشتیاق بڑھا۔ شیشی نکال کر دیکھی گئی تو ہر ایک چوٹی
کے منہ میں ایک ایک دانہ تھا۔ مومنین نے فرط مسرت سے بے اختیار
ہو کر دُور دُور لگایا۔ اور منافق شرمندہ ہو کر چلے گئے۔ اس
طرح جناب امیر کے علم کی تصدیق ہو گئی کہ یہ ان مخفی حالات یا راز ہلے
سر بستہ سے بخوبی واقف ہیں۔ کہ جو فہم انسانی میں نہیں آسکتے۔

چونکہ نقطہ کے نکات عرص کرنا مقصود ہیں کہ اس نقطہ کو
قدرت نے سر بستہ راز بنایا جس کے سمجھنے سے دنیا قاصر ہے جیسا
کہ رسول خدا فرماتے ہیں، 'نہیں پہچانا کسی نے خدا کو سوائے میرے'

ان کی وجہ سے ان کے تصرف کے لئے خلق ہوئی ہے۔ تو کل مخلوقات
کا علم ان کی ذات سے وابستہ ہے۔

اگر علم مخلوقات یا علم قرآن معلوم کرتا ہے تو حضرت علیؑ ہی
سے معلوم ہو سکتا ہے۔ یہی علم رسولؐ اور رموزِ نکاتِ الہی کے وارث
ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ کو اپنے علم کا مظہر بنایا۔ اور رسول خدا
نے علم کا در کہا۔ اسی لئے امیر المومنینؑ نے ممبر رسولؐ پر اعلان
کیا کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو۔ جب تک کہ میں تم میں موجود
ہوں۔ زمین و آسمان کا کل علم میرے سامنے ایسا ہے۔ جیسا کہ تمہارے
سامنے ہاتھ کی انگلیاں۔

یہ اعلان حق سن کر دوستوں کا دل ایمان کے نور سے منور ہو گیا۔
اور منافقوں کا دل حسد کی آگ سے جل گیا اور آپس میں سرگوشیاں
ہونے لگیں کہ علیؑ نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے۔ لہذا آزمائش ہونی
چاہیئے۔ جناب امیر نماز صبح سے فارغ ہو کر صحن مسجد میں تشریف
لائے اور ایک خراب میں کھڑے ہو کر انگلی سے اشارہ فرمانے
لگے۔ لوگوں نے تعجب سے دریافت کیا کہ مولا یہ کیا کر رہے
تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مخلوق کو رزق تقسیم کر رہا
تھا۔ یہ جملہ سننا تھا کہ لوگوں میں اور زیادہ منافقت کی لہر دوڑ
گئی۔ لیکن مومنین کا دل شاد و مسرور ہو گیا۔ کہ ان کا مولیٰ رزاق
بھی ہے۔

اسی طرح کئی دن گزر گئے تو لوگوں نے آپس میں طے کیا کہ
آج آزمائش ہونا ضروری ہے علیؑ نے علم کا دعویٰ بھی اسی طرح

چونکہ خدا کو اپنے علم کا اظہار منظور تھا اور خدا ہے غائب لیکن فرماتا ہے کہ میں ایسا حاضر و ناظر ہوں۔ مختاری شہ رگ سے کبھی زیادہ قریب ہوں۔ یہی اپنی صفت اس آخری امام کو عطا کر دی کہ امام غائب ہیں لیکن موجود ہیں اور امت کے حالات سے بخوبی باخبر ہیں اور کل عالمین کا علم رکھتے ہیں۔ جناب رسالت مآب فرماتے ہیں

مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَهُ ذَمَّاهُ مَاتَ مِتَّةَ جَاهِلٍ

جس نے اپنے امام زمانہ کو نہیں پہچانا۔ وہ جاہلیت کی موت مرا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا اس آخری امام غائب کو کیا پہچان سکتی ہے۔ جب کہ امامت کے پہلے فرد کو جو اپنے علم و فضل سے دنیا والوں کو فیضیاب کر رہا تھا اس کو دنیا نہ پہچان سکی اور تعصب و حسد اور جاہ طلبی کا براہو کہ اس نے دنیا والوں کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے۔ ذاتی منفعت اور حصول اقتدار نے ان ساری اقدار پر پانی پھیر دیا۔ جو ان فی سترافت کا طرہ امتیاز تھیں۔

دنیا اپنے امام زمانہ کو نہ پہچان سکی۔ اور رسول خدا کی آنکھ بند ہوتے ہی امام برحق سے سب کچھ پھینکنے کی کوشش کی گئی۔ مال دنیا اور اقتدار چھینا جاسکتا ہے۔ لیکن امامت ولایت نہیں چھینی جاسکتی

اس منزل پر انسان طاقت، جبر اور ظلم کے مظاہرے سے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ امامت و ولایت جیسی صفت کے لئے علوم ربانی کی اہلیت چاہیئے۔ یہ اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جس کو خدا چننے لے اور جس کو خدا منتخب کر لیتا ہے۔ اس کا ہر فعل مرفعی، معبود کے تابع ہوتا ہے۔

۴۸ اور علیؑ نے اور نہیں پہچانا کسی نے مجھ کو سوائے خدا کے اور علیؑ کے اور نہیں پہچانا کسی نے علیؑ کو سوائے خدا کے اور میرے ایسی صورت میں ذات علیؑ ابن ابی طالب ایک راز الہی بن گئی جو سمجھ سے بالاتر ہے۔

اب ملاحظہ ہو اللہ میں نقطہ نہیں ہے۔ محمدؐ میں نقطہ نہیں ہے۔ علیؑ میں نقطہ نہیں ہے۔ اسی طرح کلمہ ”لحم“ یعنی ”لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ علیؑ ولی اللہ“ کسی جگہ نقطہ نہیں ہے۔

اور لفظ ہے ذات علیؑ ابن ابی طالب اب جس نے علیؑ سے انحراف کیا۔ وہ علم خدا سے محروم ہو گیا۔ خداوند کریم نے اپنے علم کو پھیلانے کے لئے اپنی حجت کو لوہا کر دیا اور اپنے جمیع کی زبانی ارشاد فرمایا۔ ایہا الناس آگاہ ہو کہ میں تم سے رخصت ہو رہا ہوں اور اپنے بعد تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ خدا کی کتاب اور اپنے اہلبیت یہ دونوں آپس میں جدا نہ ہوں گے۔ جب تک میرے پاس حوض کوثر پر تہ پہونچیں، تم ان سے تمسک رکھنا اگر ان کو چھوڑ دیا۔ تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔

قدرت نے علم کے راز کو اسان کرنے کے لئے بقیہ ائمہ کی ذات سے علوم کے دریا بہا دیئے تاکہ لوگ ان سے محبت اور تمسک رکھیں۔ اس لئے نقطہ ان کے ناموں میں شامل کر دیا۔ یعنی حضرت علیؑ کے بعد دس اماموں کے نام میں نقطہ شامل ہے۔ اب اول کی طرح جب آخر میں محمدؐ آیا اور قدرت کو ان کا علم قیامت تک برقرار رکھنا منظور ہوا۔ تو ”مہدی“ میں نقطہ غائب اور

اُمّ کلثوم فرماتی ہیں کہ رات بھر بابا عبادتِ خدا میں حسبِ دستور مشغول رہے۔ لیکن بار بار کھڑا کر صحنِ خانہ میں جاتے اور آسمان کی طرف دیکھتے اور پھر واپس آکر عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے جب کئی مرتبہ میں نے اس پریشانی کو دیکھا تو مجھ سے ضبط نہ ہو سکا۔ میں نے دریافت کیا کہ بابا آج میں آپ کو بہت زیادہ پریشان اور مضطرب پاتی ہوں۔ جناب امیرؑ نے فرمایا۔ بیٹی سچ کہا! علیؑ بڑے بڑی جنگ اور مصیبت کے وقت نہیں کھڑا یا۔ لیکن اُمّ کلثوم یہ ترے باپ کے لئے خاص رات ہے۔ صبح کا انتظار ہے صبح میں اپنے خون میں نہاؤں گا۔ بیٹی! میں اپنی موت سے پریشان نہیں ہوں بلکہ یہ خوف طاری ہے کہ حاکمِ حقیقی کے سامنے جا رہا ہوں۔ اس کی بندگی اور عبودیت میں کوئی کمی نہ رہ گئی ہو۔ بارگاہِ احدیت میں معافی کا طلبگار ہوں۔

یہ کہہ کر کھڑا کے اٹھے اور صحن میں آئے۔ اتنے میں مرنے والے سحر نے بانگ دی۔ آپ نے لبیک کہا اور درو دیوار پر حسرت کی نظر ڈالی۔ اور مسجد کا رخ کیا۔ دروازہ کے پاس پہنچے تو مرغابیوں نے دامن پکڑا۔ آپ نے جنابِ ام کلثوم سے مرغابیوں کے لئے ہدایت فرمائی کہ اگر تم ان کو غذا فراہم نہ کر سکو تو آزاد کر دینا۔ دروازے پر پہنچے تو کمر کا پٹکے الجھ کر کھل گیا۔ جنابِ امیرؑ نے اس کو مضبوطی سے کمر پر باندھا۔ اور فرمایا کہ ابھی سے کیوں ساکتھ چھوڑتا ہے۔ علیؑ نے مرنے کے لئے کمر بہت باندھ لی ہے۔

رسولِ خداؐ نے جس کے سینہ کو علم کا خزانہ کہا ہو۔ علیؑ کی منزلت کو مختلف طریقے سے امت پر آشکار کیا ہو اور اپنے بعد امت کی ہدایت کے لئے ان کو اپنا جانشین مقرر کیا ہو۔ اس کو آنحضرتؐ کے بعد امت نے کس قدر جلد فراموش کر دیا۔ چونکہ مقصد تبلیغِ مذہب۔ حفاظتِ دین اور علومِ الہی کا اظہار تھا۔ لہذا جنابِ امیرؑ نے دنیا کی مشکل کشائی کی اور بڑی بڑی مصیبتوں اور سختیوں کا مقابلہ کیا لیکن زبان سے اُف نہ کی۔ قلعہ خبہ کو فتح کرنے والا امام مجبور نہ تھا۔ اگر جب کوئی بڑی مصیبت اور سختی پیش آتی رسولِ خداؐ اس وصیت کو یاد کرتے۔ کہ اے علیؑ میرے بعد دنیا حق سے بھر جائے گی۔ اور بہتارے اوپر بڑی بڑی سختیاں کرے گی۔ لیکن تم ہر مصیبت اور سختی پر صبر کرنا۔

وقت گزرتا گیا اور دنیا طرح طرح سے ایذا پہنچاتی رہی لیکن رحمتِ اللعالمین کا جانشین اپنی ذات سے دنیا کو فیض ہی پہنچاتا رہا یہاں تک کہ تین خلافتیں گزر گئیں۔ اب دنیا نے پھر مرکز کی طرف رجوع کیا اور دین و دنیا ایک ذات سے وابستہ ہو گئے جس کو علیؑ نے باکراہ و مجبوری منظور فرمایا۔ پھر بھی چاروں طرف سے مخالفت کے بادل اُمڈ آئے اور عبدالرحمن ابن ملجم کو تیش جنابِ امیرؑ پر راضی کیا گیا۔ یہ ملعون کوفہ آیا اور مسجد کوفہ میں رات بسر کرنے کے لئے ایک کونے میں سو گیا۔

۱۸ تاریخِ ماہ رمضان المبارک کی رات تھی۔ یہ آخری رات جنابِ امیرؑ کی بڑی کرب اور بے چینی میں گزری جناب

۵۳

طرف دوڑے۔ یہاں آکر دیکھا کہ بابا خون میں غلطان پے ہوش پڑے ہیں۔ دیکھ کر زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ امیر المومنین نے آنکھ کھولی۔ اور گھر لے جانے کا اشارہ فرمایا۔ جناب حسینؑ نے ایک کلیم میں آپ کو لٹایا اور گھر کی طرف لے کر چلے۔

اصحاب امیر المومنینؑ گریہ کرتے ہوئے ہمراہ چلے۔ جب مکان کے قریب پہنچے اور لڑکیوں و عورتوں کی رونے اور جگر خراش سُننے کی آواز کان میں آئی۔ تو جناب امیرؑ نے امام حسنؑ سے ارشاد فرمایا۔ بیٹا۔ ان لوگوں سے کہہ دو کہ علیؑ و بتولؑ کی بیٹیاں باپ کے فراق میں رو رہی ہیں۔ اب تم لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔ محبت کا تقاضہ یہی ہے کہ ان کی آواز بن خرموں کے کانوں تک نہ پہنچے۔

عزاد روا میں فریاد کروں کہ یا علیؑ آپ اپنی مصیبت کو بھول گئے۔ اور لڑکیوں کے پردہ کا اخیر دم تک اس قدر خیال نہ کیا۔ مولاؑ آپ کے بعد کہ بلا میں ہی زینبؑ اور اُم کلثومؑ تھیں۔ جن کو بعد ہجرت امام حسینؑ امیر کر کے بے مقصد و چادر در بدر پھرایا گیا۔ اور بازوؤں میں رسی باندھ کر کوہِ کوفہ۔ اور کوفہ سے شام کے بازوؤں میں لے گئے۔ اہل حرم فریاد کر رہے تھے لیکن کوئی فریاد سننے والا اور مدد کرنے والا نہ تھا۔ ہائے افسوس بجائے تسلی و تشفی کے دُروں سے اذیت دے کر خاموش کیا جاتا۔

۵۲

مسجد میں پہنچ کر دیکھا کہ کچھ لوگ سو رہے ہیں۔ آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک ستون کے پاس ابنِ ملبم ملعون اوندھا لیٹا ہوا ہے آپ نے اس کے پیر کو جنبش دی اور ارشاد فرمایا کہ کیوں شیطان کی طرح اوندھا لیٹا ہوا ہے۔ اٹھ اور اپنے کام میں مشغول ہو جس ارادہ سے یہاں آیا ہے۔ علیؑ کو معلوم ہے اور جو تیری پوشاک میں پوشیدہ ہے اس سے بھی واقف ہوں۔

یہ کہتے ہوئے جا کر اذان دی اور نماز میں مصروف ہو گئے۔ یہ ملعون بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور ایک ستون کی آڑ میں جا کر کھڑا ہو گیا، کئی مرتبہ ارادہ کیا لیکن رعبِ جلالت علیؑ سے وار نہ کر سکا۔

منقول ہے کہ جناب امیرؑ نے اول رکعت کا سجدہ اول ادا کیا اور ابھی سجدہ دوم سے سر اٹھایا ہی تھا کہ اس شقی ازلی نے زہر ہلاہل میں بھی ہوئی تلوار کا ایک پھر پوردار کیا۔ جو کہ جناب امیرؑ کے سر کو ماتھے تک شکافتہ کر گیا۔ زخم کاری تھا۔ اور اس جگہ تھا۔ جہاں مولاؑ کئی جنگوں میں پہلے زخمی ہو چکے تھے۔ مصیبتِ خون سے تر ہو گیا۔ جناب امیرؑ اپنے خون میں لوٹنے لگے فرماتے تھے۔

فَضْتُ بِرَبِّ اِلٰهِي رَبِّ كَعْبِي كِي قَسَمٍ مِّنْ كَامِيَا بِهَوِيَا مَسْجِدِ كَوْفِي مِي كِهَامِ بِيَا هَوِيَا۔ مَتَا دِي نِي نَدَا دِي۔ غَنِيْبٌ سِي آوَانِي آئِي۔ اور كُوْتَتِي اَلَا هِيَا المومنين كِي صِدَا بِلَنْدِ هَوِيَا۔ كُوْنِي كِي كَلِيوِي سِي مَشُوْرٍ مَاتَمِ بِيَا هَوَا۔ جناب حسینؑ گھر سے بے تحاشہ مسجد کی

قائم ہو جائے۔

مگر دنیائے حکم خدا اور قول رسول کو کس قدر جلد بھلا دیا کہ رسول خدا کی آنکھ بند ہوتے ہی اقتدار کے حصول اور دنیاوی طمع میں اس طرح مبتلا ہو گئے کہ حق سے پھر گئے۔ امام برحق نے حجت ختم کرنے کی غرض سے بار بار بتلایا اور کافی ہدایت کی لیکن کوشش کے باوجود بھی جن کے دل ازل سے سیاہ تھے وہ نور خدا سے کیسے فیضیاب ہو سکتے تھے اپنے پرانے بغض اور کینہ پر اتر آئے اور قتل کے درپہ ہو گئے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے عبدالرحمن ابن ملجم ملعون کو قتل امیر المومنین علیہ السلام پر راضی کر لیا۔

اس ملعون نے مسجد کوفہ میں انیسویں (۱۹) رمضان المبارک کو صبح کی نماز میں زہر سے بھی ہوئی تلوار سے جناب امیر المومنین کو زخمی کر دیا۔ مسجد کوفہ میں گریہ و ماتم سے کہرام مچا ہو گیا۔ لوگ اپنے آقا کو اس حالت میں دیکھ کر زار و قطار رو رہے تھے اتنے میں محبان علیؑ نے مسجد سے باہر ابن ملجم کو بھاگتا ہوا دیکھ لیا اور ریڑھ لیا اور باندھ کر مسجد کے اندر لے آئے۔ امیر المومنین نے اس کو اپنے سامنے دیکھ کر غور سے دیکھا اور فرمایا۔ ابن ملجم

کیا میں تیرا برا امام تھا جو تو نے عید کے قریب میرے بچوں کو یتیم کر دیا۔ اس کے بعد اشارے سے کہا کہ اس کی مشکیں کھول دی جائیں۔ مشکل کشائے عالم کو یہ گوارا نہیں ہوا کہ ان کے سامنے ان کے دشمن کو بھی باندھا جائے۔

مجلس چہارم

شہادت امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي الْكِتَابِ مُبِينٌ وَقَوَاتِ الْمَجِيدِ وَقَوْلِ الْحَقِّ يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ فِي أُمَمِهِمْ هُمْ

پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے کہ ہم قیامت کے دن کل انسانوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

لہذا اس حکم کے مطابق عالمین کے انسانوں پر واجب ہو گیا کہ وہ اپنے زمانے کے امام کو پہچانے۔ اس آیت کے تحت رسول خدا فرماتے ہیں کہ ”جس نے اپنے امام زمانہ کو نہ پہچانا وہ کفر کی موت مرا“ اور اپنے بعد قیامت تک آنے والے اماموں کا سلسلہ معہ ان کے ناموں کے بتلادیا۔

یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ آیت میں کل انسانوں کو امام کے ساتھ بلانے کا حکم ہے۔ لہذا انسانیت کے وجود سے پہلے امام کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے خالق کائنات نے امام اول کو نور محمدیؑ کے ساتھ خلق فرمایا۔ اس نور مکمل محمدیؑ اور علیؑ کو پیشانی جناب آدمؑ میں منتقل کر دیا۔ تاکہ انسانیت پر حجت خدا

سدا پر لے گئے۔ اصحاب خاص ساتھ ساتھ جارہے ہیں۔ زخم کاری تھا۔ نہ ہرا چنا پورا پورا اثر کر گیا اور آپ کا جسم مبارک زرد ہو گیا۔ انیسویں اور بیسویں تاریخ اس حالت میں گزری کہ کبھی نہ ہر کے اثر سے غش آجاتا تھا۔ اور کبھی ہوش میں آجاتے تو ہدایت اور وصیت فرماتے لگتے۔

اصحاب، انصار اور اولاد جمع تھی۔ سب کو ہدایت اور صبر کی تلقین فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ غش سے آنکھ کھولی، جناب امام حسنؑ کو بلا کر اپنے پاس بٹھالیا۔ کچھ دیر تک وصیتیں کرتے رہے۔ پھر راز امامت سپرد کر کے فرمایا۔ بیٹا حسنؑ اب تم امام زمانہ ہو، میں رخصت ہو رہا ہوں، میں ان سب کو تمہارے اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ یہ فرما کر اہل بیت کے ایک ایک فرد کو بلا کر ان کا ہاتھ امام حسنؑ کے ہاتھ میں دیا۔ یہاں تک کہ اصحاب خاص کی باری آگئی۔ لیکن جناب عباسؑ کو یاد نہیں فرمایا۔ یہ دیکھ کر جناب عباسؑ رنجیدہ ہو کر اپنی ماں کے پاس پہنچے اور اسے قہر کر کے گلو گیسر ہوا کہ بات نہ کر سکے۔ جناب ام البنین نے فرمایا۔ بیٹا اس قدر رنج کا کیا سبب ہوا۔ یہ جملہ سن کر جناب عباسؑ بے ساختہ رونے لگے۔ اور فرمایا۔ مادر گرامی! بابا نے معلوم مجھ سے کیوں خفا ہیں۔ سب کو بلا کر امام حسنؑ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ اور ان کے سپرد کیلئے لیکن میں کھڑا دیکھتا رہا۔ بابا نے میری طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ اماں آپ چل کر میری سفارش کر دیجئے مجھ سے کیا خطا

جناب حسنؑ کو اشارے سے اپنے پاس بلایا۔ فرمایا بیٹا اگر میں زندہ بچے کیا تو مجھ کو اختیار ہے کہ اس کو قتل کروں یا زندہ چھوڑ دوں۔ اور اگر میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو بیٹا اس کو ایک وار ہی میں قتل کرنا۔ اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے مت کرنا۔ اس لئے کہ اس نے ایک وار ہی سے زخمی کیا ہے۔

مومنین! زخمی کو پیاس کا بہت غلبہ ہوتا ہے۔ جناب امیرؑ نے پانی طلب کیا۔ امام حسنؑ گلاس دودھ کالائے اور بابا کو پیش کیا۔ امیر المومنینؑ کی نگاہ ابن مسلم پر پڑی جو پیاس کی شدت سے اپنی زبان ہونٹوں پر پھرا رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت علیؑ نے امام حسنؑ سے کہا کہ بیٹا یہ جام شیر اس کو دے دو۔ علیؑ یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ دشمن بھی اس کے سامنے پیاسا رہے۔

عزادار و! آپ نے سنا اپنے شفیق اور سخی مولا کے حالات

کہ زخم جان لیوا ہے۔ لیکن اس کے باوجود دشمن پر احسا کر رہے ہیں اس کی مشکل کشائی کر رہے ہیں دشمن کو کبھی پیاسا اور بندھا ہوا نہیں دیکھ سکے۔ لیکن ہائے انسانوں! ان کی اولاد کو کر بلا میں تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کر کے لاشوں کو پامال کر دیا گیا اور اہل حرم کو رسن بستہ قید کر کے کوفہ و شام کے بازاروں میں تشہیر کیا اور در بدر پھرایا گیا۔

جناب امیرؑ نے جناب امام حسنؑ سے فرمایا۔ بیٹا! مجھ کو گھبر لے چلو۔ جناب حسینؑ بابا کو ایک گلیم میں ڈال کر دولت

سرزد ہوئی ہے۔

یہ سننا تھا کہ جناب ام البنین کا دل بھرا آیا بے اختیار ہو کر حضرت عباسؓ کو گلے سے لگالیا اور رد کر فرمایا۔ میرے لال ابھی تجھ کو بابا کے پاس لے کر چلتی ہوں۔ جناب ام البنینؓ حضرت عباسؓ کا ہاتھ پکڑ کر جناب امیر المومنینؓ کے پاس لائیں اور فرمایا والی۔ عباس دیر سے رو رہا ہے کہ نہ معلوم بابا مجھ سے کیوں ناراض ہیں! مجھے اپنے ساتھ سفارش کے لئے ساتھ لایا ہے۔ آپ نے ہر ایک کا ہاتھ امام حسنؓ کے ہاتھ میں دیا لیکن عباسؓ کو نہیں بلایا۔

یہ سن کر جناب امیرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ جناب عباسؓ کو گلے سے لگالیا۔ جناب ام البنینؓ نے جناب عباسؓ کا ہاتھ پکڑا اور جناب امیرؓ کے چاروں طرف کئی چکر لگائے۔ حضرت نے ٹوٹ کر ام البنینؓ کیا کر رہی ہو۔ عرض کیا! مولیٰ! صدقہ بلا کو دور کرتا ہے۔ میں اس فرزند کو آپ پر نشانہ کر رہی ہوں۔ تاکہ خدا آپ کو صحت دے۔ فرمایا! مسیری شہادت مقدر ہو چکی ہے۔ میں صرف آج کا ہمان ہوں! ام البنینؓ تم اس فرزند کی فضیلت سے واقف نہیں ہو۔ اس کو فاطمہؓ نے اپنا فرزند کہا ہے یہ میرے حسینؓ پر اپنی جان فدا کرے گا۔ فرمایا! حسینؓ کو بلاؤ اور جناب عباسؓ کو پیار کر کے فرمایا! بیٹا تو باپ کی نیابت کرے گا اور دنیا قیامت تک تیری دفا پر ناز کرے گی۔

امام حسینؓ نے پاس آ کر سلام کیا۔ جناب امیرؓ نے سینہ سے لگالیا اور دیر تک روتے رہے۔ کبھی چہرہ حسینؓ کو غور سے دیکھتے تھے اور کبھی گلوئے حسینؓ کے بوسے لیتے تھے۔ امام حسینؓ نے فرمایا۔ بابا۔ نہ رویئے۔ آپ کو زخم کی وجہ سے زیادہ تکلیف ہو جائے گی۔ جناب امیرؓ نے ایک آؤ سرد کھینچی۔ واقعات کو بلا آنکھوں میں پھر گئے بے قرار ہو کر گریہ کرنے لگے۔ فرمایا! بیٹا حسینؓ باپ کے ایک زخم کا اس قدر خیال کر رہے ہو۔ کو بلا کے میدان میں تمہارے جسم کو ظالم تیرا در تلوار سے اس قدر زخمی کریں گے کہ تمہاری بہن زینبؓ تم کو نہ پہچان سکے گی۔

اس پر اکتفا نہ ہو گی۔ بہن کے سامنے تم کو شرم ملے تو تین دن کا بھوکا پیاسا مثل گوشت سفند فوج کرے گا۔ ایک ایک بچہ کا قتل ہونا۔ زینبؓ اور ام کلثومؓ کی چادریں چھٹنا۔ خیام اہلبیتؓ میں آگ کا لگنا۔ اہل حرم کا اسیر ہو کر سن لبتہ در بدر پھرتا۔ کوفہ و شام کے درباروں میں جانا۔ حضرت سکینہ کے طہلچے کھانا اور عابد بیمار کا طوق و سلاسل میں پابند ہو کر اذیت پہنچنا۔ جملہ واقعات کو بلا بیان کرنا شروع کر دیئے۔

اہل حرم میں گریہ و بکا کا ایک شور مچا ہو گیا۔ آپ نے سب کو صبر کی تلقین فرمائی اور جناب عباسؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ عباسؓ! تو میرا فرزند ہے اور حسینؓ محمدؐ کے فرزند ہیں۔ اگر اس واقعہ کے وقت میں موجود نہ ہوتا۔ تو اپنی جان حسینؓ پر ضرور نثار

عید کی تیاری میں مصروف ہے۔ صرف آٹھ یا نو دن عید کے رہ گئے ہیں۔ لوگ طرح طرح کی خوشیاں منانے کے سامان مہیا کر رہے ہیں مگر اہل بیت کے گھر میں صفت ماتم کچھ گئی۔ ۲۱ رمضان ششمہ کو یہ مظلوموں کا دادرس۔ بیکسوں کا مشکل کشا۔ علوم کا مخزن صفات خداوندی کا منظر۔ کونے میں شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوا۔ پہلی شیعہ امارت گل ہو گئی۔ حسین علیہ السلام یتیم ہو گئے۔ زینبؓ اور ام کلثومؓ بے پدر ہو گئیں۔ جناب ام البنینؓ بے وارث ہو گئیں۔ جناب عباسؓ نے ہائے بابا کہہ کر بن کیا اور غش کھا کر گر پڑے درو دیوار سے رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ عالمین کا مشکل کشا۔ جبرئیل امینؑ کا استاد تم سے رخصت ہو رہا ہے جتنا بھی غم کیا جائے کم ہے اس لئے کہ نفس رسولؐ اور زوجہ بتوں کے غم میں دل مملول ہے۔

یہ وہ مبارک اور پاک ہستی ہے کہ دنیا اس کی مثال قیامت تک پیش نہیں کر سکتی۔ علی ابن ابی طالبؑ کی زندگی کا آغاز کعبہ کی چہار دیواری سے شروع ہوا۔ اور انجام مسجد کوفہ میں نماز کی حالت میں شہادت سے ہوا۔ درمیان کے وقفہ میں یا تو مدینہ میں رہ کر محنت و مشقت میں مصروف رہے یا خیبر و خندق و یدر و احد اور دیگر محرومیت اسلام کا دفاع کرتے رہے یہ ہے علیؑ کی زندگی کا خلاصہ جس کی ابتداء بھی خدا کے گھر سے انتہا بھی خدا کے گھر میں۔ اللہ نے خدمات کے صلب میں ذوالفقار عطا کی اور اپنی خوشنودی سے نوازا رسول اللہؐ نے علیؑ کی ذات کو ایمان کل کہا اور فاطمہؓ طاہرہ صلی

مکرتا۔ بیٹا! باپ کی وصیت کو یاد رکھنا کہ اگر حسینؑ پر کبھی برا وقت آئے۔ تو اپنی جان کو عزیز نہ کرنا یہ کہہ کر عباسؓ کا ہاتھ امام حسینؑ کے ہاتھ میں دے دیا۔ فرمایا! عباسؓ یہ ہے تمہارا امام زمانہ۔ تمہارے آقا اور مولا۔

مومنین! اس دن سے جناب عباسؓ نے باپ کی وصیت کو اس طرح پورا کیا کہ ہر وقت بھائی کی محافظت میں سینہ سپر رہے اپنی زندگی میں کبھی بھی بھائی پر آپہنچ نہیں آنے دی۔ ہر حکم پر لبیک کہا اور آخری وقت تک سوائے آقا اور مولا کے کبھی بھائی کہہ کر محاط نہیں کیا۔

الغرض اسی حال میں ۲۰ تاریخ کا دن گزرا۔ زہراؓ اپنا پورا اثر کر چکا تھا۔ جناب امیر علیہ السلام کی حالت زیادہ متغیر ہو گئی۔ بار بار غش پر غش آنا شروع ہو گئے۔

جناب حسنؑ ایک مشہور جراح کو بلا کر لائے۔ جراح آیا اور زخم سرد دیکھ کر اپنا عمامہ سر سے پھینک دیا اور خاموش اٹھ کر چلنے لگا۔ امام حسنؑ نے صحن میں روک کر فرمایا۔ بابا کو لونے کس حال میں پایا۔ یہ سن کر جراح رونے لگا۔ عرض کیا آقا! زخم بہت کاری ہے۔ زہراؓ اپنا پورا اثر کر چکا ہے۔ میرے علاج سے باہر ہے۔ افسوس مولا اب کچھ سماعت کے مہمان ہیں۔

عزادارو! جراح جواب دے کر رخصت ہو گیا۔ اب سر پیٹنے اور خاک اڑانے کا وقت ہے کہ تمہارا آقا مولا۔ دین و دنیا کا سردار دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔ ہائے افسوس! یہ وہ زمانہ ہے کہ دنیا

ٹے گا۔ جب تم قریب پہنچو۔ تو میرا تابوت اس ناقہ پر رکھ دینا اور اس کی مہار چھوڑ دینا۔ جس طرف وہ ناقہ جائے۔ اسی جانب سب پیچھے پیچھے چلنا اور جہاں وہ ناقہ رک جائے وہیں تم سب کھڑے ہو جانا اور تابوت اتار کر نیچے رکھنا۔ تابوت کے داہنی طرف زمین کھودنا۔ ایک قبر تیار نمودار ہوگی۔ جو میرے جد جناب نوح پیغمبرؑ نے میرے لئے تیار کی ہے۔

مومنین! حسب وصیت جناب امام حسنؑ نے باپ کا جنازہ اٹھایا۔ حنین جس وقت باپ کا تابوت مکان سے باہر لائے گئے۔ اس کی کیفیت کسی طرح ادا کی جائے۔ ایک کہرام مچا رہا تھا۔ اندر بیٹیاں علیؑ پر پھڑپھڑیں کھا رہے تھے۔ باہر وہ یتیم اور بیواؤں بے قرار ہو کر رو رہے تھے۔ جن کی جناب امیرؑ روزانہ خبر گیری کرتے رہتے تھے۔ دوسری طرف اصحاب اور جاں نثاران علیؑ اپنے آقا کی جدائی میں رو رہے تھے۔

تابوت روانہ ہو کر کوفہ کے باہر پہنچا۔ حسب وصیت ایک اونٹ پر رکھ دیا گیا۔ پیچھے پیچھے سب افراد غمگین روانہ ہو گئے کہ ایک جگہ اونٹ نے قیام کیا۔ سب لوگوں نے اس جگہ کی مٹی مٹانی شروع کر دی۔ ابھی تھوڑی سی مٹی مٹائی گئی تھی کہ ایک پتھر نمودار ہوا۔ اس پر کھڑا ہوا تھا۔

هَذَا قَبْرُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، جناب حسنؑ قبر کے اندر تشریف لے گئے۔ امام حسین علیہ السلام اور حضرت عباسؑ نے باہر لوگوں نے تابوت اتارا۔ امام حسنؑ نے ایک جگہ نشان کیا لوگوں نے اس جگہ کی مٹی

دختر سیدہ زکریٰ خدانے ان کی دینی خدمات اور تحفظ اسلام اور ہر مشکل کے وقت میں سینہ سپر ہو کر مقابلے کے لئے تیار رہنے کے صلے میں ان کی نسل کو قیامت تک کے لئے سیدو سردار کے نام سے سرفراز کر دیا اور گیارہ امام فخر انبیاء مرحمت فرمائے۔ جو قیامت تک عالمین کے رہنا۔ دین کے محافظ اور امت محمدی کے اعمال کے شہید ہیں۔

الغرض جناب امام حسنؑ نے غسل و کفن کا انتظام کیا۔ باپ کی میت بیٹوں نے اپنے ہاتھ سے تیار کی۔ سناڑ جنازہ پڑھی۔ علیؑ کے غلام بیٹھے ہوئے ہیں۔ کیا سن سکیں گے۔ تمہارے بادی برحق مولا اور آقا کا جنازہ اٹھ رہا ہے یمین علیؑ کے فراق میں تڑپ رہے ہیں۔ اہل حرم کے آہ و فغاں کا شور کوفہ کے در و بام سے بلند ہو رہا ہے۔ نہایت دُعا کلثومؑ تم سے بے قرار ہو کر نالہ کننا ہیں۔ تمام فضا پر ایک عجیب سوگوازی کا عالم طاری ہے۔

جناب امیرؑ نے امام حسنؑ سے وصیت کی تھی کہ بیٹا جب میرا جنازہ تیار کر چکو۔ اور دفن کرنے کے لئے چلو تو پائنتی کی طہر سے تم اور حسینؑ اٹھنا۔ سرہانے کی طرف سے جنازہ خود بخود اٹھ کر آگے بڑھے گا۔ اس لئے کہ ملک مقربان اور انبیاء کا ندھا دینے کے لئے بے قرار کھڑے ہوں گے۔ اسی طرح تم لوگ صرف پائنتی کی طرف کا ندھا بدلے رہنا۔ جب اس حالت سے تم کوئی آبادی کے باہر پہنچو گے۔ تو ایک ناقہ سوار انتظار کرتا ہوا

فرمایا بھائی! وہ میرے بابا تھے۔ آج ہم ان کو دفن کر کے آ رہے ہیں۔
 نابینا نے اتنا سنا تو زار و قطار رونے لگا اور امام حسنؑ کا ہاتھ
 پکڑ کر خوسٹ مارنے لگا کہ مجھ پر اتنا احسان کرو کہ ان کی قبر تک
 پہنچا دو امام حسنؑ نے اس کو سہارا دیا اور قبر پر لے آئے۔ وہ نابینا
 قبر سے پٹ گیا اور فریاد کرنے لگا کہ جب میرا آقا دنیا سے رخصت
 ہو گیا تو خدا مجھ کو بھی اٹھالے۔ اس کی دعا قبول ہوئی اور روح قبر
 سے لیٹے ہوئے پرواز ہو گئی۔

اَلَا لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلٰی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

سے باب کا جنازہ قبر کے اندر پہنچایا۔ اس طرح باب کو بیٹوں نے
 لبھدر رقت سپرد خاک کر دیا۔ جناب امام حسنؑ نے دفن کے
 بعد زمین کو برابر کر کے نشان قبر چھپا دیا۔ تاکہ بے حرمتی نہ ہو سکے
 عزادار! تمام بیٹوں نے مل کر باب کی میت کو دفن تو کر دیا۔
 جناب زینبؑ و جناب ام کلثومؑ باب کو جی بھر کر رو تو لیں۔
 لیکن ہائے! کہ بلا میں ایسی مجبور کر دی گئیں تھیں کہ غریبوں بھائیوں
 اور بچوں کو دفن کرنا تو درکنار رو بھی نہیں سکیں اور اسیر کے قیدی
 بنائیں گئیں۔

جناب امام حسنؑ بابا کو سپرد خاک کر کے واپس آ رہے تھے
 کہ ایک خرابے سے رونے کی آواز سنائی دی۔ جناب امام حسنؑ اس
 پر درد آواز پر تڑپ اٹھے۔ دیکھا ایک مظلوم نابینا شخص بڑے
 درد بھرے ہلچے میں بین کر رہا ہے کہ اے مجھ کو روزانہ کھانا کھلانے
 والے تو کہاں چلا گیا۔ میں تین دن سے بھوکا پیاسا تیرا انتظار کر رہا
 ہوں۔ اب تو اٹھنے کی طاقت بھی نہیں رہی۔ امام حسن علیہ السلام
 نے اس کو تسلی و تسفی دی اور حال پوچھا۔ وہ نابینا ایک دم چونک
 کر بولا۔ ایک شخص روزانہ میرے پاس رات کو کھانا لے کر آتا تھا۔
 اور میرے پاس بیٹھ کر مجھ کو کھانا کھلاتا جاتا اور کہتا جاتا کہ مسکین
 مسکین کے پاس بیٹھا ہے۔ ایک فقیر فقیر کے پاس بیٹھا ہے اب پتہ
 نہیں وہ کیوں نہیں آیا۔ لیکن تمہاری آواز بالکل اس کی آواز
 سے مشابہ ہے۔

اتنا سنا تھا کہ امام حسن علیہ السلام نے رونا شروع کر دیا۔

کہ آنحضرت نے ناراضگی کے لہجے میں فرمایا۔ اسماء ان کو اللہ نے پاک و پاکیزہ پیدا کیا ہے۔ تم کیا پاک کر دو گی۔ اسماء بنت عمیس ایک پارچہ میں لپیٹ کر مولود کو لائیں اور آنحضرت کی گود میں دے دیا حضرت نے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور بہت دیر تک پیار کرتے رہے۔

مومنین احس کی پرورش آغوش رسالت میں ہوئی ہو اس کے علم کا کیا کہنا۔ یہی وجہ تھی کہ بچپن میں سائل کا جواب اس طریقے سے بتلاتے تھے کہ لوگ دنگ رہ جاتے تھے اور تحسین و آفرین کے نعرے بلند کرتے۔ جب مسجد میں چلے جاتے تو نانا کی گود میں بیٹھ جاتے اور جو وحی نازل ہوتی۔ آنحضرت اصحاب سے بیان کرتے تو اس کو غور سے سنتے رہتے اور گھر اگر ماں سے وحی کی ترجمانی کرتے ہوئے تمام حالات سے ماں کو آگاہ کر دیتے۔ جب جناب امیرؑ گھر تشریف لاتے تو جناب فاطمہؑ فرماتیں ابو الحسنؑ بابائے نے ان مسائل کو بتلایا تھا۔ اور آج یہ وحی نازل ہوئی تھی۔ تو جناب امیرؑ تعجب سے پوچھتے کہ تم کو کس نے خبر دی ہے۔ تو جناب فاطمہؑ غصہ سے کہیں۔ میرا بیٹا حسنؑ اگر سب بتاتا ہے۔

اسی طرح سے کچھ اور روز گزرے ایک دن حضرت علیؑ نے اشتیاق ظاہر کیا کہ میں بھی حسنؑ کی زبانی وحی ربانی کو سُنوں۔ امام حسنؑ سے پہلے مسجد سے آکر چھپ گئے۔ حسب معمول جناب حسنؑ آئے اور ماں کی گود میں بیٹھ کر الفاظ رسولؐ دہرانے لگے۔ لیکن آج

مجلس پنجم

فضائل اور شہادت جناب امام حسنؑ علیہ السلام
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ الْحَسَنُ
وَالْحُسَيْنُ مَدْرَ الشَّابِّ الْجَنَّةِ وَالْأَبُوهُمَا خَيْرُ مَنْهُمَا

جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ حسنؑ اور حسینؑ جو انان بہشت کے سردار ہیں اور ان کے باپ ان دونوں سے بہتر ہیں۔ جنت میں انبیاء و صلحاء اور شہداء سب ہی ہوں گے اس حدیث رسولؐ سے ظاہر ہوا کہ ختمی مرتبت اور حضرت علیؑ کے علاوہ سب کے سردار جناب حسنین علیہ السلام ہیں اور کیوں نہ ہوں اس لئے کہ آئمہ جہود رسالت ہیں اور رسالت مآبؐ نے اپنا نقاب دہن چسما کر علم و حکمت سے ہمراہ کر کیا ہے آپؐ نے بار بار فرمایا کہ ان کا خون میرا خون ہے۔ ان کا گوشت میرا گوشت ہے۔ یہ میری اولاد ہیں۔

جناب اسماء بنت عمیسؑ ناقل ہیں کہ حبیب جناب حسنؑ پیدا ہوئے اور میں نے حضرتؑ کو اطلاع دی تو ستوق دید سے بیتاب ہو کر فرمایا۔ اسماء میرے عزیز کو لاکھ میری گود میں دو اسماء نے کہا کہ آقا بھی غسل دے لوں تو حاضر کروں۔ یہ سننا تھا

زبان میں لکت ہو رہی تھی اور رک رک کر بیان کر رہے تھے ماں سے کہنے لگے کہ ماں کوئی بزرگ سن رہا ہے میں اچھی طرح بولنے سے قاصر ہوں۔ یہ سن کر حضرت علیؑ سامنے آگئے اور محبت سے گود میں اٹھا کر چٹایا۔

اس طرح ایک دن دونوں بھائی حسنؑ و حسینؑ مسجد میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ ایک بوڑھا اعرابی غلط وضو کر رہا ہے یہ دیکھ کر دونوں کھڑے ہو گئے اور جب وہ وضو کر چکا۔ تو اس سے کہا کہ اے شیخ ہم دونوں وضو کرتے ہیں تم دیکھتے رہنا کہ کس کا وضو صحیح ہے یکے بعد دیگرے دونوں نے وضو کیا۔ جب فارغ ہوئے تو اعرابی نے دونوں کے ہاتھ پر لبسہ دیا اور کہا۔ شہزادو! میرا وضو غلط تھا۔ اب میں کبھی غلطی نہ کروں گا۔

مومنین یہ ہے آئمہ کا اخلاق اور اسوۂ حسنہ کہ ایک ضعیف صحابی کو اس طرح ہدایت کی کہ اس کو اپنی غلطی بھی معلوم ہو گئی اور سب کے سامنے شرمندگی سے بچ گیا۔ نانا کے زمانے میں اس طرح ہدایت جاری رکھی۔ ان کے بعد جب بابا کا زمانہ آیا تو ہر کام میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ حضرت علیؑ نے مہمان خانہ جناب حسنؑ کے سپرد کر دیا۔ امام حسنؑ دسترخوان کا انتظام بدرے طریقے سے انجام دیتے بعض اوقات اپنے ہاتھ سے مہمان کو کھانا کھلاتے اور بڑی شفقت و مہربانی سے پیش آتے۔

ایک دن ایک شخص مسجد میں آکر نماز میں مشغول ہو گیا حضرت علیؑ بھی عبادت میں مصروف تھے۔ جب فراغت ہو گئے تو

ایک بھیلی نکالی اور اس میں سے جو کہ روٹی کے سوکھے ٹکڑے نکالے اور پانی میں بھگو کر کھانے لگے۔ یہ مسافر جب نماز پڑھ چکا اور برابر بیٹھے ہوئے شخص کو کچھ کھاتا ہوا دیکھا چوں کہ یہ کئی وقت سے بھوکا تھا برداشت نہ کر سکا۔ اور غور سے دیکھنے لگا۔ حضرت کی نگاہ اس پر پڑی۔ آپ نے اس سے شریک ہونے کے لئے کہا اور جب مسافر نے دیکھا کہ روٹی اس قدر سخت ہے کہ پانی میں ڈالنے کے باوجود نہیں ٹوٹتی تو ہاتھ روک لیا اور سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ مولا سمجھ گئے اور فرمایا بھائی! اگر تجھے لذیذ کھانے کی ضرورت ہے تو محلہ جی ہاشم میں جا کر دسترخوان حسنؑ معلوم کر لینا۔ وہاں تجھ کو طرح طرح کے لذیذ کھانے مل جائیں گے۔ اپنی منشاء کے مطابق کھا لینا۔

مسافر یہ سن کر خاموشی سے اٹھ گیا اور دریافت کرتا ہوا دولت سرا پر پہنچ گیا۔ دیکھا کہ لوگ کھانا کھا رہے ہیں جناب امام حسنؑ کی نگاہ اس پر پڑی آپ نے بڑی محبت سے اندر بلا لیا اور دسترخوان پر بٹھا کر کھانا منگوایا۔ مسافر کھانا کھاتا جاتا اور اپنی بھیلی میں کچھ جمع کرنا چاہتا تھا۔ امام حسنؑ کی نظر اس پر پڑی۔ آپ نے بڑی شفقت و مہربانی سے فرمایا۔ بھائی! خوب شکم سیر ہو کر کھالے۔ اگر کوئی دوسرا ساتھی تیرے ساتھ ہے تو اس کے لئے واپسی میں کھانا لے جانا۔ اس نے کہا کہ میرے ساتھ تو کوئی نہیں ہاں میں مسجد سے آیا ہوں۔ وہاں ایک عزیز مسکین ہے جو سوکھے ٹکڑے پانی میں بھگو کر کھا رہا تھا۔ میرے دیکھنے پر مجھے بھی پیش کئے جب میں کھانے سے قاصر رہا۔ تو اس نے آپ کا پتہ بتلایا۔ اس لئے اس کے احسان کے

کئے۔ ان ہستیوں کو اللہ نے قیامت تک کے لئے امامت و ولایت اور خلافت سے سرفراز کیا ہے ان کو اللہ نے عزت سے نوازا ہے ساری دنیا ان کے درپر جیسی سائی کرتی ہے وہ ان کو کیا عظمت دی سکتی ہے۔

اسی لئے خلافت ظاہری ملتے ہی منافقوں نے وعدہ خلافت کرتے ہوئے بغض و حسد کی آگ پھیلا دی۔ معاویہ نے اپنی حکومت مضبوط کرنے کے لئے سیاسی چالیں اور ریشہ دوانی شروع کر دی۔ اور بہت سے اصحاب رسول کے دین کو دنیا کے چند سکوں میں خرید لیا۔ اور جب شورش زیادہ بڑھی تو دفاع کے طور پر مجبوراً حضرت علی علیہ السلام کو جنگ جمل، صفین اور ہندوان وغیرہ لڑنا پڑا جس میں جناب امام حسنؑ نے نمایاں بہادری کے جوہر دکھائے اور علمدار شکر رہے۔

معاویہ جب جنگ میں مقابلہ نہ کر سکا تو سیاسی حربہ استعمال کیا اور صلح کر لی بعد میں شرائط توڑتے ہوئے دغا سے ابنِ مسلمہ کے ذریعے حضرت علی علیہ السلام کو شہید کر دیا۔

اب امام زمانہؑ جانشین رسول اور وارثِ انبیاء جناب امام حسنؑ ہوئے جو کہ نانکے وقت سے لے کر اب تک کے حالات کو بخور ملا حظ کر رہے تھے۔ اور مسلمانوں کی بے وفائی اور دین سے رُوگردانی سے بخوبی واقف تھے اور سمجھ گئے تھے کہ ابھی جنگ سے کام نہیں چلے گا۔ کچھ شرائط کے ساتھ معاویہ سے فیصلہ کر لیا جس میں سے کچھ خاص شرطیں یہ تھیں۔

بدلے میں یہ کھانا جمع کر رہا ہوں کہ اس کو لے جا کر کھلا دوں یہ سن کر جناب حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ بھائی ان کو عزیز مسکین نہ سمجھو وہ میرے بابا حضرت علیؑ گل کے مولا ہیں۔ یہ سب انہیں کا طفیل ہے۔ مسافر بے تابانہ مسجد میں واپس آیا اور حضرت کے قدموں سے پٹے کیا۔ بار بار معافی طلب کرتا تھا۔ وہ اپنی نادانقت پر بہت ہی پشیمان تھا۔

مومنین! جناب حسنؑ کی زندگی بھی بڑی مصائب و آلام سے پُر ہے۔ بچپن ہی میں شفیق نانا اور ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ حضرت علیؑ نے بچوں کی پرورش کی لیکن بعد رسولؐ مسلمان خدا اور رسولؐ کی ہدایت سے منحرف ہو گئے۔ اور یہی اہل بیتؑ کہ جن کی محبت کا حکم دیا گیا تھا۔ امت ان سے برگشتہ ہو گئی۔ اور ہادی برحق کو چھوڑ کر اپنے مطلب کے رہبر بنا لئے۔ ان کے حقوق کو غصب کر لیا اور دین کو چھوڑ کر دنیا کے عیش میں مبتلا ہو گئے۔

اس طرح تین خلافتیں گزر گئیں جناب حسنؑ اپنے بابا کے ساتھ صبر اور مصیبتوں میں برابر کے شریک رہے۔ اصحاب خاص نے اپنی غلیظوں کا احساس کیا اور دنیا کو پھر ان کی طرف متوجہ کیا۔ حضرت علیؑ نے بے جبر و اکراہ اس ظاہری خلافت کو منظور کر لیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس ظاہری خلافت کے ساتھ حضرت علیؑ کا ذکرِ فضیلت نہیں ہے اس لئے کہ جو وارثِ انبیاء ہو۔ کائنات کا مولا ہو۔ زمین و آسمان کی ہر شے پر تصرف رکھتا ہو۔ اس کو دنیا والے کیا خلیفہ بنائیں

نہے کی خلافت ورزی کرتے کرتے محاذ آرائی شروع کر دی۔
 دوسرے کفر اور اسلام کا فیصلہ اور اس کو بے نقاب کرنا حققت
 امام حسین علیہ السلام کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔ اس لئے امام حسنؑ
 نے جنگ نہیں کی اور مصالحت سے کام لیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ واقعہ
 کربلا میں شریک ہونے والوں کی پیدائش کا موقع دیا جائے کہ
 جن جن کے نام محقر حسینی ہیں ہیں۔ وہ دنیا میں آجائیں اس لئے کہا
 جاتا ہے کہ صلح حسن تنمتہ اور ماحصل کربلا ہے۔
 غرض کہ معاویہ نے ایک رومی دلالہ کو انعام و اکرام دے کر اس
 امر پر رضامند کر لیا کہ وہ جعدہ بنت اشعث زوجہ جناب امام
 حسنؑ کو اپنے دام میں پھنسا کر راضی کرے اور میری طرف
 سے یہ وعدہ کرے کہ اگر وہ جناب امام حسنؑ کو زہر دینے میں
 کامیاب ہوگئی تو اس کو نہ صرف زہر و جواہر اور انعام سے نوازا جائے
 گا بلکہ یزیدؑ کے ساتھ نکاح کر دیا جائے گا۔ دلالہ نے جعدہ کو اپنے
 جال میں لالچ دیکر پھنسا لیا اور زہر ہلال لہ کر جعدہ کو دے دیا اب
 جعدہ اس انتظار میں رہی کہ موقع ملے اور اس ذلیل ارادہ میں
 کامیاب ہو۔

ایک دن حضرت امام حسنؑ کی طبیعت خراب تھی اور
 وہ بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ پانی کی صراحی سر ہانے رکھی تھی رات
 کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جعدہ نے وہ زہر ہلال پانی میں
 ملا دیا۔ جناب امام حسنؑ کو پانی کا خواہش ہوئی۔ بہن جناب
 زینبؑ جو کہ قریب ہی سو رہی تھیں۔ ان کو آواز دے کر پانی طلب

- ۱۔ معاویہ خدا و رسول کے حکم کی خلافت ورزی نہیں کرے گا۔
 - ۲۔ قرآنی تعلیمات پر عمل کرے گا۔
 - ۳۔ دوست داران حضرت علیؑ اور اہل بیت کی جان کی حفاظت کرے گا۔ اور ایذا رسان و قتل سے بچائے گا۔
 - ۴۔ میرے بعد اس معاہدے کے امام حسینؑ پابند نہیں ہوں گے۔
 - ۵۔ حضرت علیؑ کو برسرِ مہر برا بھلا نہیں کہا جائے گا و غیرہ۔
- اس قسم کی شرائط کے ساتھ فیصلہ ہو گیا لیکن معاویہ نے کسی شرط کی پرواہ کئے بغیر اپنے مقصد کی کامیابی کے لئے سیاسی چالیں شروع کر دی اور ظلم و تشدد اور غارتگری کا بازار گرم کر دیا اور لوگوں کو اپنے جان و مال کے تحفظ کے لئے زبائین بند کرنا پڑیں۔ معاویہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو اپنے راستے سے ہٹانے کے لئے مختلف عورتوں کے ذریعے زہر دلوانے کی کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

یہاں پر یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ امام حسنؑ کو وقت کا انتظار تھا۔ اس لئے کہ ابھی کفر بے نقاب نہیں ہوا تھا۔ معاویہ نے بظاہر شریعت محمدی پر چلنے کا وعدہ کر لیا تھا مگر اسلام کا ظاہری طور پر لبادہ اوڑھنے کے باوجود اس نے ہر وہ کام کیا کہ جس سے اسلام کو نقصان پہنچ سکے۔ معاویہ نے کسی شرط پر عمل نہیں کیا۔ اور صلح

بھائی پر وقت پڑے تو میری طرف سے قاسم کو نشانہ کر دینا اور اگر حسین قاسم کو جنگ کی اجازت نہ دیں تو میرا یہ نوشتہ ان کو دکھا دینا۔

اس قسم کی وصیتیں کر رہے تھے کہ امام حسین معہ طبیب کے تشریف لائے۔ طبیب نے حالت دیکھتے ہی جواب دے دیا کہ حالت میرے علاج سے باہر ہے۔ زہر بہت شدید ہے اور پورے بدن میں اثر کر چکا ہے۔ امام حسین بھائی سے لپٹ گئے اور دیر تک گریہ کرتے رہے۔ امام حسن نے صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ بھائی تمہاری مصیبت بہت زیادہ شدید ہے مجھ کو تم رو کر رہے ہو اور چھینڑ و تکلیفیں کر کے دفن بھی کر سکو گے۔ لیکن میں علم امامت سے دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا لاشہ بے گور و کفن جلتی ریت پر معہ انصار و اولاد و اقرباء کے پڑا ہوا ہے۔ ہمیں اسیر ہوں گی اور

انہیں در بدر بھجوا دیا جائے گا۔ بھائی صبر کرو۔ اس لئے کہ تم پر اس قدر مظالم ہوں گے کہ دنیا قیامت تک تذکرہ کرتی رہے گی اور واقعات کو بیان کر کے اس پر گویہ کرے گی کاش میں بھی اس وقت تک زندہ رہتا۔ اور تم پر اپنی جان نشانہ کرتا۔

اہل حرم میں گمرہ وزاری سے ایک کھرام بپا تھا میبیاں بن کر کے رو رہی تھیں۔ خصوصاً جناب زینب، جناب امام حسین و ام کلثوم کی حالت بہت خراب تھی۔ بار بار بھائی سے لپٹ کر لے ہوشت ہو جاتیں جناب امام حسن نے بھائی کو راز امامت سپرد کر کے فرمایا۔ کہ اب میں رخصت ہو رہا ہوں۔ مجھ کو نانا کے روضے کے قریب دفن

کیا کچھ دیر انتظار کے بعد خود صراحی سے آپ نے پانی پی لیا۔ پانی کے حلق میں پہنچتے ہی زہر نے اپنا کام شروع کر دیا۔ حضرت کے سارے بدن میں آگ سی لگ گئی۔ جناب زینب کو آواز دی اور کہا۔ بہن مجھ کو قے ہوا چاہتی ہے۔ جلد طشت لاؤ۔ مجھ کو زہر دیا گیا ہے۔ صراحی میں کیسا پانی ہے۔ حضرت امام حسین نے اس آواز کو سنا۔ چاہا کہ صراحی میں سے پانی پیسیں کہ امام حسین علیہ السلام نے صراحی ان کے ہاتھ سے لے کر زمین پر ماری اور فرمایا بھائی بے زہر صراحی میرے لئے تھا۔ میرا وقت آگیا ہے تمہاری منزل ابھی دور ہے۔ مقاتل لکھتے ہیں کہ زہر اس قدر تیز اور زور اثر تھا کہ صراحی کے ٹوٹتے ہی پانی جب زمین پر گرنا تو زمین بلبلے دے کر ابلنے لگی اور جھل کر سیاہ ہو گئی۔ مومنین! امام حسن کی حالت متغیر ہوتی گئی کئی مرتبہ تھوڑے ہوئی اور جناب زینب نے ایک طشت پر نگاہ کی تو خون کے ساتھ جگر کے ٹکڑے دکھائی دیئے۔ جناب زینب آہ سرد کھینچ کر بے ہوش ہو گئیں۔

جناب امام حسین طبیب کو بلانے کے لئے دوڑے لیکن جب تک طبیب دیکھنے کے لئے آتا۔ زہر اپنا پورا کام کر چکا تھا۔ جناب امام حسن کا سارا بدن سینہ ہو گیا۔ آپ نے جناب ام فروہ مادر قاسم کو بلایا اور بچے کو گود میں لے کر دوسرے تک پیار کرتے رہے۔ اس کے بعد ایک نوشتہ تحریر کر کے جناب قاسم کے بازو پر باندھ دیا اور جناب ام فروہ سے فرمایا کہ میں دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں۔ اب حسین امام زمانہ ہیں ان کی اطاعت کرنا اور میرے

امام حسین نے بھائی کی وصیت کے مطابق جنازہ جنت البقیع کی طرف لے چلنے کا حکم دیا۔ اور ماں کی قبر کے برابر دفن کر دیا۔

ہائے افسوس! امام کے جنازے کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا آج بھی قاعدہ ہے کہ اگر راستے میں کسی نامعلوم کا جنازہ مل جاتا ہے تو لوگ راستہ چلتے ہوئے احترام سے اس کے ساتھ چلتے ہیں۔ اور کچھ دور تک کاندھا ضرور دیتے ہیں۔ لیکن وہ عکسے مسلمان تھے کہ جنھوں نے نانا کا کلمہ پڑھ کر نوا سے کے جنازہ پر تیر بر سائے اور نانا کے پاس دفن نہیں کرنے دیا۔

اللَّعْنَةُ اللّٰهُ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

کرنا۔ اگر لوگ مخالفت کریں اور دفن نہ کرنے دیں تو جنت البقیع میں مادر گرامی کے روضے کے قریب دفن کر دینا۔ اے حسین منافق کتنا ہی ظلم کریں میں تم کو اپنے حق کی قسم دیتا ہوں صبر کرنا جنگ ہرگز نہ کرنا۔

مومنین! امام حسن ابھی یہ وصیتیں کر رہے تھے کہ پیشانی پر موت کا پسینہ آیا اور مولانا نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اہل حرم میں شور مچا رہا تھا۔ جناب زینب نے باٹے بھائی کہہ کر پیچھاڑ کھائی اور اپنے آپ کو لاش پر گر دیا۔ ہر طرف گمیری و زاری کی صدا بلند ہونے لگی۔

حضرت امام حسینؑ نے حضرت عباسؑ کی مدد سے غسل دیا۔ اور کفن پہنا کر نماز پڑھائی اور جنازہ لے کر روضہ رسولؐ کی طرف چلے۔ کچھ احباب ساتھ تھے کہ لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے۔ اور مزاحمت شروع کر دی کہ جنازہ واپس لے جائیں۔ ہم یہاں دفن نہیں کرنے دیں گے، شیعہ خدا کے شیعہ حضرت عباسؑ عقیقہ کی حالت میں آگئے اور لٹکار کر کہا کہ کس کی بہت ہے جو نانا کے پاس نوا سے کو دفن کرنے سے منع کرے۔

حضرت امام حسینؑ جناب عباسؑ سے پہٹ گئے اور بھائی کی وصیت یاد دل کر صبر کی تلقین کی۔ لیکن دشمنوں کی طرف سے تیرا تشدد شروع ہو گئے جس سے لوگ زخمی بھی ہوئے اور جنازہ کی بے حرمتی بھی ہوئی تقریباً ۷۰ تیر جناب امام حسن کے جنازہ میں پیوست ہو گئے۔ جناب

خدا نے تعالیٰ ہی سے امر کا اجر لوں گا۔ لیکن حضورؐ نے انبیاءؑ کو اس سلسلہ کے معمول کے خلاف امت سے اجر رسالت طلب فرمایا۔ قرآن پاک میں آپؐ کو ایسا کرنے کا خاص طور سے حکم دیا گیا تھا۔ چنانچہ وحی نازل ہوئی۔ اگرچہ اس آیت کے ظاہری الفاظ میں اللہ نے محبت اہل بیتؑ کو آنحضرتؐ کی رسالت کا اجر قرار دیا ہے مگر غور کیا جائے تو آیت کا دامن اس سے بہت زیادہ وسیع ہے حالانکہ جملہ انبیاءؑ حضرت آدمؑ سے لے کر آنحضرتؐ تک ایک ہی دین اسلام کے پھیلانے کے لئے آئے تھے۔ لیکن کسی نبی کے ہاتھوں ہدایت کے مقصد کی تکمیل نہ ہو سکی۔ اگر مقصد پورا ہو جاتا تو کھپر باقی نبیوں کے بھیجے جانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ کسی خدمت کا اجر اسی وقت مانگا جاتا ہے۔ جب وہ خدمت مکمل ہو جاتی ہے اور صورت اور ناقص کام کی اجرت کبھی نہیں ملتی۔ یہی وجہ تھی کہ خاتم النبیینؑ سے پہلے کسی نے بھی اجر رسالت طلب نہیں کیا۔

رسالت مآبؐ نے ختم نبوت کا اعلان کیا۔ اللہ نے قرآن میں تکمیل دین کی ہر لگا دی اور اکملت لکم دینکمؑ کی آیت سے اعلان کر دیا کہ لے رسولؐ ہم نے دین مکمل کر دیا۔

تم پر نعمتیں ختم ہو گئیں اور ہم اس دین اسلام سے راضی ہو گئے تو رسولؐ نے آخری حج کے بعد غدیر خم کے میدان میں ایک ایک نعمت کو گنوا کر تصدیق کرائی اور حضرت علیؑ کو جانشین مقرر کر کے سب سے اقرار لیا۔ اس کے بعد اجر رسالت طلب کیا۔ اس لئے کہ اب رشد

مجلس ششم

فضائل اہلبیتؑ اور حالات سفر امام حسینؑ علیہ السلام
قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ فِي الْكِتَابِ مَبْنِي دُرَّانِ الْمَجِيدِ
قَوْلُ الْحَقِّ: قُلْ لَا اسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اجْرًا اَلَا الْمَوَدَّةُ فِي الْقُرْبَىٰ
ارشاد رب العزت ہے کہہ دو لے رسولؐ کہ میں تم سے رسالت اور ہدایت کا اجر نہیں مانگتا ہوں لیکن یہ کہ میرے اہلبیتؑ سے محبت رکھو۔

مودت اور محبت میں بڑا فرق ہے۔ یعنی مودت کا تعلق عمل سے ہے۔ اور محبت کا تعلق دل سے ہے۔ محبت ہو جاتی ہے کی نہیں جاتی۔ یا یوں کہوں کہ بدون معرفت محبت نہیں ہوتی۔ جس کو جس کی جتنی معرفت ہے۔ اس کو اس سے اتنی ہی محبت ہو جاتی ہے۔ معرفت ہوتی ہے علم سے اور علم آتا ہے عقل سے عقل میں جلا پیرا ہے نہ ہر تقویٰ سے اور نہ ہر تقویٰ بغیر عمل کے نہیں آتا۔

اب اگر عمل خدا اور رسولؐ کے حکم کے مطابق ہے تو مودت اہل بیتؑ کا حق ادا ہو سکتا ہے۔ ورنہ دعویٰ محبت غلط ہے آنحضرتؐ سے پہلے کسی نبی یا رسولؐ نے اپنی امت سے رسالت کا کچھ اجر طلب نہیں کیا۔ سب یہی کہتے چلے آئے کہ دَمَا أَجْوَىٰ اَلَا عَلَيَّ اَللّٰهُ یعنی میں

مسلمانوں کی جماعت میں منافق مرتد اور کافر سب ہی شامل ہو گئے
حضرت علیؑ اور امام حسنؑ نے اپنے اپنے زمانہ میں ہر طرح کی کوشش کی
اور حجت کو پورا کیا لیکن دنیا نے ہادی برحق کی ہدایت کو نہیں مانا۔
اور پہلی امامت کو تلوار سے اور دوسری امامت کو زہر سے
خاموش کر دیا۔

اب امام حسینؑ کا زمانہ آیا اور محافظ قرآن اور دین و شریعت
محمدیؐ کے محافظ نے رشد و ہدایت سے حجت کو پورا کرنا شروع کر دیا
ختمی مرتبت کو وحی کے ذریعے سے معلوم تھا کہ کفر اور اسلام کا
فیصلہ حسینؑ کی ذات پر منحصر ہے۔ اس لئے بارہا فرمایا۔ حسینؑ
ہمّا وَاَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ یعنی حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے
ہوں اللہ کے دین کی حفاظت اور میری شہادت کا راز حسینؑ کی ذات
سے وابستہ ہے۔

اب یہ امام حسینؑ علیہ السلام کی ذمہ داری تھی کہ اگر خدا کے
دین اور جملہ انبیاء کی محنت کو رائیگاں ہوتے دیکھیں تو جان و مال
اولاد کو نشانہ کریں۔ اور اس وراثت کو قیامت تک کے لئے محفوظ
کریں جو آباؤ اجداد نے اپنی اتمک کوشش اور مصائب و آلام
سے گزر کر ان تک منتقل کیا تھا۔ اسی طرح اسلام کے دامن سے کفر
کا دھبہ ہمیشہ کے لئے دھو ڈالیں کہ آئندہ کفر کو اس میں شمولیت
کی طاقت ہی نہ رہے۔

اور ایسا ہی ہوا۔ ایک دن جناب امام حسینؑ مسجد میں تشریف
رکھتے تھے کہ حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کا قاصد آیا۔ اور امام حسینؑ سے

وہایت اور دین کی حفاظت کی ذمہ داری قیامت تک امامت
کے اوپر ہے اس سے مودت اہل بیت کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے ماننا
پڑتا ہے کہ جس طرح قرآن پاک رشد و ہدایت کی منزل پر ایک لاکھ
چوبیس ہزار انبیاء کی تبلیغ کا پتھر ہے۔ اسی طرح اسلام کی نگاہ میں
مودت اہل بیتؑ بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی تبلیغ اور جدوجہد
کا ماحصل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نے حدیث ثقلین میں ان دونوں یعنی
قرآن اور اہل بیتؑ کو بالکل مساوی حیثیت سے گماں قدر فرمایا ہے
اور اللہ نے قیامت میں کل انسانوں کو ان کے امام زمانہ کے ساتھ
محشور کرنا قرآن میں ارشاد کیا ہے خداوند کریم نے تکمیل دین کرتے ہوئے
نبوت کی ڈیوٹی ختم کر دی۔ اب امامت کی ذمہ داری ہے کہ امت
کو قیامت تک اللہ کے پاس پہنچانے کے علاوہ دین کی حفاظت
بھی کرے۔ اسی لئے آنحضرتؐ نے واضح الفاظ میں حدیث ثقلین
میں اعلان کر دیا کہ اے مسلمانوں میں دنیا سے جا رہا ہوں اور تمھارے
پاس دو گماں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک خدا کی کتاب
اور دوسری میری غیرت یعنی اہل بیتؑ میرے بعد جب تک تم ان
دونوں سے وابستہ رہو گے۔ کبھی گمراہ نہیں ہوں گے اور یہ دونوں
ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے بعد
روز قیامت جو صحن کوثر پر پہنچیں گے۔

رسول خدا کی آنکھ بند ہوتے ہی دنیا نے کروٹ بدلی اور حکم
خدا و رسولؐ کو بھلا دیا۔ اہل بیتؑ سے محبت کرنے کے بجائے دشمنی اپہ
کر بستہ ہو گئے۔ دین کو چھوڑ کر دنیا سے وابستگی اختیار کر لی۔ اور

کہا کہ آپ کو اسی وقت حاکم نے طلب کیا ہے۔ رات کا وقت تھا مسجد میں اور کبھی بہت سے اصحاب خاص موجود تھے۔ امام حسین علیہ السلام محافظ دین ہیں۔ ذمہ داری کا احساس کیا اور فوراً مسجد سے گھر تشریف لائے اور ولید کے پاس جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ امامت شناس بہن نے بھائی کو رنجیدہ دیکھ کر سوال کیا۔ بھیا کہاں کا ارادہ ہے۔ امام حسین نے جناب زینب کو غور سے دیکھا اور فرمایا۔ حاکم مدینہ ولید نے بلایا ہے۔

اتنا سننا تھا کہ جناب زینب بے چلن ہو گئیں۔ فرمایا۔ بھیا رات کا وقت ہے دشمن کے دربار جارہے ہو۔ میں تنہا نہیں جانے دوں گی۔ یہ الفاظ اس درکے ساتھ ادا ہوئے کہ بنی ہاشم کو خبر ہو گئی۔ جناب عباس فوراً تلوار لے کر حاضر ہوئے۔ اور فرمایا۔ شہزادی غلام حاضر ہے آقا کو تنہا کہیں نہیں جانے دوں گا۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ اٹھارہ بنی ہاشم جس کو جو ہتھیار دستیاب ہو سکے کر یکجا ہو گئے۔ پہلے تو امام حسین نے منع کیا۔ لیکن حضرت عباس کے بے حد اصرار پر سب ساتھ ہوئے۔

جب ولید کے دربار کے قریب پہنچے۔ تو امام حسین نے

حضرت عباس سے فرمایا۔ تم لوگ یہیں دروازے پر کھڑو۔ میں اندر جارہا ہوں۔ اس لئے کہ مجھے تنہا بلایا ہے اگر میری آواز بلند ہو تو پھر تم کو اختیار ہے اندر چلے آنا۔ امام ولید کے پاس پہنچنے ولید آپ کو دیکھ کر ادب سے کھڑا ہو گیا اور اپنے پاس بڑے احترام سے قریب بٹھایا۔ اس کے بعد یزید کا خط دکھا کر کہنے لگا کہ معاویہ انتقال

ہو گیا ہے۔ یزید ان کا جانشین مقرر ہوا ہے اور مجھے حکم ملا ہے کہ حسین سے بیعت لو اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کریں تو ان کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دے آپ کو اس لئے تکلیف دی ہے اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔

امام نے فرمایا۔ اس قدر جلدی کیا ہے اور یہ میرے لئے زیب بھی نہیں ہے کہ میں تنہا کوئی فیصلہ کروں۔ کل روز روشن میں مسجد میں سب کو جمع کرتا۔ میں بھی آجاؤں گا۔ اس وقت اپنی رائے ظاہر کر دے گا۔ ولید خاموش ہو گیا اور کہنے لگا۔ اچھا جیسی آپ کی مرضی۔ امام واپس ہونا چاہتے تھے کہ مروان بن حکم نے پکار کر کہا۔ کہ انہیں واپس مت جانے دے۔ موقع غنیمت ہے۔ حسین کا سر کاٹ لے ورنہ پھر یہ تیرے ہاتھ نہیں آئیں گے۔ یہ سننا تھا کہ امام نے باواز بلند فرمایا۔ ”یری ماں تیرے غم میں روئے کیا مجال ہے کہ کوئی مجھ پر ہاتھ اٹھا سکے“ آواز کا بلند ہونا تھا کہ اٹھارہ بنی ہاشم دلیرانہ شان سے دربار میں داخل ہو گئے۔ جناب عباس آگے بڑھے کہ امام حسین نے اپنے حق کی قسم دلا کر انہیں رد کیا اور فرمایا۔ عباس ہم کو اپنی طرف سے جنگ نہیں کرتا ہے۔ ہماری جنگ کے لئے کر بلا کا وسیع اور چٹیل میدان مقرر ہے۔

امام ان بہادروں کے ساتھ دولت سر پر تشریف لائے جناب زینب اور جملہ عورتیں دروازے پر انتظار میں تھیں کہ کہیں لڑائی کا آغاز نہ ہو جائے۔ بھائی کو واپس آتا ہوا دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا اور بھائی سے پوچھا کہ کیوں بلایا تھا۔ امام نے کل واقعہ

بیان کیا۔ یہ سنکر جناب زینبؓ چنچیں مار مار کر گرہ کر رہ گئیں۔
امامؑ نے دلا سے دیا اور فرمایا۔ بہن خاموش ہو جاؤ۔ ابھی تو صرف
مصائب کا آغاز ہوا ہے بہنیں تو بہت روتی رہے۔ میرے شہید ہونے
کے بعد اس دین کی اور امامت کی حفاظت گونا گونا ہے اور میرے
مشن کو کامیاب بناتے ہوئے کوفہ و شام تک پیغام کو پھیلانا
ہے۔

بہن! تم تو جہد و شہادت حسینؑ اور میری ہر مصیبت کی
شریک ہو۔ لیکن جب تک عبداللہؑ تم کو اجازت نہ دیں میں تم
کو ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ بھائی سے یہ سن کر جناب زینبؓ اسی
وقت جناب عبداللہؑ کے پاس پہنچیں اور زار و قطار رونے
لگیں۔ جناب عبداللہؑ نے گھبرا کر پوچھا۔ بی بی! رونے کا باعث
کیا ہے۔ فرماتی ہیں۔ علیؑ کی بیٹی کا ایک سوال ہے۔ سائل بن کر آئی
ہوں۔ عبداللہؑ وعدہ کر کے انکار نہیں کر دے۔ عبداللہؑ بے قرار
ہو گئے کہا جلد حالات سے آگاہ کرو۔ جناب زینبؓ نے کل حالات
بتلاتے ہوئے کہا بھائی مدینہ چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ اور ہمیں معلوم ہے
کہ میں ان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ اگر تم نے اجازت نہ دی
تو میں ساتھ تو نہ جاؤں گی۔ لیکن یہاں بھائی کے فراق میں دم نہ
دوں گی۔

جناب عبداللہؑ نے فرمایا۔ شہزادی! ان حالات میں تم کو
ہی اجازت نہیں بلکہ میں بھی امامؑ سے ساتھ جانے کی اجازت لوں
گا۔ مگر بیماری سے مجبور ہوں اگر مولانا نے اجازت نہ دی تو بی بی

میرے یہ دو بچے ساتھ لے جانا اور جیب آقا پر وقت پڑے تو میری
طرف سے انہیں نثار کر دینا۔ اجازت ملنے پر جناب زینبؓ کو اطمینان
ہو گیا۔

ادھر امام حسینؑ نے جناب عباسؑ کو بلا کر سفر کی تیاری
کا حکم دیا۔ بنی ہاشم کو جب یہ خبر ہوئی کہ امامؑ نے سفر کا ارادہ کر لیا
ہے اور مدینے سے ہجرت کر رہے ہیں تو ان میں ایک بے چینی سی
پھیل گئی۔ ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ وہ امامؑ کا ساتھ دے اور
ان کی نصرت کرے۔ امام حسینؑ نے سب کو دعائے خیر دی۔ اور
فرمایا میں کل فہرست تیار کروں گا۔ کہ کس کس کو ساتھ جانا
ہے۔

اس طرح دن گزر گیا۔ شام کو اہل حرم کو ساتھ لیا اور نانا
کے روضے پر پہنچے اور دور ہی سے سلام کیا۔ السلام علیہ
یا رسول اللہؐ۔ اور دوڑ کر قبر اطہر سے لپٹ گئے گریے کلو گریو
روئے جاتے تھے اور فرماتے تھے نانا میرا یہ آخری سلام قبول ہو۔
مدینہ جا کر اب واپس آنا نصیب نہیں ہوگا۔ نانا۔ میں آپ کی قبر
سے جدا کیا جا رہا ہوں آپ کی امت میرے خون کی پیاسی ہے۔ مجھے

قتل کے میرے الجھم کو در بدر تشہیر کرنا چاہتی ہے۔ اتنی بڑی زمین میرے
لئے تنگ ہو گئی۔ نانا آپ مجھ کو تنہا چھوڑ کر سو رہے ہیں۔ مجھ کو بھی
اپنے ساتھ قبر میں چھپا لیجئے۔ تاکہ ان مصائب و آلام سے نجات مل
سکے۔ روتے روتے غشی کا عالم طاری ہو گیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ
ننگے سر بال بکھر لئے کھڑے رو رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حسینؑ صبر

کر اور طفلی کا وعدہ پورا کرو۔ تمھاری شہادت پر اسلام کی بقا کا
احضار ہے حسین! تم تنہا نہیں جاوے ہو بہت ساری ماں اور
میں دونوں تمھارے ساتھ چل رہے ہیں۔

جناب زینبؓ نے بڑھ کر بھائی کا ہاتھ تھاما اور فرمایا بھیا
نانا سے تمام حالات کہہ چکے اب ماں کے پاس جاتا ہے۔ سب لوگ
گم رہ گئے جنت البقیع جناب فاطمہؓ کے روضے پر پہنچے۔ ماں کی
قبر دیکھ کر دونوں بھائی بہن قبر سے لپٹ گئے اور اس قدر گرے کہ کھلم کھلا
ہو گیا۔ خصوصاً جناب زینبؓ ماں کی قبر سے لپٹی بین کر رہی تھیں۔ اماں!
تمہارا نازوں کا بالاحسن رخصت آخر کیلئے آیا ہے تم نے مجھ سے جو جو وصیتیں کی
تھیں۔ میں بھائی کے ساتھ اس کو پورا کرنے جا رہی ہوں۔ اماں تم دربار خلافت
میں جب گئیں تھیں تو چادر اوڑھے ہوئے تھیں۔ لیکن عمر بھر اس کا غم کرتی
رہیں اماں بتاؤ کہ میں بغیر چادر سر کھلے ہوئے کوفہ و شام کے درباروں
میں کیسے جاؤں گی؟

اسی طرح جناب امام حسینؓ ماں کی قبر سے لپٹے فریاد کر رہے
تھے۔ مقاتل لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ قبر سیدہ شہیقہؓ ہوئی دو ہاتھ
برآمد ہوئے۔ اور دونوں بچوں کو چٹا لیا۔ آواز آئی۔ حسینؓ صبر سے
کام لو۔ میں ابھی بابا سے اجازت لے کر آئی ہوں ہر منزل پر تمھاری
مدد کرنے کے لئے ساتھ ساتھ چل رہی ہوں۔

تمام اہل حرم گریہ کرتے ہوئے امام حسینؓ کے ساتھ واپس
آئے۔ دوسرے دن امام حسینؓ نے ساتھ چلنے والوں کی فہرست
تیار کی۔ اور سب کو ان کے نام بتلائے جناب محمد حنفیہ کو پاس

بلا کر فرمایا۔ بھائی تم کو میں مدینہ میں اپنا نائب بنا کر چھوڑ رہا ہوں۔
امت کو ہدایت کرتے رہنا۔ تاکہ حجت باقی رہے۔ اس کے بعد جناب
عبداللہؓ سے فرمایا کہ تم خاندانِ نبویؐ ہاشم کے بزرگ ہو۔ اس لئے تم کو
چھوڑ رہا ہوں۔ کہ جو لوگ اہل حرم سے باقی رہ گئے ہیں۔ ان کی سرپرستی
اور محافظت کرنا۔ اور میں اپنی بیمار بیٹی صغراؓ کو تمھارے سپرد
کر رہا ہوں۔ اس کا خیال رکھنا اور میرے بعد اس کی دلجوئی کرنا۔

جب یہ خبر مدینہ میں پھیلی کہ نواسہ رسول مدینہ سے رخصت
ہو رہا ہے۔ تو مردِ حاکم وقت کے ڈر کی وجہ سے بہت کم آئے لیکن
مدینہ کی عورتوں نے اہل حرم سے آ کر ملنا اور گریہ و بکا کرنا شروع
کر دیا۔ رادی بیان کرتا ہے کہ۔ مدینہ میں دو مرتبہ ایسا کھرام بپا ہوا
کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ ایک مرتبہ ختمی مرتبت کے انتقال پر اور
دوسری دفعہ اہلبیتؑ کا مدینہ سے جانے پر۔ جناب عبداللہؓ ابن عباس
امام حسینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ مولانا! اگر تم
نماز ہے ایسے میں گھر چھوڑ کر نہ جائیے۔ جناب امام حسینؓ نے فرمایا
بھائی! میری شہادت یقینی ہے اس لئے میں نانا کے مدینہ کی حرمت
چلنے کی غرض سے یہاں سے جا رہا ہوں۔ ابن عباسؓ نے کہا۔ مولانا!
اگر آپ جا رہے ہیں تو ان چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں اور پردہ نشین

عورتوں کو ہمراہ نہ لے جائیے۔ یہ سفر کی صعوبت برداشت نہیں
کر سکیں گے۔ جناب زینبؓ نے یہ الفاظ سنے۔ فوراً پردہ سے بولیں
ابن عباس! بھائی سے بہن کو جدا کرنا چاہتے ہو۔ میں اماں سے
وعدہ کر چکی ہوں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ ابن عباسؓ! جو ہم جانتے ہیں۔ تم نہیں جان سکتے۔ تم کو معلوم ہے کہ ان ظالموں نے بابا کو اور بھائی امام حسنؑ کو تلوار اور زہر سے شہید کر دیا۔ لیکن دنیا کو اصل قاتل کا پتہ نہ چل سکا۔ اور یہ لوگ پھر بھی اپنے کو مسلمان کہہ رہے ہیں۔ اس لئے میں نے ہمت کر لیا ہے کہ مدینہ چھوڑ کر مکہ جاؤں گا لیکن وہاں بھی امان نہیں ملے گی۔ تو حق و باطل کا فیصلہ ایک لقمہ حق صومرا میں ہوگا۔ جو میرے لئے مقدر ہو چکا ہے اور اس ظلم کی یادگار کے لئے ایک الگ بستی بساؤں گا۔ تاکہ صبر اور ظلم کی داستان سے دنیا روشناس ہو جائے۔ اور ان مخدرات عصمت کو اس غرض سے ساتھ لے جا رہا ہوں کہ یہ لوگ میری شہادت کے بعد میری محنت کو برباد نہیں ہونے دیں گی۔ اور ان کی اسیری سے کوئی دشمن کے بازاروں اور درباروں میں ایک انقلاب عظیم برپا ہو جائے گا۔ اور پھر قیامت تک میری اولاد سے کوئی بھی بیعت طلب کرنے کی ہمت نہیں کر سکے گا۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت عباسؓ نے قریب آکر بھائی کو سلام کیا اور فرمایا آقا! جملہ سامانِ نافتوں پر بار کر دیا گیا ہے اور محلیں تیار ہیں۔ صرف آپ کا انتظار ہے حکم دیں تو اہل حرم کو سوار کیا جائے۔ یہ سن کر جناب حسینؑ اٹھ کھڑے ہوئے باہر جانا چاہتے تھے کہ بیمار بیٹی جناب فاطمہؑ صغراؑ کو باپ سے لپٹ گئیں اور رورور کر فریاد کرنے لگیں۔ بابا مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ آپ مجھ کو ساتھ نہیں لے جا رہے ہیں۔ بابا! میں آپ کے فراق میں زندہ

نہیں رہ سکتی۔ مجھے بھی ساتھ لے چلیے۔ میں سفر کی تھکان اور بخار کی شدت کی شکایت نہیں کروں گی۔ بابا! مجھ کو دوا نہیں چاہیئے۔ حضرت امام حسینؑ نے ابدیدہ ہو کر بیٹی کو سینے سے چپٹا لیا اور دیر تک سمجھاتے رہے۔

اس کے بعد جناب ام سلمیٰ اور جناب ام البنینؑ کے سپرد کر کے ہدایت کی۔ صغرا بہت بیمار ہے اس کی نگہداشت کرنا اور اس کے آرام کا خیال رکھنا اور بیٹی کو رخصت کرتے ہوئے صبر کی تلقین کی۔ جناب فاطمہ صغراؑ ایک ایک بی بی سے ملتی جاتی تھیں اور زار و قطار روتی جاتی تھیں جس وقت ماں اور کچھ بھی کے پاس پہنچیں تو حسرت سے چہرے پر نظر ڈال کر کہا۔ اماں آپ بھی ہمیں چھوڑ کر جا رہی ہیں۔ ماں تو بیٹی کو تڑپتا ہوا نہیں دیکھ سکتی جناب شہر بانوؑ نے بے قرار ہو کر جناب صغراؑ کو گلے سے لگا لیا اور رو کر کہا۔ بی بی تم بیمار ہو کس طرح اتنا طویل سفر کر سکو گی جناب ام البنینؑ نے فاطمہ صغراؑ کو الگ کر کے تسلی و تسفی دی۔ اور دور ایک خیمے میں لے گئیں۔

ادھر حضرت عباسؓ نے بڑھ کر بڑے احترام سے تمام بیبوں کو حملوں میں سوار کرایا۔ قناتیں لگادی گئیں۔ اور مردوں سے دور ہٹ جانے کو کہا گیا۔ تاکہ کسی نا محرم کی نگاہ نہ پڑ سکے۔ جب بھی کوئی بی بی ناقہ پر سوار ہوتی۔ اس کا ہاتھ جناب علی اکبرؑ اور حضرت قاسمؑ کھاتے اور جناب عباسؓ اپنا زانو نیچے کر دیتے۔ بی بی جناب عباسؓ کے زانو پر پیر رکھ کر سوار ہو جاتی۔ مقابل نگہتے ہیں کہ اتنے میں ایک بی بی کنیزوں کے پھر مٹ میں باہر نکلی۔ جن کو دیکھ کر جناب امام

حسین خود تشریف لائے اور جناب عباسؑ اور خود امام نے بازو بکھام کر بڑے ادب و احترام سے ناقہ پر سوار کرایا۔ کسی نے پوچھا تو بیتہ چلا کہ علیؑ کی بڑی بیٹی جناب زینبؑ ہیں جن کی گود میں امام کی لاڈلی بیٹی سکینہ ہے۔ اس تنگ و احتشام سے جب سب اہل حرم ناقوں پر سوار ہو گئے تو امامؑ نے کوچ کا حکم دیا اور قافلہ روانہ ہو گیا۔

جناب عباسؑ گھوڑا دوڑا کہ کبھی آگے جاتے تھے۔ کبھی پیچے دیکھنے چلے جاتے کہ ایک مرتبہ نظر پڑی۔ جناب فاطمہ صغرا روتی ہوئی چلی آ رہی ہیں۔ حضرت عباسؑ نے امام کو اطلاع دی اور قافلہ روک لیا گیا۔ جناب امام حسینؑ پاس آکر گھوڑے سے اترے اور بیٹی کو سینے سے لگا کر فرمایا۔ صغرا! میں مجبور ہوں۔ حکم خدا یہی ہے کہ تم کو ساتھ نہ لے جاؤں۔ تمہارا نام محضر حسینی میں نہیں ہے۔ جناب صغرا نے فرمایا بابا۔ آپ کا حکم منظور ہے لیکن ایک عرض ہے کہ ایک مرتبہ بھرجی بھر کر سب سے مل لوں۔ حضرت نے بیٹی کی خواہش پوری کرنے کے لئے حکم دیا کہ سب ناقوں کو روک دیا جائے۔ جناب فاطمہ صغرا رو رو کر سب سے رخصت ہونے لگیں۔

جب ماں کے پاس پہنچیں تو علیؑ صغرا کو اپنی گود میں لے لیا۔

اور چٹا کہ پیار کرنے لگیں۔ صغرا بھی بہن سے لپٹ گئے۔ ہر چند ماں نے صغرا کی گود سے صغرا کو جدا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ۱۸ دن کا ننھا صغرا بہن کی گود سے جدا نہ ہوا۔ جناب صغرا نے ماں سے خوشامد کرنا شروع کر دی کہ اماں! صغرا خود سے نہیں آتے ہیں تو زبردستی مجھ سے

گود میں مت لیں۔ میں قریش کی عورتوں کا دودھ پلا کر پال لوں گی۔ اس طرح میرا دل بھی بہل جائے گا۔

یہ خبر جناب امام حسینؑ کو پہنچ گئی کہ اصغر بہن کی گود سے نہیں آتے ہیں۔ امام فوراً تشریف لائے اور دیکھا کہ ماں ہاتھ پھیلائے کھڑی ہے۔ لیکن اصغر بہن سے چپٹے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر امامؑ دوقدم آگے بڑھے اور علیؑ صغرا کے کان میں کچھ کہا۔ بجیہ فوراً ہبک کر باپ کی گود میں آ گیا۔ شاید مولانا نے یہ کہا ہو کہ اصغر اُمت کے بخشوانے میں باپ کے ساتھ شہید نہ ہو گے۔ تمہارا نام تو خصوصیت سے محضر حسینی میں موجود ہے۔

الغرض مولانا نے بیٹی کو تسلی دی فاطمہ صغرا روتی ہوئی واپس ہو گئیں۔ اور ایک مدت گزر گئی۔ نہ بابا واپس آئے اور نہ لینے کیلئے عباسؑ اور علیؑ ابتر ہی آئے۔ جناب صغرا دن گزارتی رہیں اور ہر آنے جانے والے سے خبر لو پھتی رہتی لیکن کچھ بہتہ نہ چل سکا۔

ایک دن ایک ناقہ سوار آنا دکھائی دیا۔ اس کو بلا کر جناب صغرا نے پوچھا کہ کس طرف کا قصد ہے ناقہ سوار نے کہا کہ میں بیخام لے کر کوفہ جا رہا ہوں۔ جناب صغرا نے اس کی خوش آمد کی اور خطے چلنے کو کہا۔ جب وہ راضی ہو گیا تو قاصد کو بابا کا نشان بتلاتے ہوئے سب عزیزوں

کے نام کنولے کہ یہ سب ان کے ہمراہ ہوں گے۔ بابا سے التجا کرنا کہ بیمار بیٹی آپ کا انتظار کر رہی ہے۔ بابا! یا تو خود آئیے یا مجھ کو بلا لیجئے قاصد صغرا کا نام لے کر روانہ ہوا۔

عزادار! کس زبان سے عرض کروں کہ قاصد کس وقت کر بلا

مجلس ہفتہ

فضائل و شہادت حضرت مسلم بن عقیل
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا
الرَّسُولَ وَأَطِيعُوا أَمْرَ مَنْكُمْ.

ارشاد رب العزت ہے کہ ایمان لانے والو اللہ کی اطاعت
کرو۔ اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو صاحبانِ امر ہیں۔
اس آیت میں اَطِيعُوا دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ ایک اللہ کے لئے
اور دوسرا رسول اللہ اور صاحبِ امر کے لئے ظاہر ہے کہ اللہ کی اطاعت
اور ہے اور بندے کی اطاعت اور ہے اس لئے خالق اور مخلوق کی
اطاعت کو الگ الگ بیان کیا۔ لیکن رسول اللہ اور صاحبِ امر کے
لئے ایک ہی اَطِيعُوا کا مقصد یہ ہوا کہ جس طرح سختی مرتبت کی اطاعت
کی جائے۔ اسی طرح صاحبِ الامر کی اطاعت کی جائے ان کی نفیلت
اور علم بھی مثلِ رسول ہو۔

جس طرح رسول کا حکم ماننا ثواب ہے اور حکمِ عدلی گناہ
ہے۔ تو صاحبِ الامر بھی ایسے ہی افراد ہوں۔ کہ جن کی صوابی شیوں
سے مومنین اپنے دلوں کو منور کرتے رہیں۔ رسالتِ مآب نے اس
آیت کی تفصیل میں صاحبِ الامر ائمہ طہرین کو بتلایا ہے کہ ہر امام

پہونچا ہے۔ روزِ عاشورہ تھا۔ آفتاب کی تمازت سے زمین تپ
رہی تھی۔ اس یکتی دھوپ میں امام حسینؑ تنہا میدانِ کربلا میں کھڑے
تھے۔ قاصدِ معز قریب پہونچا۔ اور جنابِ معز کا پہلے زبانی پیغام
پہونچا۔ اس کے بعد سب عزیزوں کے نام لینا شروع کر دیئے۔ مولانا
نے ایک آہ سرد کھینچی اور قاصد کی طرف نگاہ کی۔ نامہ بر نے بیٹی کا خط
باپ کے ہاتھ میں دے دیا۔

امام مظلوم ہر ایک کا نام لیتے جاتے تھے اور اس کی لاشِ قاصد
کو دکھلاتے جاتے اور گریہ کرتے جاتے۔ قاصد بھی یہ حال دیکھ کر رونے
لگا۔ مولانا اس کے بعد فرمایا کہ

جو شیرِ خوار کی تجھ کو تلاش ہے بھائی

یہ دیکھ لے میرے ہاتھوں پہ لاش ہے بھائی

حضرت نے نامہ کو پڑھا۔ اس میں معز نے بھائی کو دیدہ بوسی

تحریر کی تھی۔ فرماتے ہیں اے قاصد! یہ

گواہ رہیو کہ زخموں سے جھومتا ہے حسینؑ

اور ان کے بھائی کی آنکھوں کو چومنا، حسینؑ

اَلَا عَسَىٰ لِلّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ فَسَعْلِمُوْنَ الَّذِيْنَ

ظَلَمُوْا اَيُّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ ۝

کو خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کر لیا۔ جو اسلام کی بقاء و استحکام کے لئے ان پر ہونے والی تھیں۔

سب سے پہلے ناناکہ مدینہ کو خونریزی سے بچا یا تاکہ حرمت قائم رہے۔ حج کے لئے خانہ کعبہ کا سفر اختیار کیا۔ لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ تین سوشامی حاجیوں کے بھیس میں یزید کی طرف سے آئے ہوئے ہیں تو حج کو عمرہ سے بدل کر وہاں سے بھی چل دیئے تاکہ خدا کے گھر کی عزت و حرمت برقرار رہے۔ یہ امن کا مقام ہے لیکن فواسق رسول کو یہاں بھی امن نہیں ملا۔ اور قتل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

چونکہ وعدہ گاہ کر بلا ہے اور وہاں تک سفر اختیار کرنا فوری تھا۔ اس لئے ظاہری اسباب یہ پیدا ہو گئے کہ کوخے سے ہزاروں سازشی خط بھجوائے گئے۔ جن کا مضمون اس قسم کا تھا کہ ”مولانا ہم آپ کی لفرت کے لئے تیار ہیں۔ ہم بے امام ہیں اور آپ کی اطاعت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ نہ آئے تو روزِ حشر ہم آپ کے ناناکہ سے شکایت کریں گے“ اس میں بہت سے خط ان کے نام سے کھینچے جن کو امام حسین جانتے تھے۔ لیکن یہ کہنا غلط ہے کہ وہ سب خطوط شیعوں کے تھے۔ صرف حضرت علیؑ کے زمانے کے کچھ لوگ ماننے والے اور محب خاص تھے۔

جب اس قسم کے کافی خطوط جمع ہو گئے تو امام نے حجت تمام کرنے کے لئے فوری خیال کیا کہ حالات معلوم کرنے کے لئے کسی کو اپنی نیابت میں کو فہ روانہ کریں۔ امام کی نظر انتخاب اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل پر پڑی۔ جناب مسلم کو بلا کر فرمایا! بھائی تم حالات

اپنے زمانے کا صاحب الامر ہے اور سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور آخری امام میرے ہی نام کا ”محمد“ ہوگا۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ ”جس نے اپنے امام زمانہ کو نہ پہچانا وہ کفر کی موت مر“ تو ہر زمانے میں امام کی موجودگی لازم ہو گئی۔ اسی لئے اللہ نے بھی انسانیت سے پہلے رسالت مآب اور حضرت علیؑ کے نور کو خلق کیا تاکہ نبوت اور امامت ساتھ ساتھ قیامت تک چلتی رہے۔ اور کل انسانوں پر حجت قائم ہو جائے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ حکم دے رہا ہے اطاعت کا اپنی اور اپنے رسول اور صاحب الامر کی جملہ انسانیت کو۔ لہذا اُمت مسلمہ پر واجب ہوا کہ وہ بعد رسولؐ اپنے اپنے امام زمانہ کی اطاعت کرے۔ اب اگر اُمت کا کوئی فرد اپنے امام زمانہ کو اپنی اطاعت پر مجبور کرے تو کتنے افسوس اور شرم کا مقام ہے۔ بلکہ گناہ عظیم اور بقول رسولؐ کفر ہے۔ مومنین سمجھ گئے ہوں گے۔ مقصد یہ یزید جیسا فاسق و فاجر شراب خوار اپنے امام زمانہ سے بیعت کرنے کو کہے اور پھر بھی رسولؐ کی اُمت میں مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے۔ امام حسینؑ نے اسی لئے جان و مال و اولاد کو حق پر نثار کرنا منظور کر لیا۔ لیکن بیعت یزید سے صاف انکار کر دیا۔ اگر حسینؑ بیعت کر لیتے تو یہ بیعت ختمی نثر

بلکہ جملہ انبیاء کی بیعت ہو جاتی اور دین اسلام ختم ہو جاتا۔ اس لئے کہ جن مصائب و آلام سے گزر کر دین اسلام کو مستحکم کیا گیا تھا۔ اب اگر بیعت کر لی جاتی۔ تو وہ ساری کوششیں رائیگاں ہو جاتیں لیکن محمدؐ کے نواسے نے ایک عزمِ صمیم کے ساتھ ان ساری مصیبتوں

اسی ملعون کو قتل حسینؑ پر آمادہ کیا تھا۔ اس شقی ازلی نے صبح اٹھے ہی سخت سے سخت احکام جاری کر دیئے اور جناب مسلمؑ اور مختار بن ثقفی کی گرفتاری کے لئے ایک دستہ روانہ کر دیا۔ جناب مسلمؑ کو جب جرم ملے تو آپ مختار کے مکان سے ہانی بن عروہ کے مکان پر چلے گئے۔ ابن زیاد نے ہانی کو بلوایا۔ اور پوچھا کہ تم نے مسلمؑ کو اپنے مکان میں پھنسا رکھا ہے۔ ہانی نے پہلے تو انکار کر دیا لیکن ابن زیاد کی سختی پر بتلا دیا کہ جناب مسلمؑ میرے مکان پر خود تشریف لائے ہیں۔

ابن زیاد نے کہا کہ اگر تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو مسلمؑ کو ہمارے حوالے کر دو۔ جناب ہانی نے صاف انکار کر دیا۔ کہ وہ ہمارے جہان میں حصہ ہر تکلیف برداشت کریں گے لیکن اپنے سامنے ان کو دشمن کے حوالے نہیں کر سکتے۔ اس پر ابن زیاد ملعون غصہ سے بے قابو ہو گیا اور جناب ہانی کو جن کی عمر تقریباً ۹۰ سال تھی۔ ایک کھجے سے بندھوایا اور کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ جب ہانی بے ہوش ہو گئے تو ان کا سر کاٹ دیا گیا۔

جناب ہانی کے شہید ہونے کی خبر حضرت مسلمؑ کو ہوئی تو آپ اپنے چند ساتھیوں کو لے کر ہانی کے مکان سے باہر آ گئے۔ باہر آ کر دیکھا کہ ابن زیاد کا لشکر اسلحہ سے لیس جنگ کے لئے آمادہ ہے یہ دیکھ آپ نے ان سے مقابلہ کرنا شروع کر دیا اور دن بھر گھمسان کی لڑائی کی اور دشمن کو پسا ہونے پر مجبور کر دیا۔ میدان میں لاشوں کے انبار نظر آتے تھے۔ دشمن کے بقیہ سپاہی اپنی جان بچا کر بھاگ گئے۔ اس بہادری کے جوہر کو سن کر ابن زیاد دنگ رہ گیا۔

سے باخبر ہو۔ یہ لوگ میرے خون کے پیاسے ہیں۔ اور مجھ کو یقیناً قتل کر دیں گے۔ کوفے سے یہ خط آرہے ہیں میں چاہتا ہوں کہ تم میری نیابت کرو اور کوفہ جا کر ان سے میری بیعت کرو۔ حالات سے مجھ کو مطلع کرتے رہنا۔ میں بھی معہ اہل حرم آ رہا ہوں۔

جناب مسلمؑ نے اطاعت امام میں لبیک کہتے ہوئے سر تسلیم خم کیا۔ اور سفر کی تیاری شروع کر دی۔ سفیر سید الشہداءؑ منزل میں ملے کو تا ہوا کوفہ پہنچ گیا۔ راستہ میں بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن حکم امام تھا۔ اس لئے بخوشی برداشت کیا۔

جناب مسلمؑ کوفہ میں جناب مختار کے گھر مقیم ہوئے اور رشاد ہدایت کا سلسلہ اور اپنے آنے کا مقصد لوگوں پر ظاہر کیا اور بتلایا کہ امام حسینؑ بھی عنقریب یہاں آنے والے ہیں۔ یہ خبر سن کر چند دن میں قریب ۱۸ ہزار کوفیوں نے بیعت کر لی۔ یہ خبر جب یزیدؑ کو ملی تو اس نے عبداللہ بن زیاد کو جو کہ حاکم بصرہ تھا۔ کوفہ کا حاکم بنا کر ہدایت کر دی کہ جلد کوفہ جا کر میری بیعت لے۔ اور جو انکار کرے۔ یا امام حسینؑ کی حمایت کرے اس کو قتل کر دے۔

یہ حکم ملتے ہی ابن زیاد کوفہ روانہ ہو گیا اور رات کے وقت منہ پر نقاب ڈال کر کوفہ میں داخل ہوا۔ لوگ سمجھے کہ امام تشریف لے آئے ہیں۔ استقبال کے لئے جمع ہونا شروع ہو گئے۔ لیکن اس نے کسی سے بات نہیں کی اور سیدھا دارالآمارہ میں چلا گیا چونکہ یہ طبعیت کا بہت سخت تھا اور ظلم کرنے میں خوشی اور فخر محسوس کرتا تھا۔ اسی لئے یزیدؑ نے اس کو کوفہ بھیجا۔ کربلا میں بھی فوج کی ہمدردی دیکھ

مسلم کو جب ابن کثیر کی شہادت کی خبر ملی تو وہ ان کے مکان سے باہر نکل آئے اور کوفہ کی سڑکوں پر رات کی تاریکی میں ادھر ادھر پھرتے رہے لیکن کوئی جائے پناہ نہ مل سکی۔ چاروں طرف سخت پہرہ تھا۔ آبادی کے باہر ایک ویران مسجد میں پناہ لی۔ اور رات ختم ہونے کے بعد سارا دن عبادت الہی میں بسر کیا۔ پھر جب رات ہوئی اور بھوک پیاس کا غلبہ زیادہ ہوا۔ تو پریشان ہو کر باہر نکلے اور آبادی کی طرف جا کر ایک گلی میں چلے گئے۔

ایک مکان کے سامنے ضعیفہ بیٹھی دکھائی دی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ممکن ہو تو تھوڑا سا پانی پلا دو۔ ضعیفہ ایک کوزے میں آب لے کر آئی۔ لیکن جناب مسلم نے جب پانی پینا چاہا تو چونکہ کوزہ زخمی تھے۔ پانی میں خون مل گیا۔ آپ نے پانی زمین پر گرا دیا اور ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ اب پانی میری قسمت میں نہیں رہا۔ اور خاموش بیٹھ گئے۔ ضعیفہ جس کا نام طوعہ تھا۔ اس نے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کہاں جا رہے ہیں۔ زمانہ پر آشوب ہے۔ یہاں بیٹھا ٹھیک نہیں ہے۔ جناب مسلم نے فرمایا کہ میں مسافر ہوں۔ میرا یہاں کوئی گھر نہیں ہے۔ کہاں جاؤں۔ اس نے نام دریافت کیا۔ تو بتلایا کہ میں مسلم ابن عقیل ہوں میرے آقا حسینؑ نے ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔

یہ سنکر طوعہ جو کہ دوستدار اہلبیتؑ تھی۔ بے قرار ہو گئی۔ جناب مسلم کو اپنے مکان کے اندر لیجا کر ایک حجرہ میں پناہ دی۔ ادھر ابن زیاد کے سپاہی جناب مسلم کو دن بھر ہر جگہ تلاش کرتے پھر طوعہ کا لڑکا بھی انعام کے لالچ میں ان کے ساتھ تھا۔ جب رات ہو

یہاں پر ایک بات قابل ذکر ہے۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ اگر چار تلواریں یکجا ہو جاتیں تو گر نکلا میں جنگ کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔ ایک جناب مسلم، دوسرے محمد حنیفہ، تیسرے حضرت عباسؑ اور چوتھے خود امام حسینؑ اب یہ مصحلت امام تھی کہ حضرت مسلم کو اپنا سفیر بنا کر کوفہ بھیج دیا۔ کہ بھائی جاؤ، تم میری نیابت کرو اور تمام حالات سے آگاہ کرو۔ جناب محمد حنیفہؑ کو مدینے میں بقیہ اہل حرم کی نگہداشت کے لئے چھوڑ دیا۔ حضرت عباسؑ کو اپنے ساتھ رکھا۔ لیکن آخری وقت تک جنگ کی اجازت نہیں دی۔ ہاں صرف چند گھونٹ پانی لانے اور اپنے دفاع کے لئے تلوار چلانے کی اجازت دی اور امام نے خود کب جنگ کی۔ جب سب شہید ہو گئے اس سے مقصد یہ تھا کہ حسینؑ مظلوم مظلوم مجبور نہیں ہے ایک پیا سے کی جنگ بھی دیکھ لو۔

العزم ابن زیاد ملعون نے کوفہ کے تمام راستے بند کر دیئے کہ رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر جناب مسلم باہر نہ نکل جائیں ایک قریب کی مسجد میں جناب مسلم نے مغرب کی نماز ادا کی لیکن بعد سلام دیکھا تو سب لوگ چلے گئے ہیں۔ حضرت مسلمؑ تنہا بیٹھے تھے اپنی حالت پر غور کرتے لگے کہ اتنے میں محمد ابن کثیرؑ مسجد میں آئے اور

بتلایا کہ کوفہ کے تمام راستوں پر سخت پہرہ ہے۔ آپ میرے مکان پر چلیں۔ جناب مسلم تیار ہو گئے اور محمد ابن کثیرؑ کے مکان پر چلے گئے۔ ابن زیاد کو جاسوسوں نے خبر کر دی۔ اس کے سپاہی ابن کثیر کو گرفتار کر کے لے گئے ابن زیاد دوسرے دو دنے ابن کثیر کو قتل کر دیا جناب

ایسی حالت میں جب کہ سپاہی پیچھے بھاگ رہے تھے۔ ابن اشعث یحییٰ نے ایک گڑھا کھدوایا اور خوش و خاشاک سے پُر کر دیا۔ جنابِ مسلمؓ اس کے منہ سے واقف نہیں تھے۔ جوش بہادری میں آگے بڑھتے چلے۔ دشمن پیچھے ہٹتے رہے اور اس طرح دھوکہ دیتے میں کامیاب ہو گئے۔

افسوس! جنابِ مسلمؓ اس خوش پوش گڑھے میں گر پڑے۔ دشمنوں نے شیر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کوئی نیزہ مارتا تھا۔ کوئی تیر چلارہا تھا۔ کوئی پتھروں سے حملہ کر رہا تھا۔ ایک تنہا بے کس و مددگار مسافر کب تک مقابلہ کرتا۔ جنابِ مسلمؓ کو زخمی کر کے گرفتار کر لیا اور ابن زیاد ملعون کے سامنے لے گئے، نہ زخمی ہونے کے باوجود بھی ظالموں نے خوف کی وجہ سے رسی سے باندھ دیا۔ جب حضرت مسلمؓ ابن زیاد کے سامنے پیش کئے گئے تو ایک شخص نے کہا کہ مسلمؓ نے امیر کو سلام نہیں کیا۔ زحیٰ شیر نے جواب دیا کہ سولے حسین کے میرا کوئی امیر نہیں ہے۔

ابن زیاد یحییٰ نے کہا۔ تم سلام کرو یا نہ کرو میں تم کو قتل ضرور کروں گا۔ اور جلا دیکو بلا کر حکم دیا کہ ان کو کوٹھے پہلے جا کر قتل کر دے اور لاش کو نیچے پھینک دے۔ میں نے کونے کے لوگوں کو تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہونے کا حکم دے دیا ہے۔

جنابِ مسلمؓ نے فرمایا۔ ابن زیاد قتل کرنے سے پہلے میری چند وصیتیں ہیں۔ میں کسی شخص سے وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ اور عمر سعد کو پاس بلایا کہ میں تجھ کو تین وصیتیں کرتا ہوں۔ ضرور پوری

گھر پریشان واپس آیا اور اس کو علم ہوا کہ مسلمؓ تو ہمارے مکان میں ہیں تو بڑا خوش ہوا اور ماں سے کہا کہ میں ایک دوست کے ہاں جا رہا ہوں دیر سے واپس آؤں گا اور جا کر ابن زیاد کو اطلاع دے دی۔

ادھر جنابِ مسلمؓ دن بھر کے پریشان تھے۔ آنکھ لگ گئی جواب میں دیکھتے ہیں کہ رسولِ خدا اور علی مرتضیٰ سامنے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں۔ مسلم کلیم ہمارے پاس آجاؤ گے۔ جنابِ مسلمؓ ایک دم بے قرار ہو کر اٹھے اور تسبیح و تہلیل میں مشغول ہو گئے دل کو اپنی شہادت کی خبر سے اطمینان تھا۔

ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو تین ہزار سواروں کا دستہ دے کر ہدایت کی کہ چاروں طرف سے طوعہ کا مکان گھیر لینا مسلمؓ بہت بہادر ہیں۔ ہوشیاری سے گرفتار کرنا۔ جنابِ مسلمؓ کو کھڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ تو وہ طوعہ کے مکان سے باہر نکل آئے لشکر نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور گرفتار کرنا چاہا۔ لیکن فوجِ یزیدہؓ حسینیؓ شیر کا مقابلہ نہیں کر سکی۔ سپاہی ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ جنابِ مسلمؓ زحیٰ ہونے کے باوجود دیر تک مقابلہ کرتے رہے۔ یہ دیکھ کر ابن اشعث نے ابن زیاد کے پاس قاصد بھیجا کہ جلدی تمک بھیجی جائے۔

ابن زیاد نے قاصد سے کہلایا کہ ایک شخص کے لئے تین ہزار فوج کیسے ناکافی ہے۔ ابن اشعث نے ابن زیاد کو قاصد سے کہلوا لیا شاید تو نے یہ سمجھ لیا ہے کہ مقابلہ کسی کمزور اور کمتر انسان سے ہے۔ یہ علیؓ کے گھرانے کا شیر ہے۔ مقابلہ سخت ہے۔

کر دینا۔ پہلی یہ کہ یہاں پر میرے اوپر سات سو درہم کا قرضہ ہو چکا ہے میری تلوار اور زرہ فروخت کر کے ادا کر دینا دوسری یہ کہ میری لاش کو دفن کر دینا۔ تیسری یہ کہ میرے آقا حسینؑ یہاں تشریف لارہے ہیں ان کو کو فیوں کی بے وفائی کی اطلاع دے دینا کہ وہ اس طرف نہ آئیں۔

لیکن جس کو بد عہدی ورثہ میں ملی ہو۔ وہ کسی کی وصیت کو کب پورا کرتا ہے دوسرے یہ کہ ان لوگوں نے تو خود سازش کر کے امام کو یہاں بلایا تھا۔ تاکہ آسانی سے قتل کرنے میں کامیاب ہو جائیں وہ کیوں منع کرتا۔

انفرض! جلا جلا جناب مسلم کو کوٹھے پر لے گیا اور تلوار نکال کر قتل کرنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ جناب مسلم نے جلا دے کر روک دیا اور آواز بلند فرمایا۔ السلام علیہ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) رُبِّ سَوَّلَ اللَّهُ۔ جلا دے دھرا دھرا دیکھنے لگا۔ لیکن وہاں کون تھا۔ جو اس کو دکھائی دیتا۔ ہاں منزلِ تعبیر پر امام حسینؑ خیاں اہلبیت کے سامنے ایک کرسی پر رونق افروز تھے۔ علم امامت سے آواز سنائی اور کرسی سے کھڑے ہو کر فرمایا۔ دَعَاكُمْ اَللّٰهُمَّ يَا اَخِيَّ۔

جناب زینبؑ نے بھائی کی آواز کو سنا۔ باہر آ کر عرض کیا۔ بھیا یہاں تو کوئی نہیں دکھائی دیتا۔ آپ نے کس کو سلام کیا۔ امام نے فرمایا۔ بہن کیا تم دیکھنا چاہتی ہو۔ میرے پاس آؤ۔ یہ کہہ کر اشارہ کیا۔ زینبؑ کو فہم نہ ہوئی۔ خدا کی بہن کو ایسی حالت نہ دکھائے۔ جناب زینبؑ نے دیکھا کہ حضرت مسلمؑ سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور جلا

تلوار سے وار کر رہا ہے کہ اتنے میں تلوار چلی اور سر مسلمؑ جلا دے یا تھا میں آگیا۔ لاش کی اُس نے یہ بے حرمتی کی کہ نیچے کوٹھے سے گرادی۔ جناب زینبؑ نے ایک بیخ ماری اور بھائی سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگیں۔ امام حسینؑ نے بہن کو صبر کی تلقین کی اور تسلی دی۔ شاید امام کا منشاء جناب مسلم کو قتل ہوتے ہوئے دکھانے کا یہ ہو کہ جب کہ بلا میں بہن مجھ کو قتل ہوتا ہوا دیکھے تو صبر کر سکے۔

اولاد والوں کا جمع ہے کیا سن سکیں گے۔ امام حسینؑ نے جناب زینبؑ سے فرمایا کہ بہن مسلمؑ کی صاحبزادی کو میرے پاس لاؤ جناب زینبؑ عاتکہ بنت مسلم کو جس کی عمر تقریباً ۵ سال تھی۔ پیار کرتی ہوئی لائیں اور بھائی کی گود میں بٹھا دیا۔ حضرت نے کچی کو سینہ سے چمٹاتے ہوئے پیار شروع کیا اور بار بار سر پر ہاتھ پھیرتے تھے بہن سے گوشت لے کر اپنے ہاتھ سے کچی کے کالوں میں پیٹا دیئے۔ دُختر مسلمؑ نے غور سے امام حسینؑ علیہ السلام کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ چچا جان! اس وقت آپ اس طرح شفقت فرما رہے ہیں جیسے یتیم بچوں پر کی جاتی ہے۔ کیا میرے بابا شہید ہو گئے؟ چچا جان کیا میں یتیم ہو گئی امام حسینؑ کچی کو کیا جواب دیتے۔ فرمایا۔ بیٹی آج سے مجھ کو اپنا بابا تصور کرنا۔ یہ سنا تھا کہ یتیم مسلمؑ بے قرار ہو کر رونے لگی حضرت اس کو تسلی دلا دے دیتے جاتے اور سر پر دستِ شفقت پھیرتے جاتے تھے۔

مومنین! اس عمر کی مجھے ایک بچی اور یاد آگئی۔ مسلمؑ کی کچی کو تسلی و تشفی دینے والا پورا کنبہ ابھی موجود تھا اور سر پرست امامؑ کی ذات

آگے بڑھ گیا۔
 بیوہ جناب مسلم حسرت کی نظر سے سرِ مسلم کو مڑ مڑ کر دیکھتی رہیں۔
 لیکن سوائے صبیط و صبر کے کریم بھی نہیں کر سکتی تھیں۔
 اَلَا لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلٰی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

کھی لیکن ہائے سیکینہ! بعدِ شہادتِ امام مظلوم کی بیٹی کو بابا کی لاش پر
 رونے تک نہیں دیا گیا۔ بجائے تسلی کے شہرِ ملعون تازہ بان سے اذیت
 دے کر خاموش کراتا تھا۔ معصوم بچی کے کالوں سے گوشتوارے اس بے دردی
 اور ظلم کے ساتھ چھینے گئے کہ بابا کی لادلی سیکینہ زخم کی تاب نہ لاکر
 بے ہوش ہو گئی۔

عزادارو! ابنِ زیاد ملعون دشمنِ اہلبیتؑ نے سرِ مسلم کو دارِ آمارہ
 کے گیٹ پر لٹکا دیا۔ اور کونے کے تماشائی لاش کو کٹان کٹان
 مڑکوں پر ٹھیسے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ حالانکہ انہیں پتہ تھا کہ یہ
 کس کی لاش ہے یہ بنی کے گھرانے کا ایک فرد ہے لیکن جس میں
 انسانیت نام کو نہ ہو۔ احساسِ مردہ ہو چکا ہو۔ وہ کیا کسی کی تعظیم
 کرے گا۔

وقت گزرتا گیا بعدِ شہادتِ امام مظلوم اہلِ حرم کا لٹا ہوا قافلہ
 اسیر ہو کر دربارِ ابنِ زیاد میں آ رہا ہے اور ”سیفرِ حسین“ جنابِ مسلم کا سر
 استقبال کرنے کے لئے دارِ آمارہ کے دروازے پر موجود ہے چون کہ سر
 امام حسینؑ یزید پر چڑھا ہوا خولی ملعون کے ہاتھ میں سب سے آگے
 تھا۔ خدا کسی بھائی کی اس طرح بھائی سے ملاقات نہ کرائے۔ سرِ مسلم نے
 سلام کیا اور امام کے سر نے جوابِ سلام دیا۔ یزید خولی کے ہاتھ سے چھٹ کر

زمین میں مڑھ گیا۔ اہلِ حرم نے جب سرِ مسلم کو دیکھا تو گرہ یہ دیکھا کہ ایک
 کھرام بچا ہو گیا۔ لیکن افسوس! اہلِ حرم کو کیسے خاموش کیا گیا۔ بیمار اور
 ناتواں امام کے ساتھ شہرِ ملعون نے وہ بے ادبی کی کہ امام بے قرار ہو گئے
 اور بابا سے فریاد کی۔ سرِ امام مظلوم جنابِ مسلم کے سر کو روتا ہوا چھوڑ کر

ہے۔ رسول دیکھ رہا ہے اور کچھ مومن بندے اب چوں کہ امام عمل کا شاہد ہے اس لئے ہم قیامت کے دن کل انسانوں کو اس کے امام کے ساتھ محشور کریں گے۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے کہ ”اے ایمان لانے والو نکھارو وہ ولی ہیں۔ جو تم کو کفر سے ایمان کی طرف لائے ہیں اور وہ بھی ولی ہیں جو ایمان سے کفر کی طرف لے جائیں گے اب بندہ اپنے فعل کا مختار ہے اس کو عقل اسی لئے دی گئی ہے۔ اگر ولی برحق کی اطاعت میں ہر تسلیم خم کر دیا تو جنت کی بشارت ہے اور اگر گمراہی اختیار کی تو جہنم کی آگ ہے۔

اسی منزل ہدایت کو جناب حر روزہ ماشورہ سمجھ گئے اور پکار اٹھے کہ میں اپنے کو حجت و دورخ کے درمیان کھڑا دیکھ رہا ہوں اور جب امام وقت کو پہچان لیا تو ہادی برحق کریم امام نے تمام گناہ معاف کر دیئے اور جنت کا حق دار قرار دیا۔ ورنہ یہی حرم تھا جو امام مظلوم کو کہہ بلا تک لانے کا موجب بنا۔

حالانکہ منزلِ ثعلبیہ پر جناب مسلم کی شہادت کی خبر مل چکی تھی۔ امام حسین علیہ السلام کو فیوں کی بے وفائی کو باپ اور بھائی کے زمانے میں دیکھ چکے تھے لیکن امام زمانہ کو فیوں کی حجت ختم کرنے کے لئے

آگے بڑھتے رہے اور سفر کو جاری رکھا جب منزل شراف میں نزول فرمایا اور خیمے نصب کئے گئے تو پوری رات عبادت الہی میں بسر کی۔ صبح کو ایک شخص نے باوانہ اللہ اکبر کہا۔ حضرت نے پوچھا کہ تم نے تبلیہ کیوں کہی۔ اس نے جواب دیا کہ مولا شاید ہم لوگ آبادی کے

مجلسِ ہشتم

فضائل و شہادت جناب حُر ابنِ رباحی
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ
مَاتَ عَلٰی حُبِّ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِیْدًا
فرمایا جناب رسول خدا نے کہ اگر کوئی محبت محمد و آل محمد میں
جاتے تو وہ شہید مرتب ہے۔

اللہ اکبر! کتنا مرتبہ ہے محبتِ اہلبیت کا کہ شہادت جیسی عظمت پر فائز ہو جاتا ہے لیکن زبانی دعویٰ محبت آسان ہے۔ اسوۂ محمد و آل محمد پر عمل کرنا سخت دشوار ہے۔ انسان عمل کی منزل پر اس وقت تک کا مزن نہیں ہو سکتا جب تک معرفت نہ ہو۔ بدوین معرفت محبت نہیں ہو سکتی۔

بعد رسول خدا پوری دنیا کے لئے امام زمانہ حجت ہے اور ختمی مرتبت کا ارشاد ہے کہ ”جس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ کفر کی موت مرا“ اب نتیجہ ظاہر ہے کہ اگر امام زمانہ کو نہ پہچانے اس کی اطاعت نہ کرے یا اس کے کہنے پر عمل نہ کرے تو مسلمان نہیں رہ سکتا۔ خواہ کتنا ہی عمل کرے خالق کائنات نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”اے ایمان والو تم عمل کئے جاؤ۔ تمھارے عمل کو اللہ دیکھ رہا

لئے کہا ہے لیکن آپ کی ماں دختر رسول ہیں۔ میں ان کی شان میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے چلوں۔

حضرت نے فرمایا کہ میں تیری اطاعت نہ کروں گا۔ حُرنے کہا کہ میں بھی دست بردار نہ ہوں گا اور آپ کے ہمراہ رہوں گا اور کوفہ لے کر ہی جاؤں گا۔ حضرت نے راستہ تبدیل کر دیا اور دوسرے راستہ سے جانے کا حکم دیا۔ لیکن حُرنے کے دستہ نے پھر مزاحمت کی اور کوفہ جانے کا اصرار کیا۔

دونوں لشکر ساتھ ساتھ روانہ ہو گئے۔ کچھ دور سفر طے کیا تھا کہ امام کا گھوڑا رک گیا۔ بعض روایت سے پتہ چلتا ہے کہ امام نے کئی گھوڑے تبدیل کئے۔ لیکن کسی گھوڑے نے آگے قدم نہ اٹھایا۔ حضرت نیچے اترے اور زمین سے مٹی اٹھائی سو نگھی اور بے ساختہ فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ وَاَقْلَامُہٗ رَاجِعُوْا۔ بس میرا سفر ختم ہو گیا یہی میری وعدہ گاہ ہے۔

خیام اہلبیت منصب کر دیئے گئے۔ حُرنے اس کی خبر ابن زیاد کو کر دی۔ ابن زیاد نے کئی ہزار فوج جمع کی اور الگ الگ سردار بنا کر دستے بھیجا شروع کر دیئے۔ جنابِ سلم کی لڑائی دیکھ کر یقین ہو گیا تھا کہ یہ علی کا گھرانہ ہے جو کہ بہادری میں بے مثال ہے اور جس کا ایک فرد لاکھوں پر بھاری ہے۔ یہ گھوڑی سی فوج مقابلہ نہیں کر سکتی اس لئے عمر ابن سعد سے مشورہ کیا اور طے پایا کہ ان کے خیام دریا کے کنارے سے ہٹا دیئے جائیں۔ اگر ان کو پانی ملتا رہا تو جنگ

قریب آگئے ہیں۔ درخت خرما دکھائی دے رہے ہیں۔ اس پر دوسرے رفقاء نے کہا کہ ہم نے کبھی اس جگہ درخت نہیں دیکھے کہ اتنے میں بیڑوں کی چمکتی ہوئی نوکیں اور گھوڑوں کے کان دکھائی دیتے جب علامات لشکر کا یقین ہو گیا تو حضرت نے ہوشیار رہنے کا حکم دیا۔ اتنے میں حر ایک ہزار سواروں کا دستہ لے کر قریب آ گیا لیکن پیاس کی وجہ سے لوہے لشکر کی حالت نہایت اتر چکی، نہ بائیں بائیں نکلی ہوئی تھیں۔ بالکل قریب المرگ ہو رہے تھے۔ ساقی کوثر کے لال کریم امام سے ان کی یہ حالت نہ دیکھی کئی اور حکم دیا کہ ان کو فوراً پانی پلایا جائے خود ہر سوار کے پاس جانے اور اپنے ہاتھ سے پانی پلاتے گھوڑوں تک کو پانی سے خوب سیراب کیا۔ آپ نے فرمایا بھائی عباس جانوروں کی ایک عادت ہے کہ وہ ایک بار اچھی طرح پانی نہیں پیتے اس لئے دو تین بار انہیں پانی پلایا جائے اور جب تک وہ خود نہ ہٹیں پانی ان کے پاس رہے۔

جب سب لوگ اچھی طرح سیراب ہو گئے تو حر حضرت کے پاس آیا اور کہا مجھ کو ابن زیاد نے مقرر کیا ہے اور ہدایت کی ہے کہ جب آپ سے ملاقات ہو جائے تو پھر جدا نہ ہوں تا وقتیکہ آپ کو ابن زیاد کے پاس نہ لے جاؤں۔ حضرت نے فرمایا۔ جب تک زندہ ہوں۔ یہ ذلت گوارا نہ ہوگی۔ حضرت نے اپنے ساتھیوں کو کوچ کا حکم دے دیا۔ لیکن فوج مخالف نے راستہ روک لیا۔ حُرنے آگے بڑھ کر حجام فرس پر ہاتھ ڈال دیا۔ حضرت نے کہا کہ تیری ماں تیرے غم میں روئے کیا چاہتا ہے۔ حر کہنے لگا کہ آپ نے میری ماں کے

کرنا مشکل ہو جائے گی۔

فوج یزید نے چاروں طرف سے خیام اہلبیت کو گھیر لیا ورنہ فوج اکٹھی ہوتی رہی اور کربلا کا میدان فوج یزید سے بھر گیا دشمنوں نے سات غم سبانی بند کر دیا۔ اور اہل حرم کے خیام سے العطش العطش کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ شب عاشور ابن زیاد نے حملہ کی تیاری شروع کر دی لیکن امام نے ایک رات کی مہلت مانگی۔ یا یہ کہوں کہ امام نے ایک رات کی مہلت حجت ختم کرنے کے لئے دے دی۔ تاکہ حرکے قسمت کا فیصلہ ہو جائے۔

ادھر حر سارے حالات غور سے دیکھ رہا ہے اور اپنی غلطی پر نادام ہے کہ امام کو یہاں تک لانے کا میں ذمہ دار ہوں۔ یہ سوچ کر بے قرار ہو گیا دل میں ایک عجیب قسم کی بے چینی ہے جیسے جیسے ذہن سوچتا ہے ضمیر کی ملامت بڑھتی جاتی ہے۔ پوری رات اسی کشمکش میں جاگ کر گزار دی۔ صبح عمر ابن سعد کے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔ کیا امام سے کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ عمر سعد نے اس کی حالت کو دیکھا تو کہنے لگا کیا تو موت سے ڈر گیا۔ تو توڑا بہادر ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرا پورا بدن کانپ رہا ہے۔

حُرنے کہا کہ میں موت سے نہیں ڈرتا۔ لیکن حق پر جان دینا چاہتا ہوں۔ اور اس وقت میں جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا ہوا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ کدھر جاؤں۔ یہ کہہ کر گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اپنے دستے کے قریب پہنچ گیا۔

عمر سعد نے قاصد بھیجا اور کہلایا کہ ہم مزید فوج کے سپاہی روانہ کر رہے ہیں۔ اور یزید سے سفارش کر کے تجھ کو سرداری بھی دلا دیں

گئے۔ مگر نے قاصد کے ذریعے جواب بھیجوا یا کہ مجھ کو جہنم کی سرداری ہرگز منظور نہیں ہے میں جا رہا ہوں۔ بھائی اور لڑکے نے ان الفاظ کو سنا اور حر کے حالات دیکھے تو پوچھا کیا ارادہ ہے؟ جناب حر نے جواب دیا کہ میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ امام کو معذہ بخوں اور خواتین کے گھر کے لایا اور نزعہ اعدا میں پھنسا دیا ہے امام حسین کریم ابن کریم ہیں۔ میں اپنے گناہوں کی معافی کے لئے جا رہا ہوں اور یقین ہے کہ امام ضرور معاف کر دیں گے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم بھی ساتھ چلیں گے۔ غلام جو قریب ہی کھڑا ہوا تھا اس نے ہاتھوں کو جوڑ کر کہا مجھے کہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ میں بھی ساتھ چلوں گا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حُرنے گھوڑا لشکر حسین کی طرف دوڑایا۔

ادھر امام مظلوم نے جناب عباس کو آواز دی کہ بھائی مہمان آرہا ہے۔ جلد استقبال کے لئے جاؤ۔ حضرت عباسؓ اور علی اکبرؓ روانہ ہوئے جیسے ہی حُرنے حضرت عباسؓ کو آتا ہوا دیکھا تو اپنے کو گھوڑے سے اُترا دیا اور ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا کہ پہلے آپ میرے دونوں ہاتھوں کو قلم کر دیجئے ان ہاتھوں ہی سے بے ادبی ہوئی اور امام کو روک کر یہاں لانے کا سبب بنا۔

جناب عباسؓ نے فرمایا کہ اے حُرنے تجھ کو اپنی اپنی قسمت پر فخر کرنا چاہیئے۔ آقا نے تجھ کو تیرے استقبال کے لئے بھیجا ہے حُرنے اپنے دونوں ہاتھوں کو رومال سے باندھا اور سر جھکا کر احساسِ ندامت کے ساتھ جب امام کے قریب پہنچا تو قدموں پر گر پڑا۔ اور رو کر کہنے لگا مولا! میں بہت شرمندہ ہوں۔ کیا میرا گناہ

لیا اور آواز دی۔

جناب حرم نے امام کی آواز کو پہچانا اور فوراً اپنا سر زمین پر رکھ لیا اور کہا مولا ما کھے پر زخم کی وجہ سے آنکھوں میں خون بھر گیا ہے جس سے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ میری تمنا ہے کہ دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے آپ کی زیارت کروں۔ امام مظلوم نے رومال نکال کر ملے کھے پر باندھ دیا۔ جس سے خون فوراً بند ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے حرم تم بڑے خوش نصیب ہو۔ یہ رومال میری مادرِ گزائی کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے۔ مولانا حرم کی آنکھوں کو صاف کیا۔ ایک مرتبہ جناب حرم نے نظر اٹھا کر امام کی طرف دیکھا اور روحِ نقسِ عنقری سے پرواز کر گئی۔ اس طرح جناب حرم محبت اور اطاعتِ امام میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

شہیدِ راہِ خدا زندہ جاوید ہے اس کو مردہ نہیں سمجھنا چاہیے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے اس کے ثبوت کے لئے واقعہ اس طرح ہے کہ عباسی خاندان کا ایک بادشاہ متوکل عباسی جو دشمنِ آلِ محمد تھا۔ زائرین پر بہت سختی کرتا تھا اور زیارتِ امام مظلوم کے لئے منع کرتا تھا جب لوگ زیارت کرنے سے باز نہیں آئے تو اس نے حکم دیا کہ قبرِ اطہر پر پانی چھوڑ دیا جائے اور دریا کا رخ قبر کی جانب کر دیا جائے۔ لیکن دریا کا پانی بجائے قبر کی طرف آنے کے دونوں اطراف پھیل گیا اور اس طرح قبرِ صاحبِ قبر کی حرمت و عظمت پر حرف نہیں آسکا یہ دیکھ کر بادشاہ کو اور غصہ آگیا اور قبر کو منہدم کرنے کا حکم دے دیا۔

معاف ہو سکتا ہے؟ امام نے حرم کو سینے سے لگایا اور فرمایا۔ اے حرم تیری ماں نے کیا حُزبِ تیرا نام ”حرم“ رکھا ہے تو دنیا میں بھی گناہوں سے آزاد ہو گیا اور قیامت میں بھی آزاد رہے گا۔ یہ سن کر جناب حرم خوش ہو گئے اور کہا آقا اب مجھے اجازت دیجئے۔ تاکہ میں ان دشمنوں سے جنگ کر کے اپنی جان آپ پر نشان کر دوں۔ حضرت نے فرمایا کہ اے حرم تو مہمان ہے خدا دم لے لے۔ میرے پاس تو پانی بھی نہیں ہے جو تیری خاطر کر سکوں۔ حرم کے آنسو نکل پڑے اور اجازت طلب کی۔ مولانا مہمان پر ایک نظر ڈالی اور اجازت دے دی۔

حرم نے گھوڑے پر سوار ہو کر ایڑ لگائی اور لشکر کے سامنے جا کر رجز پڑھا اور اپنے حالات بتلاتے ہوئے مقابلہ کے لئے پکارا۔ فوجِ اشقیانے حیرت زدہ ہو کر جناب حرم کو دیکھا۔ مگر وہ کیا سمجھتے کہ اس دور سے وابستہ ہونے پر تو قسمیں پلٹ جاتیں ہیں۔ ابنِ سعد نے فوج کو حملے کا حکم دیدیا۔

جناب حرم نے بہادری کے جوہر دکھانا شروع کئے۔ کچھ تو شوقِ شہادت کچھ گناہ کی ندامت بہت سے دشمنوں کو جہنم واصل کر دیا۔

لیکن ایک مجاہد فوجِ یزیدی کا کہاں تک مقابلہ کرتا۔ فوج نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ تیر و تلوار کے زخم لگتے گئے اور جناب حرم زخمی ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ زخموں کی تاب نہ لا کر گھوڑے سے گرے اور پکارا یا مولا اذہر کنتی۔ مولا میری مدد کیجئے۔ جناب امام حسین حرم کے پاس پہنچے اور بے ہوشی کی حالت میں حرم کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھ

وزیر جو کہ محب اہلبیت تھا۔ اس نے بادشاہ کو بہت سمجھایا کہ وہ اپنے اس ارادے سے باز آئے۔ لیکن وہ شہنشاہیت کے عزور میں اور ضد پر اتر آیا اور کہا کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ ان کی قبر کی کیا حالت ہے وزیر نے جب یہ محسوس کیا کہ بادشاہ اپنے اس فعل سے نہیں رک سکتا۔ اس نے کہا آقا کو کیوں پریشان کرتا ہے ان کا غلام برابر موجود ہے اس کی حالت کو دیکھ لے اور جناب حرکی قبر کی طرف اشارہ کیا۔

بادشاہ نے جناب حرکی قبر کھودنے کا حکم دے دیا جب قبر کھودی گئی تو حُر کا کفن تک میلا نہیں ہوا تھا یہ معلوم ہو رہا تھا کہ آج ہی دفن کیا گیا ہے۔ یہ دیکھ کر سب تعجب کرنے لگے بادشاہ نے جھک کر دیکھا اس کی نظر اس رومال پر پڑی جو امام حسین علیہ السلام نے حجر کے ماتھے پر باندھا تھا حکم دیا کہ اس کو سر سے کھول لیا جائے ایک شخص قبر میں اتر اور جیسے ہی رومال سر سے کھولا گیا ماتھے کے زخم سے ایک خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔

یہ دیکھ کر وہ شخص خوف سے ایک چیخ مار کر باہر نکل آیا۔ بادشاہ نے دوسرے شخص کو حکم دیا کہ تو جا کر رومال لے آ۔ وزیر نے

کہا ہے بادشاہ اپنے ارادے سے باز آ۔ حُر اس رومال کو نہیں دیں گے۔ یہ امام کا عطا کیا ہوا اور فاطمہ بنت رسولؐ کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے اگر قبر کو بند نہ کیا گیا تو خون اسی طرح ابلتا رہے گا اور سب کو غرق کرنے گا۔ بادشاہ یہ سن کر خوف زدہ ہو گیا اور قبر درست کرنے کا حکم دے

مومنین! سنا آپ نے یہ ہے شہید کی زندگی کا ثبوت وہ زندہ جاوید ہے خدا کی جانب سے اس کو رزق عطا ہوتا ہے۔

لیکن افسوس صد افسوس کیا مومنین سن سکیں گے حر کے آقا کے سر کے ساتھ کیا بے ادبی کی گئی۔ شہداء کے سر کو کاٹ کر نیزہ پر بلند کیا گیا اور کوفہ و شام کے بازاروں اور درباروں میں پھرایا گیا کوئی پتھر مارتا تھا کوئی تیر کا نشانہ بناتا تھا لیکن یزید ملعون نے تو ظلم کی حد کر دی۔

خود ایک تخت پر بیٹھا شراب پی رہا ہے اور سر حسینؑ طشت میں نیچے رکھا ہوا ہے یزید ایک چوب سے بے ادبی کر رہا ہے اور کہتا جاتا ہے حسینؑ تمہارے دانت کتنے خوبصورت ہیں!

در بار یزیدؑ میں حافظ قرآن بھی بیٹھے ہیں اور اصحاب رسولؐ بھی ہیں لیکن ہائے! بھرے دربار میں کسی میں اتنی جرأت نہیں جو یزیدؑ کو اس فعل سے روک سکے۔ صرف ایک صحابی زید بن ارقمؓ نے دیکھا کیا۔ چیخ کر کہا یزیدؑ اس چھڑی کو حسینؑ کے لبوں سے ہٹالے میں نے خود ان لبوں کے بوسے لیتے رسولؐ کو دیکھا ہے۔ یزیدؑ کچھ تو رحم کر۔ اب اور کتنا اہلبیتؑ پر ظلم ڈھائے گا۔

کیا رسولؐ نے اسی لئے اپنی اس امانت کو امت کے درمیان رشور ہدایت کے لئے چھوڑا تھا۔ کیا اسی ناروا سلوک کے لئے فاطمہؑ زہراؑ نے انہیں چکیاں پیس پیس کر پالا تھا۔

اَلَا لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلٰی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

کا ساتھ دینے کا اللہ نے وعدہ کیا ہے۔

اس فضیلت میں اہلبیت پوری طرح سے کامیاب ہوئے اور مرفعات الہی کے مالک بن گئے یعنی اللہ کا وہ مشن جس کی تکمیل کے لئے خلاق عالم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو خلق کیا تھا۔ اپنے اپنے فرائض منصبی ادا کر کے رخصت ہو گئے اور جب دینِ مبین کی تکمیل آنحضرتؐ کی ذات گرامی کے بعد ہو گئی۔ تو اس دین کی حفاظت کی ذمہ داری حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ کے سپرد ہوئی۔

یعنی اللہ نے اپنے اس دینِ مبین کو امام مبین کے حوالے کر کے قیامت تک رشد و ہدایت پر گامزن کر دیا اور انسانیت کو امام کے ساتھ محسوس کرنے کا وعدہ فرمایا۔ اب آنحضرتؐ کے بعد آلِ محمدؐ پر فرض ہو گیا کہ وہ ہر مصیبت اور ظلم پر صبر کریں اور امت مسلمہ کو حق کا راستہ دکھلاتے ہوئے رمنائے الہی حاصل کریں اس دین کی حفاظت میں خواہ جانوں ہی کو دینا پڑے۔ یا کتنے ہی مصائب و آلام برداشت کرنا پڑیں لیکن حرفِ شکایت زبان پر نہ آئے۔

اس منزل پر امام نے حق کی حمایت کرتے ہوئے رمنائے الہی میں حجام شہادت نوش فرمایا۔ کسی نے تیروں اور تلواروں سے شہادت پائی۔ کسی نے زہر ہلاہل سے شہادت کا مرتبہ پایا۔ لیکن صبر کی عظمت کو برقرار رکھا۔

مگر سید الشہداء حضرت امام حسینؑ نے صبر کے وہ جوہر دکھائے کہ ظالم اپنے ظلم پر نادم ہو گئے یا یوں کہوں کہ جس طرح ظلم شدید نوعیت کا تھا۔ اسی طرح جواب اس طرح صبر کے مظاہرے کا ملا کہ

مجلسِ نہم

فہما لجناب ذینب اور شہادت حضرت عون و محمد
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اِنَّا اللّٰهُ مَعَ الصّٰدِقِیْنَ
ارشاد رب العزت ہے کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے صبر ایک عظیم صفت ہے لیکن دنیا میں اس کو جائز و ناجائز ہر بات پر استعمال کر کے اس کی اہمیت کو کم کر دیا گیا ہے حالانکہ کسی حادثہ یا کسی کے انتقال کے وقت سوگواروں کو صبر کی تلقین کرنے کا عار و راج ہے۔ اس سے ان کو تسکین ضرور ہو جاتی ہے لیکن صبر کا حقیقی مفہوم پورا نہیں ہوتا۔

صبر کرنے کی وہ منزل جہاں اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ بڑی گرانقدر صفت ہے اس سلسلے میں انبیاء علیہم السلام نے اپنے اپنے امتحانات صبر کے بڑے بڑے مظاہرے کئے اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر قرآن مجید میں خاص طور پر فرمایا خصوصاً صبر جناب ایوبؑ اور جناب یعقوبؑ کا وضاحت سے بیان ہے۔

مجملہ اور صفات کے خاص امر یہ ہے کہ کسی پر ظلم ہو رہا ہو اور اس میں ظالم سے انتقام لینے کی طاقت و صلاحیت بھی ہو لیکن مرضی الہی کے ماتحت صبر کیا جائے یا اللہ کے کسی کام کی تکمیل کے لئے اللہ کی رضا پر اپنی جان دے دے اور ظلم پر صبر کرے تو ایسے صبر کرنے والوں

وعدے کے مطابق بھی بتلانا ہے۔
اس لئے کہ ماں نے وصیت کی تھی زینبؓ بچھ پر بڑی مصیبت
پڑیں گی لیکن بیٹی میری طرح صبر کرنا۔ زبان سے حرف شکایت یا بد
دعا نہ نکلنے پائے۔ حالانکہ جناب زینبؓ کی عمر ماں کے سامنے صرف
۱۵ سال کی تھی لیکن یہ آل محمدؐ کی صلاحیت اور اکتساب علم کا کمال
ہے کہ جناب امام زین العابدینؑ نے ان کو ”عالمہ غیر محتمہ“ فرمایا
ہے اور اپنے زمانے کی تمام عورتوں سے افضل قرار دیا ہے جناب
فاطمہؑ نے زندگی کی مصیبتوں کے حالات بتلاتے ہوئے واقعہ کربلا کو
سمجھایا اور صبر کی تلقین کرتے ہوئے چند وصیتیں کیں جن کو جناب زینبؓ
نے اس طرح پورا کیا کہ جس کا ذکر کرتے ہوئے آنکھیں اشکبار ہو جاتی
ہیں۔

جب پیدا ہوئیں تو ختمی مرتبت نے بحکم خدا زینبؓ نام رکھا زینب
دو الفاظوں سے بنا ہے زین بمعنی زینت اور اب بمعنی باپ یعنی باپ
کی زینت لیکن جناب زینبؓ نے اپنے ہر عمل سے ثابت کر دیا کہ یہ لفظ
کنبہ کے لئے زینت ثابت ہوں گی اور گھوڑوں نہ ہوں جس بچی کی نبوت
امامت اور عصمت کی گودیوں پرورش ہوئی ہو اور ماں کے ساتھ
چار ہتھیلیوں پر وان چڑھی ہوں جس کو علم خدا و رسول درتہ میں ملا

ہو اس کی عظمت و مرتبہ کا کون مقابلہ کر سکتا ہے جس کی ماں جزو
رسالت ہو۔ اس کی بیٹی جزو شہادت حسینؑ بن گئی اگر ماں دنیا کی
کل عورتوں کی سردار ہیں تو جناب زینبؓ اپنے زمانے کی عورتوں کی
سردار ہیں۔

دنیا قیامت تک ایسا صابر پیدا نہیں کر سکتی اور امام مظلوم نے یہ
ثابت کر دیا کہ اللہ یقیناً ایسے صابروں کے ساتھ ہے۔

صبر کی اس عظیم منزل پر جناب زینبؓ اپنے بھائی کی برابری شریک
ہیں ہائے تشویش کہ الحسینؑ زینبؓ آپ پر کس قدر مصائب و آلام ٹپے
کہ جس کے تذکرے سے انسان لرز اٹھتا ہے مومنین اس نام میں اس
قدر درد ہے کہ جب بھی جناب زینبؓ کا نام لیا جائے آنکھیں پر نم
ہو جاتی ہیں۔ دل میں ایک درد سا محسوس ہوتا ہے کیا عرض کروں نبی
آپ کی ساری عمر ایک مصیبت و غم کی داستان بن گئی ہے۔ آپ پر اتنی
مصیبتیں پڑی ہیں کہ ”ام المصائب“ ہی خطاب ہو گیا اور ان مصائب
پر اس قدر صبر کیا کہ آپ کی ذات سے صبر کی صفت منور ہو گئی ہے
پنجتن مگور وئیں اور ام المصائب بن گئیں
کس غضب کے دکھ اٹھائے زینبؓ دلگیر تے
(قیصر مشہدی)

بچپن میں شفیق نانا اور ماں کے غم میں صبر کیا۔ ذرا ہوش
سنبھالا تو بابا علی مرتضیٰؑ اور بھائی حسنؑ کے حالات کو دیکھا اور ان کی
شہادت پر صبر کیا اور اب واقعہ کربلا میں بھائی حسینؑ کے صبر میں
پورا پورا ساتھ دینا ہے بلکہ یوں کہوں کہ بی بی کتھاری منزل توبہ
سخت ہے امام مظلوم کی صبر کی انتہا کربلا تک ہے لیکن تم کو بعد
شہادت حسینؑ اس قافلے کی سرپرستی بھی کرنا ہے اور امامت و دین
کی حفاظت بھی۔ کوفہ و شام میں ظلم کے مقابلے میں صبر کے جوہر دکھلا
ہوئے مدینہ بھی واپس جانا ہے اور نانا اور عادی گرامی سے کئے ہوئے

بعد شہادت امام مظلوم اپنی ذمہ داری کو اس طرح نبھایا کہ پورے قافلہ حسینیؑ کی سرپرستی حفاظت اور سرداری کے فرائض انجام دیئے بھائی کی شہادت کے بعد خیام اہل حرم کی حفاظت بھی کی اور سرگوار خواتین کو تسلی و دلاسا بھی دیا۔ بچوں کی نگہداشت بھی کی اور بیمار بھتیجے کی دیکھ بھال بھی غرض کہ جو بھی مصائب پڑے جناب زینبؑ نے برداشت کرتے ہوئے مقصد حسینیؑ کو در د کی موجوں میں آگے بڑھایا۔

ماں عصمت کے اس بلند ترین درجہ پر فائز خقیق کہ اگر خدا عورت کو امام بناتا اور جناب فاطمہؑ کو امامت سے سرفراز کرتا تو جناب زینبؑ میں ورثہ کے طور پر اتنی صلاحیت اور قابلیت تھی کہ یقیناً امام ہو جاتیں پوری زندگی امامت کے ساتھ رہیں حضرت علیؑ سے لے کر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تک پانچ امامتوں کے ساتھ پروانے کی طرح زندگی گزاری۔

جب امام حسینؑ نے مدینہ سے سفر اختیار کیا اور ساتھ جانے والوں کی فہرست تیار کی تو جناب زینبؑ سے فرمایا۔ بہن! تمھارا ساتھ جانا تو بہت ضروری ہے مگر تمھارے شوہر عبد اللہ اجازت دے دیں ورنہ مجھ کو اختیار نہیں ہے بھائی کی غمگسار بہن نے امام کے الفاظ سننے اور

جہاں کے خیال سے بے قرار ہو گئیں۔ بھائی سے اجازت لے کر جناب عبد اللہ کے پاس پہنچیں اور خاموش بیٹھ گئیں اور عورتوں سے جناب عبد اللہ کی طرف دیکھتے لگیں لیکن کچھ کہنے کی ہمت نہیں پڑی۔ جناب عبد اللہؑ نے ٹوکانی بی! اس قدر خاموشی کا کیا سبب

ہے تو فرمایا علیؑ کی بیٹی سائل بن کر آئی ہے۔ وعدہ کریں کہ میری بات رد نہیں کریں گے جناب عبد اللہؑ کھڑے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا۔ ایسی کیا بات ہے جلد بتاؤ۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ میں نے تمھاری کسی بات کو رد مانا ہو۔ جناب زینبؑ کو کچھ اطمینان ہوا۔ تمام حالات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ بغیر آپ کی اجازت کے میں بھائی کے ساتھ تو نہ جاسکوں گی لیکن بغیر بھائی جی بھی نہیں سکوں گی اور گھٹ گھٹ کر دم دے دوں گی۔

جناب عبد اللہؑ نے فرمایا کہ میں خود ساتھ جانے کی کوشش کرتا۔ لیکن بیماری کی وجہ سے مجبور ہوں تم کو بخوشی اجازت دیتا ہوں میرے دونوں بچوں کو ہمراہ لے جاؤ زمانہ پر آشوب ہے۔ سفر بہت سخت ہے۔ اگر خداخواستہ کوئی وقت ایسا پڑے تو میری طرف سے دونوں بچوں کو امام وقت پر تیار کر دینا۔ اگر میں ساتھ چلتا تو میں اپنی جان قربان کر دیتا۔

جناب زینبؑ نے واپس آکر بھائی کو پورے حالات بتائے اور جناب عبد اللہؑ کی ممتا کو ظاہر کیا۔ امّام نے دعائے خیر دی اور سب سے ملاقات کرنے کے بعد قافلے کو کوچ کا حکم دے دیا۔

قافلہ مختلف مراحل طے کرتا ہوا دوسری محرم کو وارد کربلا ہوا اور حکم دیا کہ میرا سفر یہاں پر ختم ہو گیا۔ اہل حرم کے خیام نصب کر دیئے گئے ادھر فوج یزیدی مختلف سرداروں کی کمان میں جمع ہونا شروع ہوئی۔ جب بھی کوئی دستہ آتا چھوٹے چھوٹے بچوں کے دل دہل جاتے پردہ نشیں بیبیان سرا سیمہ ہو جاتیں۔ فوجیں جمع ہوتی گئیں اور زمانے

کا امام ہادی برحق چاروں طرف سے لشکر کفار میں گھر تان لیا۔
سات محرم سے خیام حسینی میں پانی بند کر دیا گیا۔ خاندان رسالت
کے بچے ایک ایک بوند پانی کے لئے ترس رہے تھے لیکن خود ظالم سیراب
ہو رہے تھے۔ امام مظلوم نے حجت ختم کرنے کے لئے بہت سمجھایا ایک
رات کی بھلت لی۔ تاکہ جس کو واپس آنا ہوا آجائے۔ یہ پوری رات
اہل حرم اور انصار حسینی نے عبادت میں گزاری۔
بیٹیاں اپنے اپنے بچوں کو سامنے بٹھا کر بزرگوں کے واقعات سنا کر
جوش شہادت دلارہی تھیں اور سب سے پہلے جان قربان کرنے کی
ترغیب دلارہی تھیں امام مظلوم خیام کے اطراف معہ جناب عباس
طلایہ پھر رہے تھے اور بیٹیوں کی تمناؤں کو سن کر دعائے خیر دیتے
جلتے تھے۔

جناب زینب بھی اپنے خیموں میں دونوں صاحبزادوں کو لئے
بیٹھی تھیں اور کہہ رہی تھیں تون دو تمہارے والدہ جعفر طیار تھے جو کہ رسول
خدا کے علمدار تھے وہ اپنی بہادری کے جوہر دکھلا کر حضرت پر تار ہو گئے
تم ان کے پوتے ہو اور جناب علی مرتضیٰ کے نواسے ہو۔ وہ بھی علمدار لشکر
رسول تھے ان کے کارنامے تم کو معلوم ہیں اور تمام جنگوں کے واقعات
تفصیل سے بیان کرنا شروع کر دیئے دونوں بچے ہمہ تن گوش سن رہے
تھے کہ جناب عون و محمد نے فرمایا اماں! پھر تو علمداری ہمارا حق ہے۔
آپ صبح حضرت سے سفارش کر کے علم دلوا دیں اور پھر ہماری بہادری
کو دیکھیں کہ ہم بزرگوں کے کارناموں کی یاد تازہ کرادیں گے اور علم کو
کے دروازے پر نصب کرنے دم لیں گے۔

جناب زینب نے دونوں کے چہروں کو غور سے دیکھ کر کہا تم نے
یہ بڑی جرأت کی ہے ابھی تمہاری عمریں کم ہیں اور یہ بہت بڑی ذمہ داری
ہے جناب عباس تمہارے استاد ہیں اور یہ حق ان کا ہے اگر ان کو
تمہارا یہ ارادہ معلوم ہو گیا تو وہ حضرت سے سفارش کر کے علم تم کو دلوا دیں
گے۔ لیکن بچو! بزرگوں کی موجودگی میں تم کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں
بچے یہ سن کر خاموش ہو گئے تو جناب زینب نے فرمایا کہ کیا تم کو
میری بات بری محسوس ہوئی ہے یہ تم کو شجاعت دکھلانے کا موقع ہے
جو کہ تم کو ورثہ میں ملی ہے۔ عباس تمہاری جنگ دیکھ کر خوش ہوں
گے اور تمہاری حوصلہ افزائی کریں گے اس لئے کہ انہوں نے بڑی محنت
سے تم کو فنون سپہ گری سکھائے ہیں۔ لیکن اس سے میرا مطلب یہ نہیں
ہے کہ تم اپنی جان بچا کر واپس آ جاؤ اگر ایسا کیا تو میں ہرگز دودھ
نہیں بخشوں گی۔ میری خوشی اسی میں ہے کہ تم ماموں پر اپنی جان
نثار کر دو تاکہ میں سرخرو ہو سکوں تمہارے بابا کی بھی یہی ہدایت ہے۔
دوسرے یہ کہ تم لوگ تین دن سے بھوکے پیاسے ہو اگر لڑتے ہو گے کیا
ہو کہ دریا کے کنارے پہنچ جاؤ تو خبردار ہرگز پانی کی طرف رغبت
نہ کرنا تم کو معلوم ہے کہ آقا کے بچے پیاس سے جاں بلب ہیں اگر تم
نے پانی پی لیا تو میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گی۔

دونوں بچوں نے ماں کی ہدایت کو سنا اور ماں سے پیٹ گئے
کہا۔ اماں صبح آقا سے ہم کو اجازت دلوا دینا۔ پھر دیکھنا کہ ہم کس
طرح جنگ کرتے ہیں ماں نے بچوں کو دعادی اور دیر تک دونوں کو
پیار کرتی رہیں۔

حملہ کرنا اور فوج کے اندر جانے کی کوشش نہ کرنا۔
اجازت ملتے ہی ان شیروں نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور فوج
مخالف کے سامنے آگئے اور مبارز طلبی کی۔ دشمنوں نے شیروں کے تیر
دیکھے اور کہنے پر مجبور ہو گئے۔

علیؑ کا گھر بھی کیا گھر ہے کہ جس گھر کا ہر ایک بچہ
جہاں پیدا ہوا شیر خوار معلوم ہوتا ہے

جب فوج یزید سے کوئی مقابلہ کے لئے نہ آیا تو عمر سعدؓ نے چلا کر کہا
بچوں سے ڈر گئے حملہ کر دو جنگ شروع ہوئی بچوں نے ایک ساتھ مل
کر راستہ دو چپ حملہ شروع کر دیا اور جو سامنے آتا اس کو قتل کرتے
جاتے جب کافی آدمی قتل ہو گئے اور بچے لڑتے ہوئے عمر سعدؓ ملحوں کے
قریب پہنچ گئے تو ابن سعدؓ اپنی جگہ سے بھاگا۔

جناب عباسؓ نے جو لڑائی کا منظر بخیر دیکھ رہے تھے باواؤں
بلند فرمایا کہ ابن سعدؓ کیوں بھاگتا ہے بچوں کے ایک آدھ وار کو تو
برداشت کر لے ابن سعدؓ سن کر غصہ میں آیا اور فوج کو حکم دے
دیا کہ دونوں کو گھر کر قتل کر دیا جائے عونؓ و محمدؓ نے مقابلہ میں اور
شدت اختیار کر لی اور اتنا سخت حملہ کیا کہ فوج یزید میں ابتری پھیل
گئی بچوں نے جناب جعفر طیارؓ اور حضرت علیؑ کی جنگ کا منظر دیکھ کر

کر دیا۔ حضرت عباسؓ و اشجاعت دے رہے تھے امام حسینؑ علیہ
السلامؑ بھا بھوں کی جنگ دیکھ رہے تھے کہ فوج یزید میں بھگدڑ مچ
ہوئی ہے۔

عونؓ و محمدؓ جوش و غام میں فوج کا پیچھا کرتے ہوئے قریب میل

صبح عاشورؑ معرکہ کا رزار گرم ہوا۔ اصحاب و انصار شہید ہو چکے
عزیزوں کی باری آئی۔ بیوہ مسلمؓ نے آقا سے خوشامد کر کے اپنے دونوں
بچوں کو اجازت دلوائی جب امامؑ دونوں کی لاشیں خنیام اہل حرم
میں لائے تو جناب زینبؓ اپنے دونوں بچوں کو لایٹ اور امامؑ کے چاروں
طرف صدقہ کرنے لگیں امامؑ نے دریافت کیا بہن! یہ کیا کر رہی ہو تو
ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئیں فرمایا! صدقہ بلا کو ہرگز کرتا ہے بھائی! میں
ان کو تیار کر چکی اب اجازت دے دو بھیا! میرے پاس سوائے ان کے
آپ پر قربان کرنے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے بہن کے اس ناچیز بدیہ
کو قبول کر لو۔

امامؑ مظلوم نے آبدیدہ ہو کر بچوں کو گلے سے لگا لیا اور فرمایا بہن
زینبؓ میں اپنے گود کے پالے ہوئے بچوں کو کس دل سے جنگ کی اجازت
دے دوں۔ تو فرماتی ہیں بھیا! میں ان کو صدقہ کر چکی ہوں اور صدقہ
گھر میں نہیں رکھا جاتا اللہ آپ کا سایہ ہمارے اوپر قائم رکھے ان کو
مرنے کی اجازت دے دیجئے بہن کے مسلسل اصرار پر امامؑ نے اجازت
دے دی ماں کے اشارے پر بچے ماموں کے قدموں پر جھک گئے۔

امامؑ دونوں کو باہر لائے اور گھوڑے طلب کئے۔ مومنین بچے
اس قدر کم سن تھے یعنی ۸ اور ۹ سال کا سن جوش شجاعت میں ارادہ
بلند اس کم سنی کی وجہ سے نہ بدن میں زرہ آسکی اور نہ پورے ہتھیار ہی
سبغال سکے چھوٹے چھوٹے نیچہ اور تلواریں جناب عباسؓ نے بدن میں
سجادیں ایک کو جناب عباسؓ نے دوسرے کو خود امامؑ نے گھوڑے
پر سوار کیا اور رخصت کر کے ہدایت کر دی کہ جہاں تک ممکن ہو مل کر

بلند ہونے لگا۔ بیسیاں جناب زینبؓ کے گرد جمع ہو کر پرسہ دینے لگیں جناب زینبؓ نے فرمایا میرے بچوں نے میری آبرورکھتی۔ اور تم لوگ گواہ رہنا کہ میں ان سے راضی ہو گئی میں نے ان کا دودھ بخشا میں ان بچوں کا پرسہ نہیں لینا چاہتی کیوں کہ ان کو بھائی پر قربان کیا ہے۔ لیکن ہائے افسوس! بی بی تمہارے قسمت میں تو پورے کنبہ کو رونا مقدر ہو چکا تھا۔ بچوں کی شہادت کے بعد تو اس قدر شدید رنج و غم اٹھانے پڑے کہ یہ قلب زینبؓ تھا جو برداشت کر گیا پورے کمال صبر و ضبط کے ساتھ اپنے فرائض و ذمہ داری کو اس طرح پورا کیا کہ کوئی عورت صبر زینبؓ کا مقابلہ نہیں کر سکتی ایک دن میں بھرے گھر کو اجڑتے دیکھا اٹھارہ سال کا جوان علی اکبر زینبؓ کے سامنے دم توڑ رہا ہے کہ حسن بک لال کے جسم نازنین کے ٹکڑے نظر آئے ابھی گریہ دیکھا جا رہی تھا کہ بھائی عباسؓ کہ جن سے بڑی ڈھارس کھتی ان کا گھوڑا خالی واپس آیا اس صدمہ جانکاہ سے سننے نہ پائی تھیں کہ امام حسینؑ بھی بہن کو ایسا لہجہ بھڑکے ہیں نے بھائی کا سرتن سے جدا ہوتا ہوا دیکھا۔ لیکن یائے زینبؓ! کہ جی بھر کر رونے تک نہیں دیا گیا۔

ابھی تک ہر مصیبت میں زینبؓ بھائی کے شریک تھیں اب زینبؓ تنہا ہیں۔ کوئی شریک نہیں! ذمہ داری کا احساس ہے سامان کو لپیٹتے دیکھا۔ خیموں کو جلتے دیکھا۔ بچوں اور بیبیوں کو کیا کیا۔ بیمار امام زمانہ کو جلتے ہوئے خیمہ سے لگا لا۔ اسیر ہو کر کوفہ و شام کے بازاروں میں گئیں اور اس بہادری سے خطبہ ارشاد فرمائے کہ انقلاب عظیم برپا ہو گیا۔

نکل گئے عزا دارو! مقام غور ہے کہ گرمی کا زمانہ دوپہر کا وقت جلتی ہوئی زمین اور تین دن کی بھوک و پیاس میں صرف سفر کرنا ہی دشوار ہے نہ کہ اس کمسنی میں جنگ کرتے ہوئے، میں آگے بڑھ جانا بڑے حوصلے اور بہادری کا کارنامہ ہے۔

جناب زینبؓ درخیمہ پر کھڑی ہوئی بیٹوں کی جنگ دیکھ رہی ہیں جناب عباسؓ ہر دار پر مرجھا اور آفرین کا لغو مارتے ہیں جناب زینبؓ نے فرمایا۔ بھیا! عباسؓ یہ تمہاری محنت اور تربیت کا نتیجہ ہے فوراً امامؑ نے فرمایا۔ زینبؓ یہ تمہارے دودھ کا اثر ہے یہ بچے شجاعت میں نجیب الطرفین ہیں ان کو دادا اور نانا دونوں کی طرف سے بہادری ورثہ میں ملی ہے۔

مومنین! یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں ادھر جنگ کا نقشہ بگڑا۔ دونوں بچے فوج کے نرے میں گھر گئے۔ اشقیاء نے چاروں طرف سے وار کرنا شروع کر دیئے بھوکے پیاسے کمسن بچے زخمی ہوتے گئے دونوں گھوڑوں سے گھرے اور مولا کو مدد کے لئے پکارا جناب امام حسینؑ اور حضرت عباسؓ فوراً گھوڑوں پر گئے اور عمون و محمدؑ کی لاشیں اٹھا کر لائے جب قریب خیمہ پہنچے تو جناب زینبؓ نے فضا کو آواز دے کر کہا بھائی سے کہہ دو کہ مجھے دوسرا آگے ہے ان کی لاشیں خیمہ کے اندر نہ لائیں۔ میں نے ان کو بھائی پر صدقہ کیا ہے۔

عزا دارو! زینبؓ کے دلارے خون میں نہائے ہوئے ماں کی تمنا کو پورا کر کے واپس آ رہے ہیں دونوں کی لاشیں امامؑ نے خیمہ کے اندر دروازے کے سامنے لٹا دیں۔ اہل حرم میں گریہ و بکا کا شور

بعد شہادت حسینؑ تمام مصائب و آلام سے گزر کر اہل حرم زینبؑ میں مقید کر دیئے گئے۔ آخر لوگوں کے متواتر غیرت دلانے پر یزید خوفزدہ ہو گیا کہ کہیں شور نہ پھیل جائے کیوں کہ چار جانب یہ احساس جاگ اٹھا تھا کہ اہلبیتؑ کے مردوں کے خاتمے کے بعد ان عورتوں کو کب تک تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ایک دن جناب عابدہؓ بیمار کو یزیدؑ نے بلا کر کہا۔ اب تم لوگ رہا کئے جاتے ہو بیمار امامؑ نے فرمایا۔ اس بات کی رضامندی میں اپنی پھوپھی سے لے کر بتاؤں گا۔ جناب زینبؑ نے فرمایا بیٹیا! اگر یزیدؑ نے رہا کرنے کا ارادہ کیا ہے تو اس سے کہہ دو کہ میں بھائی کو جی بھر کر دیتی ہوں۔ ایک مکان خالی کرادے تاکہ میں اب پورے کنبہ کا پرستہ لوں۔ ایک مکان خالی ہو گیا تو سب سر شہداءؑ طلب کئے۔ شام کی عورتیں پرستہ دینے کے لئے جمع ہونے لگیں۔ حمید ابن مسلمؑ کہتا ہے کہ شہداء کے سر آئے تو بڑا قیامت خیز منظر تھا۔ جب سر آئے ہر بی بی نے اپنے اپنے داروں اور بچوں کے سرگود میں لے لئے۔ علی اکبرؑ کا سر جناب ام ایملیؑ نے لے لیا علی اصغرؑ کا سر جناب ربابؑ نے گود میں اٹھالیا۔ سر حسینؑ جناب زینبؑ نے سینے سے چٹھالیا۔ لیکن دو بچوں کے سر باقی رہے۔ شام کی عورتوں نے کہا کہ ان کا کوئی وارث نہیں ہے یہ سننا تھا کہ جناب

زینبؑ کو تاب ضبط نہ رہی ماں کی مامتا نے جوش مارا۔ مگر یہ کرنا شروع کر دیا اور دوڑ کر دونوں سرعوںؑ و محمدؑ کے گود میں لے لئے۔ اور بین کرنے لگیں لے شام کی عورتوں نے مجھ دکھیا کے لال ہیں میں نے ان کو بھائی پر صدقہ کیا تھا۔ لیکن ہائے کو کھ بھی اُجڑ گئی اور بھائی

کا سایہ بھی نہیں رہا۔ پھر تمام واقعات رو رو کر بیان کرنا شروع کئے۔ مومنین! یہ پہلی مجلس ہے جو شام میں منعقد ہوئی۔ ذاکرہ جناب زینبؑ ہیں۔ جو کہ بلا کے درد بھرے واقعات بیان کر رہی ہیں۔ اور شام کی عورتیں اور اہل حرم اس قدر گریہ کر رہے ہیں کہ کسی کو ہوش نہیں ہے۔

اس طرح جناب زینبؑ نے کوفہ و شام کو فتح کیا اور بھائی کی شہادت میں درد بھر کر دنیا کو روشناس کر دیا بی بی! یہ مجلس تھکائے دم سے قائم ہیں اور اب قیامت تک برپا ہوتی رہیں گیں اور دنیا تمہارے پیاروں کو رد کرتی رہے گی۔
لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلٰی قَوْمِ الظَّالِمِیْنَ ۝

ہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔
 لیکن معاویہ جو اپنے مقصد کی کامیابی کے لئے سیاسی ریشہ
 دو انیاں کر رہا تھا اور اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لئے ان کو راستے
 سے ہٹانا چاہتا تھا وہ سمجھ رہا تھا کہ جب تک ان کے وقار اور عظمت
 کو دنیا مانتی رہے گی۔ میرا ہر حربہ ناکام رہے گا اور کامیابی ناممکن ہے
 اس مقصد کے حصول کے لئے کوفہ ہی میں کئی مرتبہ زہر دلوایا۔ لیکن مرغی
 الہی نہیں تھی اس لئے زہر نے اپنا اثر نہیں کیا۔ خلق عظیم کے مالک نے
 اس سلسلے میں کسی سے باز پرس بھی نہیں کی اور مدینہ منتقل ہو گئے۔
 لوگ امام حسنؑ سے فیض حاصل کرنے کے لئے آپ کے پاس جمع ہونے
 لگے۔ اور ہدایت کا سلسلہ مدینہ میں شروع ہو گیا۔

چوں کہ معاویہ کی سازش بدستور جاری تھی خیر ملتے ہی اُس نے
 چراغ ہدایت کو بجھانے کی کوشش شروع کر دی زمانہ کا امام ان حالات
 سے اچھی طرح واقف تھا اور ایک وقت معین کا انتظار تھا کہ لوگ کھل
 کر مذہب کی مخالفت کرنے لگیں۔ کفر سے اسلام کو جدا کرنے کا کام اور
 حفاظت دین کی خاطر محرکہ آرائی امام حسینؑ کے ذمہ مقرر ہو چکا تھا۔
 اس لئے اس کی تیاری کے لئے پورا موقع دیا یعنی جو بچے مخفی حسینی ہیں
 ہیں وہ دنیا میں آجائیں۔ پھر کھل کر ایک میدان میں حق و باطل کا فیصلہ
 ہو اور دین ہمیشہ کے لئے مستحکم ہو جائے۔

اسی لئے امت مسلمہ کو خونِ ناحق بہانے سے بچایا اور معاویہ سے
 ظاہری طور پر دنیاوی معاہدہ کر لیا۔ اور حکومت کو ٹھکرا دیا۔ جو وارث
 انبیاء ہو۔ پوری کائنات پر تعریف رکھتا ہوا اپنے زمانے کا امام اور مالک

مجلسِ دہم

فضائلِ امامِ حسن علیہ السلام اور شہادتِ حضورِ قاسم
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ
 سَيِّدَا الشَّيْبَانِ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَابُوهُمَا خَيْرُ مَنَظَرٍ

جناب سرور کائنات نے ارشاد فرمایا کہ حسنؑ و حسینؑ جو انان
 بہشت کے سردار ہیں اور ان کے باپ ان سے بہتر ہیں۔

دوسری حدیث میں فرمایا کہ حسنؑ اور حسینؑ امام ہیں۔ خواہ وہ بیٹھ
 جائیں یا کھڑے ہو جائیں۔ ہر حالت میں ان کی اطاعت کرنا واجب
 ہے۔ بیٹھ جانے اور کھڑے ہونے سے مقصد صلح کرنا اور جنگ کرنے
 سے مراد ہے۔ یعنی جب حضرت امام حسنؑ نے دنیا کی بیوفائی اور ان
 کے سلوک کو دیکھا۔ کوفہ میں بابا کی شہادت اور سازشوں کو اپنے
 پورے عروج پر دیکھا اور خود اپنی جان کے دشمن دیکھے تو کوفہ کو چھوڑ
 کر پھر مدینہ واپس آ گئے اور دینِ الہی کی حفاظت اور امت کی رشد و

ہو۔ اس کے اختیار کو دنیا والے کیا چھین سکتے ہیں۔

معاویہ کو پھر بھی غلط رہی کہ لوگ اب بھی ان کی طرف جھک رہے ہیں بجائے میری اطاعت کے سب کے سر انہیں کے در پر سجدہ کر رہے ہیں۔ تو اس نے مدینہ کے بڑے بڑے اصحاب رسول کا ایمان چند سکوں میں خرید لیا۔ یہاں تک کہ آئمہ مساجد کو لالچ دے کر اس امر پر راضی کر لیا کہ وہ اپنے خطبوں اور وعظ میں علامیہ اہلبیت کے اوپر طعن و کشینے کرنے لگے۔ امام حسنؑ کے لئے بڑا نازک دور تھا لیکن بڑے صبر سے دن گزارتے ہوئے حجت کو پورا کیا آخر کار معاویہ نے جنتِ اشعث کے ذریعہ سے امام حسنؑ کو زہر دلوادیا۔ زہر نے اپنا پورا کام کیا۔ حالت زیادہ بگڑنے لگی تو امام حسینؑ سے خاص وصیتیں کیں اور رازِ امامت سپرد کر دیا۔

مادرِ قاسم جناب ام فردہ کو بلا کر فرمایا کہ اب امام زمانہ حسینؑ ہیں۔ ان کی اطاعت کرنا۔ اور میرے بچوں سے خبردار رہنا جناب قاسمؑ کو کہ جن کی عمر تقریباً ۳ سال تھی۔ گود میں لے کر چٹالیا۔ اور دیر تک گریہ کرتے رہے ایک نوشتہ لکھ کر بطور تعویذ جناب قاسمؑ کے ہاتھ میں باندھ دیا اور مادرِ قاسمؑ سے فرمایا کہ جب میرے بھائی پر کوئی سختی وقت پڑے تو میری طرف سے قاسمؑ کو نثار کر دینا اور اگر کوئی دشواری محسوس ہو تو میری یہ تحریر بھائی کو دکھلا دینا۔

مومنین! وقت تیزی سے گزر گیا اور قافلہ حسینؑ کو کر بلا کے میدان میں لشکرِ یزید نے چاروں طرف سے محاصرہ میں لے لیا شبِ عاشوراء سب کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ موت یقینی ہے تو عزیز و انصار اور

اصحاب حسینؑ نے شوقِ شہادت میں سبقت کرنا شروع کر دی اور رات بھر شہادت کے اصحاب حسینؑ میں چہرے ہوتے رہے ہر کوئی ایک دوسرے کو ترغیب دیتا تھا کہ امام پر یا اعتراف پر آج نہ آنے پائے ایک طرف عبادت میں ہر لمحہ گزرا ہوا تھا تو شوقِ شہادت میں یہ بھی متناہی کہ پہلے ہم لوگ اپنی جائیں قربانیں کریں گے تاکہ امامؑ کے سامنے سرخرو ہو سکیں۔

ادھر خیام اہلبیت میں خواتین میں یہ جوش تھا کہ ہر بی بی اپنی اپنی اولاد کو بہادری کا جوش دلارہی تھی اور آقاؑ پر پہلے جہان قربان کرنے کی ہدایت کر رہی تھی ایک خیمے میں جناب ام فردہ حضرت قاسمؑ کو لئے بیٹھی تھیں اور فرما رہی تھیں۔ بیٹا! تمہارے بابا نے فحش سے وصیت کی تھی کہ جب میرے بھائی پر سخت مصیبت کا وقت پڑے تو میری طرف سے قاسمؑ کو نثار کر دینا۔ بیٹا باپ کی وصیت پر عمل کرنا ہے ہر عورت اپنے بیٹے کی بہادری پر ناز کر رہی ہے اور پہلے قربان کرنے کی کوشش کر رہی ہے لے قاسمؑ تم سبقت کرنا اور بزرگوں کی بہادری کے جوہر دکھلاتے ہوئے آقاؑ پر اپنی جان قربان کر دینا تاکہ میں اہل حرم میں سرخرو ہو سکوں ورنہ لوگ مجھ کو برا کہیں گے کہ ماں عزیز خاندان کی تھی بیٹا میری عزت تمہارے ہاتھ ہے۔

جناب قاسمؑ ماں کی باتیں غور سے سنتے رہے ایک مرتبہ جوش میں کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے لگے مادرِ گرامی چچا عباسؑ میرے استاد ہیں انہوں نے مجھ کو فنونِ سپہ گری میں ماہر کر دیا ہے انشاء اللہ! آپ کل میری بہادری دیکھنے گا کہ کس طرح اپنے بزرگوں کی عظمت و

چہرہ سرخ ہو گیا۔ عرض کیا۔ آقا! کیا دشمن خیام اہلبیت کے اندر
نکھس آئیں گے۔ امام نے فرمایا! ہنسی قاسم تمہاری زندگی میں کسی کی
کیا مجال ہے جو ایسا ہو سکے۔

جناب قاسم نے پھر جنگ کی اجازت چاہی امام نے بات کا رخ
بدلتے ہوئے فرمایا بیٹا! تمہارے نزدیک موت کیسی ہے؟ قاسم نے
عرض کیا۔ چچا جان موت میرے لئے شہید سے زیادہ شیریں ہے۔ یہ
جواب سن کر امام نے حضرت قاسم کو گلے سے لگا لیا اور دیر تک روتے
رہے۔ فرمایا۔ قاسم تم بیوہ ماں کے سہارے ہو۔ اپنی ماں کے پاس
جباؤ۔

جناب قاسم روتے ہوئے جناب ام فروہ کے پاس پہنچے اور عرض
کیا۔ مادر گرامی! میں نے ہر چند کوشش کر لی۔ لیکن آقا مجھ کو اجازت
نہیں دیتے۔ مادر قاسم نے کہا کہ بیٹا حضرت عباسؑ کو یہاں لے آؤ
جناب عباسؑ خیمہ کے اندر آئے جناب ام فروہ نے ان کو دیکھ کر فرمایا
عباسؑ تم مشکل کشا کے فرزند ہو۔ میری مشکل کو حل کر دو۔ قاسم
یتیم ہے اس کا باپ نہیں میں کس سے سفارش کروں۔ عباسؑ!
تم آقا سے سفارش کر کے قاسم کو جنگ کی اجازت دلو اور وہیں بھی
تمہارے ساتھ چل رہی ہوں۔

جناب عباسؑ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور واپس امام کی
طرف چل دیئے ان کے پیچھے مادر قاسم جناب قاسم کا ہاتھ پکڑے ہوئے
ساتھ ہو لیں۔ کسی نے امام سے کہا بیوہ حسن آ رہی ہیں! جناب امام
حسینؑ ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ فرمایا! بھابھی کیوں تکلیف کی

شجاعت کو روشن کرتا ہوں۔ اماں! آپ اتنا احسان کیجئے گا کہ
مجھ کو سب سے پہلے آقا سے جنگ کی اجازت دلو اور۔

یہ الفاظ قاسم نے اس جوش سے کہے کہ امام نے باہر سن لئے
اور حضرت عباسؑ سے فرمایا کہ تم شوق شہادت کو سن رہے ہو۔
عباسؑ یہ میرے بھائی کی نشانی ہے اس کی جدائی کیسے برداشت کرو گے
صبح عاشور جنگ شروع ہوئی اور اصحاب با وفانے اپنی اپنی
جان قربانی کے لئے پیش کرنا شروع کر دی۔ جو شہید ہو جاتا امام
اس کی لاش اٹھا کر خیام تک لے آتے جناب قاسم صبح سے تمام حالات
کو دیکھ رہے ہیں۔ جب اصحاب اور انصار شہید ہو چکے تو عزیزوں
کی باری آئی۔ اب جناب قاسم کی بے چینی بڑھی بار بار امام کے سامنے
ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے! چچا جان مجھ کو بھی اجازت دے دیجئے
لیکن امام مظلوم جناب قاسم کو گلے سے لگا لیتے اور گریہ کرتے ہوئے
فرماتے بیٹا! قاسم! تم میرے بھائی کی نشانی ہو۔ کس دل سے اجازت
دوں۔

جب زینبؑ کے دلارے شہید ہو گئے اور امام ان کی لاشیں
خیام تک لے آئے تو حضرت قاسم پھر چچا کے پاس گئے اور اجازت
طلب کی امام نے قاسم کی طرف نظر کی اور خاموش ہو گئے عزادار و
قاسم نے عجیب سوال کیا۔ پوچھا! چچا جان کیا فہرست شہداء میں میرا
نام ہے؟ امام نے غور سے چہرہ قاسم کو دیکھا۔ ہاں یا نہیں کے بجائے
فرماتے ہیں۔ قاسم! جھوٹے میں لیٹے ہوئے تمہارے چھوٹے بھائی علی
اصغرؑ کا نام ہے۔ جناب قاسم کی عزت اور حمیت نے جوش مارا۔

مجھ کو وہیں طلب کر لیا ہوتا۔ ام فروہ نے حسینؑ کے چہرے پر نظر ڈالی
فرمایا زمانے کے امام ایک بات عرض کرنا ہے۔ یوں اس نے فرمایا کہیئے۔
ام فروہ نے کہا! کیا بیوہ کا ہدیہ قبولیت کے لائق نہیں ہے یہ سننا تھا
کہ امام نے جناب قاسم کو چٹا لیا اور گویہ کہنے لگے۔ فرمایا! کیا میری
قسمت میری ہی لکھا تھا کہ میں گود کے پائے ہوؤں کی لاشیں اٹھاؤں۔
مادر قاسم نے جناب قاسم کے ہاتھ سے تعویذ کھولا اور نوشتہ
جناب حسنؑ امام مظلوم کے ہاتھ میں دے دیا۔ بھائی نے بھائی کی تحویہ
کو پہچانا اور بوسہ دینا شروع کیا اس میں تحریر تھا ”حسنؑ“ انبیاء
ناچیز ہدیہ پیش کرتا ہے اس کو قبول کر لو۔ امام حسینؑ بھی خط کو
دیکھتے اور کبھی قاسم کی طرف نظر کرتے۔ حضرت نے قاسم کا ہاتھ پکڑا
اور اپنے خیمے میں لے گئے اور جناب زینبؑ کو آوازی اور خط دکھا کر
کہا۔ بہن مجھ سے کبھی بھائی نے ایک وصیت کی تھی اس کو پورا کرنا ہے
فاطمہ کبرا کو بلاؤ۔ بھائی حسنؑ کے تبرکات منگوئے۔ جناب حسنؑ کا عمامہ
حضرت قاسم کے سر پر باندھ دیا۔ اور اس کے پیچ دونوں طرف لٹکا
دیئے اور فاطمہ کبرا کو پاس بٹھا کر جناب قاسم کا نکاح پڑھا اور ایک
آو سر دے کر مادر قاسم کی طرف دیکھا اور فرمایا تم لوگ گواہ رہنا میں
نے بھائی کی وصیت کو پورا کیا ہے۔ اس کے بعد جناب قاسم کو حضرت
عباسؑ نے اسلحہ سے آراستہ کیا انام نے گھوڑے پر سوار کرتے ہوئے
فرمایا بیٹا قاسم دل نہیں چاہتا لیکن بھائی کے حکم سے مجبور ہو گیا جاؤ
قاسم خدا حافظ! حکم ملتے ہی جناب قاسم نے گھوڑے کی باگ کو
صاف اعدا کی جانب موڑا۔ چوں کہ قاسم گھوڑے کی سواری بخوبی

جانتے تھے چشم زدن میں فوج اشقیاء کے سامنے پہنچ گئے اور رجز
پڑھنا شروع کیا۔ میارز طلبی کرتے ہوئے اس پھرتی اور بہادری سے
جنگ کی کھوڑی دیر میں کئی پہلوان واصل جہنم کر دیئے ابن سعد
نے عصفہ میں چلا کر ارزق شای پہلوان کو حکم دیا کہ تم مقابلہ کے لئے جلد
جا اور اس طفل کو قتل کر دے ارزق شای عرب کا مشہور شہسوار
اور فیل تن پہلوان تھا۔ ابن سعد سے کہنے لگا۔ اس لڑکے سے مقابلہ کرنا
میرے لئے تو بہن ہے اس لئے میں اپنے ایک لڑکے کو بھیجتا ہوں۔ وہ
اس کا کام تمام کر دے گا۔

ارزق کا بڑا لڑکا جناب قاسم کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھا۔ اور
دونوں میں نیزہ آزمائی شروع ہو گئی۔ جناب قاسم نے اس کے کئی وار خالی
جانے دیئے۔ ایک مرتبہ پینتر بدل کر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا سر تن
سے جدا ہو گیا ارزق نے دوسرے لڑکے کو حکم دیا کہ جلد جا کر بھائی کا
بدل لے وہ عصفہ میں بیھرا اور پیچ و تاب کھاتا ہوا آیا اور آتے ہی جناب
قاسم پر وار کیا۔ جناب قاسم ایک جانب ہٹ گئے چوں کہ اس نے پورے
زور سے وار کیا تھا۔ اپنے بدن کو نہ سنبھال سکا۔ اور وار خالی جانے
سے جھک گیا۔ جناب قاسم نے زور سے تلوار ماری۔ ملعون دو ٹکڑے
ہو کر ٹرا۔

حضرت قاسم نے باواز بلند لغرہ مارا۔ جناب عباسؑ اور امامؑ غلام
حضرت قاسم کی بہادری اور جنگ دیکھ کر جوش شجاعت کی تشریف
کر رہے تھے ارزق عصفہ سے بے قابو ہو رہا تھا اپنے نیرے اور چوتھے لڑکے
کو بھیجا کہ تم دونوں مقابلہ کرو لیکن دونوں ادھر ادھر کتر کر پختے

بڑے اور وہ گھمسان کی جنگ کی کہ فوج اشقیاء میں بھگدڑ مچ گئی جو سامنے آتا جناب قاسم اس کو قتل کر دیتے لوگوں نے اپنی جان بچانے کی کوشش شروع کر دی۔

لیکن ایک بھوکا پیا سا کب تک جنگ کرتا۔ تسہ لٹا اور پیر رکاب سے نکل گیا۔ حضرت قاسم نے چاہا کہ جھک کر درست کر لیں کہ ایک شقی نے موقع سے فائدہ اٹھا کر پوری طاقت سے تلوار کا وار کیا۔ جناب قاسم شدید زخمی ہو گئے اور گھوڑے پر نہ سنبھل سکے گھوڑے سے زمین پر آئے زخموں میں اضافہ ہوتا گیا۔ آواز دی یا عمّا کا ادر کخ چچا جان میری مدد کیجئے۔ اس آواز کا سننا تھا کہ امام مظلوم نے حضرت عباسؓ سے کہا بھائی جلد چلو قاسم بیکار رہا ہے۔ دونوں بھائیوں نے بڑے بھائی کی نشانی کو بچانے کی خاطر فوج اشقیاء پر حملہ کر دیا۔

عزاد اور اکیس زبان سے عرض کر دوں کہ حملہ کی شدت سے فوج اشقیاء نے بھاگنا شروع کر دیا۔ اور ادھر کی فوج اُدھر اور اُدھر کی فوج اُدھر بھاگی۔ جس کے نتیجے میں جناب قاسم کا جسم نازک گھوڑوں کی ٹاپوں سے یا مال ہو گیا جب امام قریب پہنچے تو جناب قاسم کی لاش کے ٹکڑے جگہ جگہ بکھرے ہوئے ملے۔ امام مظلوم پاس بیٹھ گئے اور گریہ کرنے لگے اپنی عباؤ کو زمین پر بچھایا اور لاش کے ٹکڑوں کو بکھری کی طرح بانڈھ لیا اور حیا مر اہل حرم کی طفرہ رنج کیا۔ تمام بیبیاں درخیمہ پر کھڑی ہوئی تھکیں۔ جیسے ہی امام نے لاش لا کر رکھی۔ ایک دم کہرام

ہوئے وار کر رہے تھے کہ اتنے میں جناب قاسم نے ان دونوں کا بھیغایا کر دیا۔ اب تو ارزق کی نظر دنیا میں اندھیر ہو گئی غصہ سے آنکھوں میں نمون اتر آیا۔ مست باہقی کی طرح چنگھاڑتا ہوا نیزہ تانے ہوئے گھوڑے کو تیز دوڑاتا ہوا آیا اور آتے ہی دور سے نیزہ مارنے کی کوشش کی۔

جناب قاسم نے وار کو خالی دیا۔ پھر ملعون نے زور سے نیزہ مارا تو جناب قاسم نے نیزہ پر تلوار ماری اور نیزے کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

ارزق ملعون نے فوراً تلوار بھیج لی۔ لیکن جناب قاسم نے وار کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اور الگ بہٹ گئے دونوں ایک دوسرے پر وار کر رہے تھے کہ ایک مرتبہ ارزق نے پورے زور سے حملہ کیا جناب قاسم پیچھے ہٹے۔ ملعون اپنے بھاری جسم کو نہ سنبھال سکا۔ جناب قاسم نے فوراً تلوار سے وار کر کے اس کو گھوڑے سے گرا دیا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا ادھر جناب قاسم نے لغزہ بلند کیا۔ جواباً حضرت عباسؓ نے اللہ اکبر کہا۔

فوج اشقیاء کو ارزق شامی کی وجہ سے بڑا گھمنڈ تھا۔ اس کے قتل ہوتے ہی سب کی بہت پست ہو گئی۔ جناب قاسم نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھلا کر یہ ثابت کر دیا کہ جس کا بیٹا چھوٹی اسی عمر میں اتنا بہادر ہے اس کا باپ اپنے زمانے میں کس قدر شجاع ہوگا۔ جناب عباسؓ نے قاسم کی جنگ کی تعریف کرتے ہوئے ابن سعد کو آواز دی کہ اور کسی پہلوان کو مقابلے کے لئے کیوں نہیں بھیجتا ہے۔ ابن سعد لعین غصہ سے بیچ و تاب کھانے لگا اور پوری فوج کو حملہ کا حکم دے دیا۔ جناب قاسم غنیمت میں آکر پیچھے ہوئے شیر کی طرح چھپٹ

مجلسِ یازدہم

فضائلِ حضرت امام حسینؑ اور شہادتِ جناب علی اکبرؑ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ تَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حُسَيْنٍ مَّائِي دَامَ اَمِنِ
الْحُسَيْنِ۔

جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا حسینؑ مجھ سے ہے اور میں
حسینؑ سے ہوں دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اس کا خون
میرا خون ہے اس کا گوشت میرا گوشت ہے جس نے حسینؑ سے
محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس سے دشمنی
کی یا بغض رکھا اس نے مجھ سے دشمنی کی اور بغض رکھا۔
اسی طرح سے قرآن مجید کی آیت کے لحاظ سے آیۃ مودت
سے ان کی محبت واجب اور انہیہ طیعو سے ان کی اطاعت
واجب ہے رسول اکرمؐ نے عملی طریقہ سے بار بار ان کی فضیلت
کو امت پر ظاہر کیا تاکہ محبت قائم ہو جائے۔

عید کے موقع پر کاندھ پر سوار کر کے دکھلایا اور جب کسی
نے کہا کہ حسینؑ تمہاری سواری کتنی اچھی ہے تو حضرت نے عقبہ
سے فرمایا۔ یہ کیوں نہیں کہتا کہ کتنا اچھا سوار ہے۔ مہابہ میں نصاریٰ
بنی بنجران کے سامنے صداقت کی گواہی میں پیش کیا۔ کافران کو

ہٹا ہو گیا۔ تمام اہل حرم و خلعت بین کر رہے تھے۔ ہائے مادرِ قاسم کو
کن الفاظ میں پڑھا دوں۔ بی بی آپ نے بڑی محنت اور مرادوں سے
پالاکھا۔ لیکن جب قاسم کی پامال شدہ لاش دیکھی ہوگی تو دل پر کیا
گزری ہوگی۔

ادھر ماں بچھاڑیں کھا رہی تھی ادھر جناب فاطمہؑ کی کبریا کی عجب
حالت تھی۔ زینبؑ کبھی مادرِ قاسم کو صبر کی تلقین کرتی ہیں اور کبھی
کبرا کو سینے سے چٹا لیتی ہیں۔

امام مظلومؑ نے تمام بیویوں کو صبر کی تلقین کی اور حضرت قاسمؑ
کی لاش کو اٹھا کر جناب علی اکبرؑ کی لاش کے برابر رکھ دیا اور درمیان
میں اس قدر جگہ رکھی کہ خود بیٹھ گئے ایک ہاتھ جناب قاسمؑ کی لاش
پر دوسرا ہاتھ جناب اکبرؑ کے سینہ پر رکھا۔ رُخ آسمان کی طرف کر کے
ایک آہ سرد دے کر فرمایا۔ دَاغْرَبْنَا۔ دَاْمَصِيْبًا پالنے والے تو گواہ رہنا۔
میں نے اپنی عزیز ترین بہنیوں کو تیری راہ میں قربان کر دیا ہے ان
کی جدائی سے آنکھوں کی بصارت جاتی رہی اب وعدہ لطفی پورا کرنے
کی تیاری ہے فرمایا اے اللہ

کوئی ہدیہ ترے قابل نہیں پاتا ہے حسینؑ
ہاتھ خالی ترے دربار میں آتا ہے حسینؑ
اَلَا تَحِبُّ اللّٰهُ عَلٰی الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ فَيُعَلِّمُوْنَ الزَّكٰفِ
فَلَمَّا اَيَّ مَنَقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ ۝

دیکھ اتنے مرعوب ہوئے کہ جزیہ دنیا قبول کر لیا اور ان کی عظمت و سچائی کو دل سے قبول کر لیا حالانکہ کافر تھے لیکن صداقت کے پیکروں کو دیکھ کر کہنے لگے کہ ان سے مقابلہ نہ کرو یہ اگر بددعا کر دیں تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ یہ ہے ان کی عظمت و بزرگی کی دلیل۔

انگر مسجد میں سجدے کی حالت میں نانا کے دوست پر سوار ہو گئے تو جبکہ خدا سجدے کو اس قدر طول دیا کہ لوگ گھوٹ اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے رسول سجدے سے سر کیوں نہیں اٹھاتے؟ بعد میں جب پوچھا تو حضرت نے ارشاد فرمایا۔ پروردگار نے وحی کے ذریعہ سے اطلاع دی تھی کہ جب تک حسین خود نہ اترے سجدے سے سر نہ اٹھانا۔ مومنین! غالباً امام حسینؑ نے اسی دن سے عہد کر لیا ہوگا کہ نانا! آپ نے تو سجدے سے سر اٹھا لیا۔ لیکن جب میرا وقت ہوگا تو ایک سجدہ ایسا ادا کروں گا کہ سجدے سے سر خود نہیں اٹھائے گا۔ بلکہ شمرؑ سر کو تن سے جدا کر کے نوب نیزہ پر بلند کرے گا اور اس سجدے کو اپنے اور اپنی اولاد کے خون سے اس قدر رنگین بنا دوں گا کہ دنیا قیامت تک اس سجدے کی عظمت سے مغرور نہیں ہو سکے گی۔

ختمی مرتبت ان کی عظمت اور فضیلت کو محض اولاد ہونے کی وجہ سے نہیں بڑھا رہے تھے بلکہ حکم خدا کی تکمیل کر رہے تھے جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ ہمارا رسولؐ اپنی جانب سے کچھ نہیں کہتا۔ جب تک اس کو وحی کے ذریعہ

سے حکم نہ دیا جائے۔ اب رسولؐ کا یہ کہنا کہ حسینؑ مجھ سے بے ظاہر ہے کہ حسینؑ نواسۂ رسولؐ یعنی بیٹی کے فرزند ہیں۔ لیکن حدیث کا دوسرا جز کہ میں حسینؑ سے ہوں بڑی تفصیل اور وضاحت کا حامل ہے۔

آنحضرتؐ پوری امت کے اعمال کے نگراں شاہد اور شہید ہیں۔ اور شہادت عینی ہونا چاہیے یہی حیات النبیؐ کا ثبوت ہے۔ شہادت دو قسم کی ہوتی ہے۔ سبّری اور جہری یعنی خفیہ اور علانیہ اگر اس قسم کی شہادت بذات خود رسولؐ کی ہوتی تو دین ختم ہو جاتا اور جملہ انبیاء ماسلف کی محنت رائیگاں ہو جاتی۔

جیسا کہ آپؐ کو معلوم ہے جنگ اُحد میں جب رسولؐ زخمی ہو کر گر پڑے لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ محمدؐ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اب ہم کو اپنے پرانے دین پر لوٹ جانا چاہیے اور قرآن شاہد ہے کہ پہاڑ کی طرف ایسے بھاگ رہے تھے جیسے جنگلی بھدیاں بھاگتی ہیں۔ اس لئے پروردگار کا ظلم نے شہادت کا درجہ اور عظمت کو نواسوں کے ذریعہ سے عطا کیا اور بڑے نواسے کو شہادت سبّری اور چھوٹے نواسے کے لئے شہادت جہری کو مقدر کر دیا۔ اس لئے فرمایا کہ میں حسینؑ سے ہوں۔

جس دین کے پھیلانے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ نے کوشش کی اور آنحضرتؐ نے اپنی پوری زندگی مصیبت برداشت کر کے دین کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اب حسینؑ میری نیابت اور جملہ انبیاء کی وراثت کی حفاظت کرتا ہوا درجہ شہادت پر فائز ہوگا۔ لیکن شہادت آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے اللہ نے شرط لگا دی ہے ارشاد رب العزت ہے کہ ہم امتحان کی منزل پر تم کو آزمائیں گے۔ بھوک سے پیاس سے۔

پیار کی شدت جان و مال اور اولاد کی قربانی اور عزت نفس میں پورے اہل حرم کی بے مقصد و چادر رسن بستا سیری۔ درباروں میں پیشی اور در بدر تشہیر ہونا۔ غرض کہ مکمل طور پر آزمائش پر پورے اترے اور ختمی مرتبت کے صحیح وارث ہونے کا وہ عملی ثبوت پیش کیا کہ آج تک دنیا تر دیدہ نہ کر سکی اور نہ قیامت تک کر سکے گی۔

مصائب و آلام میں کسی مقام پر بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا یہ قلب حسین ہی تھا جو ان مصائب کو برداشت کر گیا۔ بلکہ امام مظلوم نے اپنے ساتھیوں کو بھی وہ بصارت بخش دی تھی کہ ہر شخص ایک دوسرے پر فوقیت لے جانے کی کوشش میں تھا اور پہلے شہید ہونے کی آرزو کرتا تھا۔ یہاں تک کہ بعد شہادت امام بیسویں اور پچھونے وہ صبر کا مظاہرہ کیا کہ دنیا قیامت تک مثال پیش نہیں کر سکتی۔

امام حسینؑ اس چھوٹے سے قافلے کو کہ جس میں ضعیف، جوان، کمسن اور شیر خوار سب ہی شامل تھے لے کر اپنی وعدہ گاہ کی طرف چل دیئے۔ دوسری محرم کو کوہ بلا کی زمین پر پہنچ کر خیمہ اہلبیت نصب کر دیئے گئے زمینداروں کو بلا کر ان سے زمین خریدنے کے لئے بات چیت کی یہ خبر جناب زینبؑ کو جب ملی کہ بھائی زمین خرید رہے ہیں تو جناب فضا کو بلا کر کہا بھائی سے کہو کہ اس زمین کا قبالہ میرے اکبر کے نام لکھا جائے امام نے بہن کی خواہش کو ٹنا اور ایک آہ سرد لے کر فرمایا۔ فضہ زینبؑ سے کہہ دو اب قیامت تک اکبر کا اس زمین پر قبضہ رہے گا جناب فضہ نے واپس جا کر بتلایا کہ مولانا یہاں بالکل رہنے کے لئے سب سے ہدایت کر رہے ہیں۔ اور یہاں کے زمینداروں سے ایسی ہی بات

جان و مال اور اولاد کی قربانی سے اور پھر سب سے بڑھ کر عزت نفس کی آزمائش سے اور اللہ تو صابروں کے ساتھ ہے۔

ان شرائط پر انبیاء ماسلف کے امتحان ہونے لیکن جدا جدا۔ کسی نے جان کی قربانی دی۔ کسی نے مال اور اولاد قربان کر کے خوشنودی رب حاصل کی کسی نے عزت نفس کی قربانی دی اور اللہ کی رضا اور تقرب الہی حاصل کیا۔ مثلاً جناب یعقوبؑ کے بارہ فرزند تھے ایک بیٹا جدا ہو گیا حالانکہ علم نبوت سے معلوم تھا کہ یوسفؑ زندہ ہیں لیکن فراق پیسر میں اس قدر گریہ کیا کہ آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ صبر ایوبؑ کی قرآن مجید میں بڑی تعریف کی گئی ہے لیکن جب عزت نفس کا معاملہ پیش آیا اور زوجہ کے سر کے بال کٹے ہوئے دیکھے تو صبر نہ ہو سکا اور دعا کی کہ پروردگار مجھ کو صحت دے دے اور قصاص لینے کی قسم کھائی۔

اسی طرح جناب ابراہیمؑ جناب حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کے لئے لے جا رہے ہیں تو کس قدر انتظام ہو رہا ہے حالانکہ دونوں بنی ہیں۔ مگر اولاد کا معاملہ ہے باپ بیٹے پر چھری کس طرح چلائے۔ جناب ابراہیمؑ نے آنکھوں پر پٹی باندھی۔ جناب اسماعیلؑ نے اپنے ہاتھ پیر بندھوا تاکہ شفقت پدری میں ہاتھوں کے اندر لرزش نہ پیدا ہو جائے۔

بس اولاد والوں کا مجمع ہے۔ ذرا غور کیجئے۔ قربان جائیں ہماری جانیں امام مظلوم پر کہ اکبر جیسا کوئلہ جو ان فرزند جو شبہ پر رسولؐ رشک یوسفؑ اور فخر جناب اسماعیلؑ تھا۔ خدا کی راہ میں قربان کر دیا اور جناب ابراہیمؑ کے خواب کی تعبیر اور ذبح عظیم کی مکمل تصویر پیش کر دی۔ اللہ کے حکم کے مطابق کھوڑے سے وقت میں جملہ شرطیں پوری کریں بھوک

چیت ہومر ہی ہے۔

دوسرے دن فوج اشقیاء کے دستے مختلف سرداروں کی معیت میں آنا شروع ہوئے۔ فوجیں جمع ہوتی رہیں بیسیوں اور بچوں کے دل دہلتے رہے اور رسول کا نواسہ نزعہ اعدا میں گھبراتا گیا۔ جناب زینبؓ نے امام سے فرمایا بھیا یہ لوگ تو سب ہمارے دشمن ہیں۔ کیا ہمارا کوئی دوست نہیں آپ بھی اپنے دوستوں کو جمع کیجئے۔ امام منطووم نے بہن کو تسلی دی اور فرمایا۔ یاں میں نے بھی اپنے دوستوں کو اطلاع کر دی ہے۔

فوج یزیدی کی طرف سے روز بروز سختی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ سات عمر سے خیام اہلیت پر پانی بند کر دیا گیا۔ پیاس سے چھوٹے چھوٹے بچوں کی صدائے العطش سے جو انان بنی ہاشم کے دل بے قابو تھے آخر جناب عباسؓ کی نگرانی میں سب نے پانی کی بہت کوشش کی۔ کئی کنوئیں بھی کھودے لیکن پیاسوں کی قسمت میں پانی کہاں تھا۔ کامیابی نہیں ہوئی۔

شب عاشورا اہل بیتؑ کے لئے بڑی سخت مصیبت اور پریشانی کی رات تھی۔ پوری رات تسبیح و تہلیل میں گزری۔ بیبیاں اپنے اپنے بچوں کو بہادری کے کارنامے سنا کر جوش و ہلاک رہی کھین اور آقا پرستے

پہلے اپنی جان قربان کرنے کی ہدایت کر رہی تھیں۔ ایک خیمہ میں مادر علی اکبر جناب ام لیلیٰ بیٹھی ہوئی تھیں۔ ماں کے زانوں پر سر رکھے ہوئے علی اکبر لیٹے تھے۔ سب روشن تھی۔ ماں جناب علی اکبر کی زلفوں پر کنگی کرتی جاتیں اور حسرت سے فرمائیں۔ حالات تو خراب نظر آ رہے ہیں۔ خدا معلوم کل بھی یہ صورت دیکھنی نصیب ہوگی یا نہیں! ایک مرتبہ

علی اکبر کی صورت کو غور سے دیکھ کر فرمایا۔ بیٹا! کل شہادت کا دن ہے۔ کوئی کسر رہ نہ جائے ورنہ لوگ مجھ پر انگلیاں اٹھائیں گے کہ یہ ماں کے دودھ کا اثر ہے تم کو بہادری خانہ دانی وراثت میں ملی ہے۔ اور عباسؓ جیسا استاد ملا ہے جو بہادری میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ علی اکبر غور سے سنتے رہے کہا۔ مادر گرامی! بابا کو مجھ سے بہت محبت ہے اجازت مشکل سے ملے گی۔ آپ میری مدد کر کے بابا سے اجازت دلوا دیں۔ جناب ام لیلیٰ نے ارشاد فرمایا بیٹا مجھ سے زیادہ حق تمہاری کچھ بھئی کا ہے انہوں نے ہی تم کو پالا ہے۔ میں ان کے مقابلے میں کچھ نہیں بول سکتی۔ جناب علی اکبر خاموش ہو گئے ماں ٹٹنگی باندھے چہرہ اکبر کو دیکھ رہی۔

ابھی تھوڑی دیر گزری تھی علی اکبر آرام کے لئے لیٹے تھے کہ چونک کر اٹھ بیٹھے ماں نے پوچھا کیا بات ہے فرمایا۔ مادر گرامی ابھی میری آنکھ لگ گئی تھی کہ میں نے ایک بڑا ہولناک خواب دیکھا میں بابا کے پاس جا رہا ہوں یہ کہہ کر خیمہ سے باہر تشریف لائے۔ دیکھا کہ امام کھڑے ہوئے ہیں علی اکبر کو دیکھ کر فرمایا بیٹا کیا بات ہے؟ علی اکبر نے عرض کیا بابا میں نے ابھی ابھی ایک ہولناک خواب دیکھا ہے میں بہت پریشان

ہوں۔ اس کی تعبیر چاہئے امام نے فرمایا اکبر بیان کر دو کیا دیکھا؟ علی اکبر کہنے لگے بابا میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے جو خون سے بھرا ہے اور آپ تنہا درمیان میں کھڑے ہیں اور جانور ان صحرائی آپ پر حملہ کر رہے ہیں اور آپ کے جسم کا گوشت نوح رہے ہیں حملہ شدید ہوا اور آپ کا ایک ہاتھ جدا ہو گیا بابا پھر حملہ اور شدید ہوا اور آپ

کی آغا! جب تک غلام موجود ہیں۔ شہزادے کو ہرگز نہیں جانے دیں گے۔ مومنین جیسے جیسے وقت گزرتا گیا امام سب کی لاشیں خیام تک لاتے رہے جب انصار اپنی جانیں نثار کر چکے تو عزیزوں کی باری آئی۔ گودے ہالے ہوئے عون و محمد اور قاسم بھی شہید ہو چکے تو علی اکبر باپ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ بابا! مجھ کو بھی اجازت دیجئے۔ امام خاموش ہو گئے اور دوسری طرف رخ کر لیا۔ علی اکبر نے پھر سوال کیا تو امام نے اکبر کی طرف نظر کی اور فرمایا! اکبر تم صاحبِ اولاد ہوتے اور تمہارا فرزند مرنے کی اجازت مانگتا تو تم کیا جواب دیتے۔ بیٹا! کس دل سے تم کو مرنے کی اجازت دوں جاؤ! اپنی ماں سے پہلے اجازت لو۔

یہ سن کر علی اکبر کا چہرہ دمک اٹھا اور خیمہ میں جا کر ماں سے لپٹ گئے مادرِ گرامی! بابا نے اجازت دے دی اب آپ بھی اجازت دے دیں۔ ماں نے حسرت سے جوان بیٹے کے چہرے پر نظر ڈالی اور فرمایا۔ اکبر تم اٹھارہ سال کی کمائی ہو میں نے بڑے ارمانوں سے یوں گزارے ہیں۔ میری تمنا تھی کہ دلہن بیاہ کر لاؤں گی ہائے اکبر! تم میری تمناؤں کا خون کر کے موت سے ہمکنار ہونے کی اجازت مانگتے ہو۔ مگر میری قسمت میں تمہاری جدائی لکھی ہے، تمہیں روک بھی نہیں سکتی۔ جاؤ اکبر! خدا حافظ۔

یہ سن کر علی اکبر خیمہ سے باہر آئے اور کہا بابا! مجھ کو مادرِ گرامی نے اجازت دیدی اب جنگ کی اجازت دیجئے امام نے فرمایا۔ بیٹا! ابھی سخت مرحلہ باقی ہے اپنی چھوٹی سی اجازت لے لو۔ انہوں نے

کا دوسرا ہاتھ بھی جدا ہو گیا۔ ابھی حملہ جاری تھا کہ آپ کی کمر جھک گئی اور پھر فوج سے حالت نہیں دیکھی گئی اور گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ اب آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ بابا جلد تعمیرِ بتلائیے۔

امام نے غور سے علی اکبر کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ علی اکبر تم نے ٹھیک دیکھا ہے سنو! وہ یہی کہ بلا کا چٹیل میدان ہے کہ جس میں عزیز و انصار کا خون بھرا ہوا ہے میرے جسم پر جانور ان جانورانی یعنی اعدا حملے کر رہے ہیں اور ایک ہاتھ کی جدائی قاسم کی شہادت ہے کہ عباس کے غم میں جھک جائے گی۔ یہ کہہ کر مولانا خاموش ہو گئے علی اکبر نے سوال کیا بابا وہ دوسرا ہاتھ امام نے کوئی جواب نہیں دیا اور چند قدم بڑھ گئے۔ جناب علی اکبر کی بے حدی بڑھی۔ پھر فرمایا بابا وہ دوسرا ہاتھ امام نے پھر خاموشی اختیار کی اور چند قدم آگے بڑھ گئے علی اکبر کی پریشانی اور بڑھی آگے جا کر عرض کیا بابا! وہ دوسرا ہاتھ نہیں بتلایا۔ حضرت نے غور سے دیکھا اور فرمایا علی اکبر وہ تیری جدائی ہے بیٹا میں وہیں جواب دے دیتا لیکن قریب ہی زینب کا خیمہ تھا۔ اس لئے نہیں بتلایا کہ زینب کو خبر نہ ہو جائے۔

ہائے افسوس! امام کی ابھی تو یہ احتیاط ہے کہ بہن کو خبر نہ ہو جائے۔ لیکن غمزدہ بہن کے مقدر میں تو کڑیل جوان کی لاش پر گریہ کرنا لکھا تھا۔ صبح عاشور نمودار ہوئی طبلِ جنگ بجا شروع ہو گئے۔ فوجِ اشقیانے تیر پھینکا شروع کر دیئے امام نے علی اکبر کی طرف دیکھ کر فرمایا قَدِّمِ دُؤْدٰی۔ بیٹا سبقت کرو۔ اشقیانے مقابلے پر آمادہ ہیں۔ یہ جملہ عزیز و انصار نے سنا امام کے اطراف جمع ہو گئے عرض

اپنی اولاد سے زیادہ تمہاری پرورش میں محنت کی ہے۔ اکبر نے قدم بڑھائے ہی تھے کہ امام نے آواز دی۔ اکبر! کھڑو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں دونوں خمیہ زینب میں پہنچے تو جناب زینب کھڑی ہو گئیں اور علی اکبر کی طرف دیکھا۔ لیکن علی اکبر پھوپھی کے سامنے خاموش کھڑے ہو گئے زبان سے کچھ بھی نہ نکلا۔ جناب زینب بھی ٹٹنگی باز دیکھ رہی ہیں۔ مگر بھائی کے خیال سے نہیں بولتیں۔ کہ امام نے اس خاموشی کو اس طرح توڑا۔ فرمایا! زینب! حالانکہ تم مجھ سے چھوٹی ہو لیکن اس وقت اماں کی نیابت کر رہی ہو۔ لہذا میرا تم سے ایسا حال ہے! تم کو میرے حق کی قسم ہے علی اکبر کو اجازت دے دو بیٹنا تھا کہ جناب زینب نے گم دن جھکالی۔ فرماتی ہیں اکبر! کیا اسی دن کے لئے میں نے تمہیں پالا تھا۔ میری تو بڑی تمنائیں تھیں۔ اچھا! اکبر جاؤ خدا کے حوالے کیا۔

عزادار وہ ابیہ الفاظ اس درد سے ادا کئے کہ سر جھکا کر دیر تک روتی رہیں۔ امام نے بہن کو تسلی دے کہ خاموش کر آیا اور علی اکبر کو اپنے خیمہ میں لے گئے بہن کو بلایا اور رسول خدا کے تبرکات منگوائے اور علی اکبر کو سامنے کھڑا کر کے ختمی مرتبت کا پورا لباس عمامہ پٹکا اور عبا وغیرہ زیب تن کر کے بالکل شبہیہ رسول بنا دیا اور دیر تک بیٹے کی طرف دیکھا سچرا آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے فرمایا! پالنے والے تو گواہ رہنا میں اپنے اس فرزند کو فوج اشقیاء میں بھیج رہا ہوں جو صورت میں، سیرت میں، لطف اور خلق میں ہر طریقہ سے شبہیہ رسول ہے جب میں تیرے حبیب کی زیارت کا مشتاق ہوتا تھا تو اس فرزند

کو دیکھ لیا کرتا تھا۔

اس کے بعد علی اکبر کو اسلحہ سے آراستہ کیا اور گھوڑے پر سوار کر کے رخصت کیا۔ جیسے ہی علی اکبر خیمے سے نکلنے لگے بیبیاں دوڑ کر چپٹ گئیں ایک کہرام مچا پٹکا۔ کسی نہ کسی صورت علی اکبر نے گھوڑا بڑھانا چاہا تو امام نے آواز دے کر روکا۔ اکبر! آہستہ آہستہ چلو اور پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتے جاؤ تاکہ آخری مرتبہ زیارت کر لوں علی اکبر گھوڑی دور گئے ہوں گے کہ پیچھے مڑ کر جو دیکھا۔ امام چلے آ رہے ہیں گھوڑا روک دیا اور عرض کیا بابا! آپ نے تو مجھ کو اجازت دے دی تھی امام مظلوم نے فرمایا بیٹا تم نہیں جا رہے ہو میری جان نکلی جا رہی ہے میری آنکھوں میں اندھیرا چھا رہا ہے۔ اچھا جاؤ علی اکبر خدا حافظ و نامر۔

علی اکبر نے تیزی سے گھوڑا دوڑایا اور چشم زدن میں فوج اشقیاء کے سامنے پہنچ گئے اور رجز پڑھنا شروع کیا۔ سرداران فوج حیرت سے ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کیا محمد عربی خود جنگ میں شرکت کرنے آ گئے ہیں لوگوں نے بتلایا یہ حسین کا فرزند ہے جو بالکل رسول سے مشابہ ہے علی اکبر جنگ کے لئے آگے بڑھے۔ ابن سعد نے مقابلے کے لئے نامی گرامی پہلوان بھیجنے شروع کئے لیکن فاجح خیر کے پوتے نے سب کو جلد ہی تہہ تیغ کر دیا ابن سعد نے غصہ سے فوج کو لگا لگا کر حملہ کر کے اس کو فوراً قتل کر دو جنگ شروع ہوئی علی اکبر بھی پھرے ہوئے شیر کی طرح جھپٹ پڑے اور جلدھر بھی کوئی دکھائی دیتا قتل کرتے جاتے۔ فوج میں ابتری پھیل گئی اور روباہوں کی طرح بھاگنا

تک فوج اعداء کا مقابلہ کرتا۔ جنگ کا نقشہ بگڑا۔ ایک شقی نے سینہ اکبر پر زور سے برچھی سے وار کیا۔ برچھی کا پھل ٹوٹ کر سینہ اقدس میں گڑھ کیا۔ زخم کاری تھا۔ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین سے زمین پر تشریف لائے آواز دی۔ یا آبتا ادر کھٹے۔ بابا مدد کو آئیے۔

امام مظلوم درخیمہ پر کھڑے بیٹے کی جنگ دیکھ رہے تھے بیٹے کی صدا سنی ایک مرتبہ ام لیلیٰ کو آواز دی لیلیٰ اکبر کے لئے دعا کرو کہ ماں کی دعا بیٹے کے حق میں جلد مستجاب ہوتی ہے ام لیلیٰ نے بال کھول دیئے فرماتی ہیں اے یوسف کو یعقوب سے ملانے والے اے اسماعیل کو ہاجرہ سے ملانے والے میرے فرزند کو جلد مجھ سے ملا دے بار الہا مجھ پر رحم فرما۔

ادھر امام مظلوم علی اکبر کی طرف چلے۔ جناب زینب درخیمہ پر بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ ام لیلیٰ اندر بھاڑ کھا کر گریں۔ اہل حرم میں ایک کھرام بپا ہو گیا۔ ضعیف باپ جوان بیٹے کی میت اٹھانے کے لئے جا رہا ہے امام حسین فوراً گھوڑے پر سوار ہوئے اور تیزی سے یوسف کر بلا کی جانب بڑھے راستے میں فوج پر حملہ کرتے جاتے اور بیٹے کو آواز دیتے جاتے۔ بیٹا علی اکبر! آواز دو مجھ کو دکھلائی نہیں دیتا آنکھوں سے گھونٹا نہیں مجھ دل ملوں کو اے ظالمو دکھا دو شبیہ رسول کو

ہے کوئی جو عزت کے عالم میں میری ضعیفی پر رحم کھا کر نو جوان بیٹے کی لاش پر پہنچا دے۔ ہے کوئی جو میری مشکل کو حل کر دے۔ مصطر ہوں شکل اس کی دکھا دو حسین کو فرزند نو جوان سے ملا دو حسین کو

شروع کر دیا۔ علی اکبر نے دور تک اُن کا پیچھا کیا۔ جب فوج کافی دور نکل گئی تو رُک گئے اور گھوڑا واپس موڑ کر بابا کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔

بابا نے نو جوان بیٹے کی پہلی جنگ دیکھی علی اکبر نے کہا بابا اگر گھوڑا سا پانی مل جاتا تو اشتیاق کو بزرگوں کی جنگ یاد کرو دیتا عزا دارا حسین مقام غور ہے امام مظلوم پر کس قدر مصیبت کا وقت ہے۔ بیٹا بہادری کے جوہر دکھلا کر آیا ہے اور کوئی انعام طلب نہیں کر رہا ہے بلکہ پانی سی ناچیز شے کا سوال ہے امام نے فرمایا بیٹا اپنی زبان میرے منہ میں دے دو۔ شاید پیاس بجھ جائے علی اکبر نے حکم کی تکمیل کی۔ لیکن فوراً اپنی زبان باہر نکال لی۔ عرض کیا بابا! آپ کی زبان میں تو مجھ سے زیادہ کانٹے پڑے ہوئے ہیں امام مظلوم نے اپنی انگوٹھی اتار کر اکبر کے منہ میں دیدی فرمایا بیٹا جاؤ! تمہارے دادا حوض کوثر پر انتظار کر رہے ہیں وہ تمہیں سیراب کریں گے۔

مومنین! سنا آپ نے امام نے پانی ملنے کی تسلی بھی دیدی اور اور ساتھ ہی شہادت کی نشانت بھی یہ حسین ہی کا جگر تھا اس صبر حسین پر جناب ابراہیم نے فخر کیا ہو گا کہ اس طرح قربانی پیش کی جاتی ہے جناب علی اکبر باپ کا اشارہ ملتے ہی پھر میدان جنگ کی طرف چلے بکھری ہوئی فوج یکجا ہو چکی تھی۔ جنگ شروع ہوئی ابن سعد کے اشارے پر فوج نے پیچھے ہٹ کر بیچ میں جگہ دے دی علی اکبر جوش شجاعت میں لڑتے ہوئے بڑھتے چلے گئے۔ فوج اشتیاق نے حلقے کو تنگ کر کے چاروں طرف سے گھیر لیا اور ہر طرف سے وار ہونے لگے۔ ایک بھوکا پیاسا کب

کی لاش کو اٹھانے میں سہارا دیا۔

لاش خیمہ میں آئی ماں نے جب علی اکبر کو اس حال میں دیکھا
ہائے میرے لال! کہہ کر ایک چیخ ماری اور لاشے پر گر پڑیں۔ جناب
ہاجرہ نے جناب اسماعیل کے گلے پر صرف چھری کا نشان دیکھ لیا تھا
تو پوری زندگی یاد کر کے روتی رہیں اور کہتی تھیں کہ اگر میرا اسماعیل
ذبح ہو جاتا تو کیا کرتی لیکن افسوس! مادر علی اکبر نے جو ان بیٹے کے سینہ
پر برہی کے پھل کا زخم دیکھ کر کیسے برداشت کیا ہوگا۔ بیٹے کی
لاش سامنے پڑی ہوئی ہے اور چاروں طرف بیٹیاں پڑسا دے
رہیں ہیں مگر یہ سے ایک کھرام بچا تھا۔

جناب زینب کو مکن الفاظ میں پڑسا دیا جائے۔ بی بی!
یہ تمہاری اٹھارہ سال کی محنت ہے۔ جو کربلا کی چینی ہوئی
زمین پر بے حبان پڑی ہے تم نے صبر اور بہادری کے وہ جوہر
دیش کئے کہ قیامت تک دنیا کی کوئی عورت تمہاری مثل نہیں
لا سکتی۔ کربلا کے واقعہ کو زندہ جاوید سینا دیا اور اس درد
سے آگے بڑھایا کہ دنیا ذکر کر کے قیامت تک روتی رہے
گی۔

اَلَا لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلٰی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

مومنین! خدا کسی باپ کو جو ان بیٹے کی یہ حالت نہ دکھلائے امام
مظلوم کی نظر جناب علی اکبر پر پڑی جو اپنے خون میں ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔
حضرت گھوڑے سے اترے علی اکبر کے پاس پہنچ کر دیکھا کہ جو ان بیٹا
ایک ہاتھ سے سینے کو دبائے ہوئے ہے امام نے ہاتھ کو اٹھایا تو برہی کا پھل
چمکتا ہوا دکھائی دیا نکالنے کی کوشش کی مگر بیٹے کے اضطراب کو دیکھ
کر رک گئے۔ ایک مرتبہ امام دوزانو ہو کر بیٹے اور "یا علی مدد" کہہ کر
برہی کا پھل کھینچ لیا۔ خون کا ایک فوارہ جاری ہوا۔ علی اکبر نے درد سے
ایک آہ کی نظر بھر کر باپ کی جانب دیکھا اور روح قفسِ عفری سے
پرداز کر گئی۔ کڑیل جو ان علی اکبر نے ضعیف باپ کو گریہ کرنے کے لئے
چھوڑ دیا۔

اب صبر حسین دیکھئے کہ ضعیف باپ جو ان بیٹے کی لاش کو
خیمہ میں لے جانے کی کوشش کر رہا ہے۔ جب لاش اٹھانے سے قوتِ مقتل
کی طرف رخ کیا مگر یہ کرتے جاتے ہیں اور ایک ایک شہید کو آواز دے رہے
ہیں قاسم! او! چچا کی مدد کرو۔ عون و محمد ماموں کو آن کر سہارا دو بھائی
عباس! تم بھی مدد کو نہیں آتے امام نے اس درد سے سب کو پکارا کہ
مقاتل لکھتے ہیں کہ شہیدوں کے لاشے ریت گرم پر تر پٹنے لگے جب کوئی
مدد کے لئے نہ آیا تو امام نے بمشکل علی اکبر کا لاشہ زمین سے اٹھایا اور خیمام
اہل حرم کی طرف چلے گئے لیکن حالت یہ تھی کہ علی اکبر کے پیر زمین پر خط
کرتے ہوئے جا رہے تھے اسی حالت میں حضرت خیمہ کے قریب پہنچے وہ
خیمہ پر جناب زینب کھڑی ہوئی انتظار کر رہیں تھیں۔ بھائی کو اس
طرح آتا دیکھ کر مدد کو گھوڑیں اور اٹھارہ سال کے پالے ہوئے کڑیل جو ان

مجلس دوازدهم

فضائل و شہادت حضرت عباسؓ علیہ السلام
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا طِيعُوا اللّٰهَ
 وَاطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَآوُوا اِلٰى مَوْلٰىكُمْ ؕ

ارشاد رب العزت ہے کہ اے ایمان لانے والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ رسول کی اطاعت کرو اور صاحب اس کی اطاعت کرو۔ صاحبان امر جن پر اللہ کا حکم نازل ہو یعنی بعد رسول اولی الامر حضرات ائمہ معصومین ہیں ان کا سلسلہ حضرت علیؓ سے لے کر بارہویں امام تک پورا ہوتا ہے تاکہ قیامت تک پوری امت پر اطاعت کے سلسلے میں محبت قائم ہو سکے۔

قرآن مجید صامت ہے کچھ نہیں بولتا اس کے ساتھ محمد و آل محمد قرآن ناطق ہیں جو اس کی وضاحت کرتے ہیں اس لئے ان کو اولیت دی گئی اور ان کے نور کو پہلے خلق کیا اور جب انسانیت کو خلق کیا تو ارشاد رب العزت ہوا کہ ہم نے تمہارے پاس نور کو بھیجا ہے اور کتاب مبین کو بھیجا ہے۔

چونکہ قرآن مجید میں بہت سی آیات محکم اور متشابہ ہیں اور رموز الہی کو کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ اس امر سے اللہ کی مرضی کیا ہے اس لئے

ختمی مرتبت نے بسمہ اللہ کی ب سے لے کر دالتائس کی س تک پورے قرآن کو اپنے عمل سے سمجھا دیا تاکہ دنیا گمراہ نہ ہو اور صراط مستقیم پر گامزن رہے۔ آخری وقت امت کو ہدایت کر دی کہ میں دو گز انقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب دوسری میری عمرت یعنی اہلبیتؑ اور اہل بیت کے پہلے فرد یعنی حضرت علیؓ نے قرآن مجید کے اس ب کے نکتہ کی اس طرح وضاحت کی کہ میں ہوں وہ نکتہ جو ب کے نیچے ہے۔ اگر جملہ نکات رموز الہی کو مرضی محبوب کے مطابق سمجھنا ہو تو میری طرف رجوع کرو۔ میں بتلاؤں گا کہ کون سی آیت کب کس جگہ اور کس کے لئے نازل ہوئی ہے۔

یعنی رسولؐ نے قرآن مجید جو کہ مکمل ضابطہ حیات انسانی ہے تحریری صورت میں اور اہل بیتؑ جو کہ قرآن ناطق ہیں۔ رشد ہدایت کی منزل پر عمل کر کے بتلانے کے لئے دنیا میں قیامت تک کے لئے چھوڑ دیئے۔ اٹھو کی منزل پر آنحضرتؐ نے اپنے عمل سے اطاعت خلاوندی چھ اس طرح سے کی کہ اللہ نے ہر گادی کہ ہمارا رسول تو اپنی طرف سے کچھ کہتا ہی نہیں جب تک ہمارا حکم نہ ہو۔

رسولؐ کا ہر عمل اطاعت الہی اور مرضی محبوب کے مطابق ہے۔ اور اللہ کی اطاعت میں عبادت اس منزل تک پہنچا دی کہ پوری پوری رات قیام۔ قیود اور سجدوں میں گزار دی۔ یہاں تک کہ پائے مبارک پر درم آگیا اللہ نے وحی کے ذریعے ارشاد فرمایا کہ اے رسول عبادت میں کمی کرو اتنی عبادت مت کرو کہ ہلاکت کا باعث بن جائے تو وہی چاہتا ہے جو میں چاہتا ہوں لہذا میں نے اپنی مرضی کو

جنگ ہوگی۔ سختی مرتبت کی طرف سے حسینؑ اپنی قربانی پیش کریں گے حسینؑ اپنی طرف سے اپنے کڑیل جوان فرزند علیؑ کو قربان کریں گے حسنؑ کی طرف سے اُن کا فرزند قاسمؑ قربانی دے گا بنت رسولؐ فاطمہ الزہراءؑ کی طرف سے ثانی زہراؑ زینبؑ نیابت کریں گی تو حضرت علیؑ کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوئی کہ اللہ مجھ کو ایک ایسا بہادر فرزند عطا کرے جو کہ بلا میں میری نیابت میں میری طرف سے قربانی پیش کرے اور جو حسینؑ کا ناصر و مددگار ثابت ہو۔

لہذا اس خواہش کو جناب عقیل سے بیان کیا کہ بھائی! میں یہ چاہتا ہوں کہ کسی بہادر ترین قبیلہ میں شادی کروں تاکہ خدا مجھ کو بہادر فرزند عطا فرمائے وہ حسینؑ کا مطیع ہو اور اس کے کام آسکے جناب عقیل نے فرمایا کہ بنی کلاب عرب کا مشہور بہادر قبیلہ ہے اس کے سردار کی بیٹی اُمّ البنین ہیں اگر تمہاری مرضی ہو تو میں جا کر بات کروں حضرت علیؑ نے اظہارِ رضا مندی فرمایا۔

جناب عقیل نے حزام رئیس قبیلہ سے ان کی دختر کے لئے پناہ دیا اور گفت و شنید کے بعد بات طے ہونے پر جناب اُمّ البنین بنت حزام کا نکاح حضرت علیؑ سے ہو گیا جس وقت جناب اُمّ البنین رخصت ہو کر آئیں تو بڑا فخر محسوس کیا اور اپنی قسمت پر ناز کیا کہ عرب کے افضل ترین اور شجاع انسان سے شادی ہوئی ہے۔ لیکن جب مکان پر آئیں تو دروازے پر بوسہ دیا اور اندر جا کر حسینؑ کو پیار کیا اور فرمایا بچوں میں تمہاری ماں بن کر نہیں آئی ہوں بلکہ تمہاری خدمت کے لئے کینز بن کر آئی ہوں تاکہ بنت رسولؐ سے شرف

تیرے حوالے کر دیا۔ اب رسولؐ مرضی الہی کے مالک ہیں۔

اسی طرح اطاعت رسولؐ کی منزل پر حضرت علیؑ نے اپنے آپ کو اس قدر مطیع ثابت کیا کہ رزم میں، بزم میں، جنگ میں، صلح میں، ہجرت کے موقع پر بلکہ ہر محبت میں رسولؐ کے حکم پر لبیک کہا اور اطاعت میں سرخم رکھا، ہمیشہ پروانہ وار رسولؐ کے ساتھ رہے جناب امیر خود ارشاد فرماتے ہیں میں حضرت کے پیچھے پیچھے اسی طرح چلنا تھا کہ جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے ساتھ چلتا ہے ہر حکم کی تعمیل کی۔ حالانکہ علم، حلم، شجاعت، سخاوت اور زہد و اتقا میں بعد رسولؐ افضل ترین ہستی تھے لیکن اپنی کسی فضیلت پر فخر نہیں کیا۔ اگر فخر محسوس کیا ہے تو اطاعت و غلامی رسولؐ پر فخر کیا ہے فرماتے ہیں اَبَا عَبْدٍ عَزِيزٍ مُحَمَّدٍ میں ایک غلام ہوں غلامان محمدؐ میں سے۔

مومنین! مولائے کائنات آنحضرتؐ کی غلامی پر فخر محسوس نہ ہے ہیں۔ اپنی پوری حیات اطاعت رسولؐ میں صرف کر دی، ہر گھٹن موقع پر رسولؐ کے کام آئے اور اپنے عمل سے منشاء الہی اور آیت کی پوری وضاحت کر دی چونکہ قرآن اور اہلیت کا ساتھ قیامت تک ہے جناب امیرؑ نے اس اطاعت کو وراثت میں منتقل کر دیا۔

جب رسولؐ خدا نے انبائنا کی منزل پر حسینؑ کو پیش کیا تو حضرت علیؑ نے عہد کیا ہو گا کہ اب حسینؑ ابن رسولؐ اللہ اور وارث دین ہیں ہے تو اطاعت کی منزل پر میرا وارث بھی کسی کو ہونا چاہیے نیز حبیب "محضر حسینؑ" کے ذریعے واقعہ کر بلا کا علم ہوا کہ اسلام کی بقا اور اس کے استحکام کے لئے حق و باطل کی کر بلا کے کھلے میدان میں فیصلہ کن

نہ ہوں۔

پھر بچوں کی خدمت اور ذمہ داری کو قبول کر کے اس سلیقے سے پرورش کی کہ پروردگار عالم نے ام البنین کو اس خدمت کے صلے میں وہ دولت عطا کی کہ عباس جیسا بیٹا عطا کیا جو اس فضیلت کے حامل ثابت ہوئے کہ جناب فاطمہؑ نے ان کو اپنا فرزند کہا۔

قدرت نے حضرت علیؑ کی خواہش کو پورا کیا۔ دل تمنا برآئی۔ حسین کا قوت بازو دنیا میں آیا۔ امیر المومنین نے عباسؑ کو گود میں لے کر پیشانی کا بوسہ لیا اور امام حسینؑ کو بلا کر ان کو گود میں دے دیا جناب عباسؑ نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور چہرہ حسینؑ کو غور سے دیکھنے لگے امام حسینؑ نے فرمایا بابا اس کی پرورش میں کروں گا مجھے عطا کر دیجئے حضرت علیؑ نے فرمایا بیٹا تمہاری مرضی ہے امام حسینؑ نے جناب عباسؑ کے کان میں آذان و اقامت کہی اور اپنی زبان جناب عباسؑ کے منہ میں دے دی۔

مومنین! آپ کو یاد ہو گا کہ جب حضرت علیؑ پیدا ہوئے تھے تو آنکھ نہیں کھولی جب تک کہ رسولؐ کی گود میں نہیں آ گئے رسولؐ نے اپنی زبان دہن جناب امیرؑ میں دے دی اور علم نبوت کی فضیلت

عطا کر دی۔ اسی طرح جناب عباسؑ نے آنکھ کھول کر امام حسینؑ کا چہرہ دیکھا اور امامؑ نے زبان چوسا کہ امامت کی صلاحیت عطا کر دی اور تاریخ شاہد ہے کہ جناب عباسؑ نے بابا کی خواہش اور تمنا کو کس خوبی سے پورا کیا ہے کہ قیامت تک دنیا اطاعت اور وفاداری عباسؑ کی مثال پیش کر سکتی۔

ایک دن امیر المومنینؑ اپنی گود میں جناب عباسؑ کو لئے ہوئے پیار کر رہے تھے۔ دونوں ہاتھوں کو بار بار اٹھاتے اور گریہ کرتے جاتے جناب ام البنینؑ کی نظر پڑی تو فرمایا۔ آقا! بچہ خوبصورتی اور تندرستی میں اپنی مثال خود ہے گریہ کا کیا سبب ہوا۔ حضرت نے فرمایا ام البنینؑ اللہ نے یہ بچہ میری خواہش کے مطابق عطا کیا ہے اور واقعہ کہ بلا بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ یہ میرے حسینؑ پر قربان ہو گا اور اس کے دونوں ہاتھ ظالم جدا کر دیں گے اس خیال سے اس کے ہاتھ دیکھ کر میں رو رہا ہوں چوں کہ ہر وقت امام حسینؑ جناب عباسؑ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے

اس لئے جناب عباسؑ بہت زیادہ مانوس ہو گئے اور ایک لمحہ کی جدائی بھی برداشت نہیں کرتے تھے جب ذرا ہوش سنبھالا تو ایک دن جناب امیرؑ نے حضرت عباسؑ کو پاس بلا کر فرمایا۔ عباسؑ تم میرے فرزند ہو اور حسینؑ رسولؐ کے فرزند ہیں بیٹا! میں نے رسولؐ کی غلامی پر ہمیشہ فخر کیا ہے تم بھی حسینؑ کو اپنا آقا سمجھنا اور ان کی اطاعت کرتے ہوئے فخر محسوس کرنا جناب عباسؑ نے بابا کی اس ہدایت کو غور سے سنا اور الفاظ کو دل میں اس طرح لقمش کر لیا کہ اس دن سے آخر وقت تک امام حسینؑ کو سوائے آقا اور مولا کے کبھی بھائی کہہ کر مخا طب نہیں کیا اور

ہر وقت خدمت حسینؑ کو مقدم جانا امام کے ہر اشارے پر فوری عمل کیا اور کبھی اپنی رائے کو سبقت نہیں دی۔

ایک مرتبہ حضرت علیؑ مسجد میں وعظ فرما رہے تھے۔ دوستوں اور عزیزوں کا مجمع تھا۔ کہ امام حسینؑ نے جناب قبر سے پانی کے لئے اشارہ کیا۔ قبر اٹھنا ہی چاہتے تھے کہ جناب عباسؑ نے آواز دے کر روک

دیا قبر بیٹھ جاؤ۔ آقا کی خدمت میں انجام دوں گا جناب عباسؑ فوراً گئے پہلے کوزہ آب کو دھویا اور پانی بھر کر برتن بڑے احترام سے سر پر رکھ لیا اور تیزی سے چلے مقصد کیوں کہ پانی جلد پہنچانا تھا۔ اس لئے پھلک کر گرا تمام کپڑے بھیگ گئے اور قطرے ٹپکنے لگے جب امام حسینؑ کے پاس پہنچے اور برتن اتار تو خالی تھا۔ سر کو جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ جناب امیرؑ کو حضرت عباسؑ کا یہ خدمت کا جذبہ اور بچپن کی ادا کچھ ایسی پسند آئی کہ مہر سے اتر کر عباسؑ کو گود میں اٹھا لیا اور پیار کرنے لگے چند لمحوں کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ حضرت علیؑ جیسا صابر انسان جناب عباسؑ کو چمٹائے ہوئے دھاڑیں مار مار کر رو رہا ہے لوگوں نے پوچھا مولانا آپ کو عباسؑ کی اطاعت کے جذبہ سے خوش ہونا چاہیے تھا کہ عباسؑ نے کس طرح خدمت کے لئے اپنے کو پیش کیا ہے گریہ کا کیا سبب ہے؟

حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ صرف مسجد کے اندر کے حالات دیکھ کر سوال کر رہے ہو۔ علیؑ کی نظر امامت مسجد سے باہر دور تک دیکھ رہی ہے کہ ایک دن عباسؑ اسی جذبہ سے حسینؑ اور اس کے بچوں کو پانی پلانے کی کوشش کرے گا۔ لیکن آج کی طرح ناکام رہیگا اور پانی کا مشیزہ خالی واپس آئے گا اور جیسے جسم سے پانی کے قطرات آج ٹپک رہے ہیں۔ عباسؑ کا خون اسی طرح بدن سے ٹپکے گا۔ اور دریائے کنارے پیاسا حسینؑ پر قربان ہو جائے گا مسجد میں جنہ اصحاب یہ تمام حالات سن کر با آواز بلند گریہ کرنے لگے۔

جناب امیرؑ نے عباسؑ کو بچپن ہی سے فن سپہ گری کی خصوصی

تربیت دی تھی۔ اول تو جناب عباسؑ کی ذاتی صلاحیت۔ دوسرے بہادری بابا سے ورثہ میں ملی تھی۔ صحبت جناب حسینؑ کی پائی۔ اسی لئے شجاعت میں بابا کی تمنا پر اس قدر پورے اترے کہ اپنے زمانے میں پورے عرب کے اندر بے نظیر بہادر ثابت ہوئے اور بابا کے ساتھ جنگ جمل صفین اور نہروان میں بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ بڑے بڑے بہادر مقابلے سے گھبراتے تھے جس فوج پر حملہ کیا۔ اس میں بھگدڑ مچ گئی جو سامنے آیا اس کو ہتھ تیغ کر دیا۔

جناب عباسؑ کا قد نکلتا ہوا تھا۔ اور خوبصورتی میں بھی بے مثال تھے جب باہر نکلتے تو لوگ دیکھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب "مہر بنی ہاشم" مشہور ہو گیا۔ حالانکہ امیر المومنینؑ کے سامنے عمر صرف ۱۴ سال کے قریب تھی لیکن جناب عباسؑ کی بہت و شجاعت کو دیکھ کر جناب امیرؑ کو اطمینان ہو گیا تھا کہ عباسؑ میری پوری پوری نیابت کرے گا۔ اسی لئے آخری وقت امام حسنؑ کو وصیت کرتے ہوئے جب اہل بیتؑ کے ہر فرد کو امام حسنؑ کے سپرد فرمایا لیکن عباسؑ کھڑے ہوئے حسرت و یاس کے عالم میں دیکھتے رہے اور حضرت نے کوئی توجہ نہ فرمائی تو حضرت عباسؑ روتے ہوئے اپنی مادر گرامی کی خدمت میں سفارش کے لئے حاضر ہوئے اور فرمایا۔ بابا مجھ سے ناراض ہیں۔ پتہ نہیں کیا قصور ہوا ہے کہ ہر ایک کا ہاتھ بھائی حسنؑ کے سپرد کیا۔ لیکن میری جانب کوئی توجہ نہیں دی۔

جناب ام البنینؑ عباسؑ کو لے کر جناب امیرؑ کے پاس گئیں فرمایا آقا میرے عباسؑ سے کیا غلطی ہو گئی ہے جو آپ نے اس کو حسنؑ کے سپرد

نہیں کرنا ہے اس طرح بہادر حکم امام سے واپس چلا آیا۔

اسی طرح جب قافلہ حسینیؑ دوسری محرم کو بلایا پیچھا۔ دریا کے کنارے خیام اہل بیتؑ نصب کئے گئے اور ابن سعد کو معلوم ہوا تو اشد تقیاً نے آپس میں طے کیا کہ خیام حسینؑ دریا سے دور ہٹا دیئے جائیں اگر ان کو پانی ملتا رہا تو ان سے جنگ کرنا مشکل ہے ایک دستہ فوج کا آیا اور خیام مہاتے کو کہا جب حضرت عباسؑ کو علم ہوا تو تلوار میان سے نکال کر سامنے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کس کی طاقت ہے جو نواسہ رسول کو پانی سے محروم کر دے خیام یہاں سے نہیں ہٹ سکتے امام حسینؑ نے جناب عباسؑ کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے خیام مہاتے کے لئے کہا اور فرمایا بھائی ہم دین کی حفاظت کے لئے آئے ہیں پانی کے لئے جنگ کرنے سے مقصد ختم ہو جائے گا۔

یہاں تک کہ سات محرم کو پانی بند کر دیا گیا عباسؑ سا بہادر ضبط کر رہا ہے۔ منشاء امام سے خاموش ہیں اس لئے جنگ نہیں کر سکتے جب بچوں کی بیاس سے حالت زیادہ خراب ہو گئی تو کئی کمزور گھوڑے تاکہ پیاسے بچوں کو پانی مل سکے لیکن بیاسوں کی قسمت میں پانی نہیں کھتا کامیاب نہیں ہوئے۔

جناب عباسؑ کے لئے سب سے سخت مرحلہ یہ تھا کہ شب عاشور جب یہ علم ہوا کہ فوج اشقیاء حملہ کرنے کا ارادہ کر رہی ہے تو امام نے حضرت عباسؑ کو بلایا فرمایا۔ بھائی عباسؑ اتم جا کو ابن سعد سے ایک رات کی مہلت لے لو۔ حکم امام کھتا سر خم کر لیا لیکن ایک بہادر کے لئے سخت منزل تھی یہ قلب عباسؑ کھتا جو صبر کر گیا۔ میں عرض نہیں کر سکتا

نہیں کیا یہ میرے پاس دیر سے گریہ کر رہا ہے جناب امیرؑ نے عباسؑ کو سینے سے لگا لیا اور امام حسینؑ کو بلایا کہ عباسؑ کا ہاتھ امام حسینؑ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا۔ بیٹا عباسؑ! تمہارا آقا یہ ہے عباسؑ ان کی اطاعت اور نصرت میں کوتاہی نہ کرنا اور امام حسینؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ بیٹا حسینؑ میرا عباسؑ تمہارے حوالے ہے۔ اس کا خیال رکھنا یہ تمہاری مصیبت کے وقت کام آئے گا۔

مومنین! مقام غور ہے کہ ایک بہادر کے لئے تیر اور تلوار کا زخم کھانا آسان ہے لیکن کسی غلط بات کو سن کر ضبط کرنا بہت مشکل ہے اور پھر عباسؑ جیسے شجاع ترین انسان کے لئے جوش شجاعت کو روکنا جناب عباسؑ نے باپ کی وصیت اور اطاعت امام سے مجبور ہو کر کئی مرتبہ سر تسلیم خم کیا ورنہ شیر خدا کا یہ شیر غیض و غضب میں پھر کہ ایک انقلاب عظیم برپا کر دیتا واقعات آپ کے نظر کے سامنے آگئے ہوں گے۔ چند یاد دلانا چلوں۔

مدینہ رسولؐ ہے بھائی محسنؑ کی لاش پر تیروں کی بارش ہو رہی ہے جناب عباسؑ نے غیض میں اگر میان سے تلوار نکالی اور حملہ کرنا ہی چاہتے تھے کہ امام حسینؑ نے دستہ پر ہاتھ رکھ کر روک دیا اور اپنے حق کی قسم اور بھائی کی وصیت یاد دلائے ہوئے صبر کی تلقین کی۔

اسی مدینہ میں ولید کا امام حسینؑ کو بلانا اور یزید کا خط دیکر بیعت کا اصرار کرنا اور مروان مردود کا قتل امام کے لئے ترغیب دینا اور امام کی آواز بلند ہونے پر جناب عباسؑ کا تلوار لے کر اندر داخل ہونا اور مروان پر حملہ کرنا اور امام کا روکنا بھائی ہم کو اپنی طرف سے جنگ

کیوں لاتا اور مقاتل شاہد ہیں کہ جناب عباسؑ کو جنگ کرنے کی اجازت نہیں ملی۔

جب یہ یقین ہو گیا کہ صبح جنگ ہوگی شہر رات ہی کو ابن سعد کے پاس گیا کہا امیر میں ایک ضروری کام سے آیا ہوں عباسؑ میری بہن کا فرزند ہے اس کے لئے امان چاہتا ہوں ابن سعدؓ را منی ہو گیا اور امان نامہ لکھوا دیا شہر رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر خیام اہل بیت کے قریب آیا اور جناب عباسؑ کو آواز دی حضرت عباسؑ نے جب کوئی توجہ نہیں دی تو امام نے فرمایا بھائی جا کر سن تو لو کیا کہتا ہے۔

جناب عباسؑ حکم امام ملتے ہی شہر کے پاس گئے تو شہر نے بڑے خوشامدی لہجہ میں کہا۔ عباسؑ تم میری بہن کے لڑکے ہو مجھ کو تمہارا بہت خیال ہے میں نے بہت کوشش کر کے تمہارا رے لئے امان حاصل کی ہے میرے ساتھ چلو یہ سن کر جناب عباسؑ نے غصہ سے جواب دیا۔ خدا کی تجھ پر اور تیری امان پر لعنت ہو میرے لئے امان لایا ہے مگر رسول اللہؐ کے فرزند کو قتل کرنا چاہتا ہے یہ کہہ کر واپس چلے آئے۔

صبح عاشور جنگ کا آغاز ہوا عزیز اور انصار حسینیؑ ایک ایک کر کے در حیرت شہادت پر فائز ہوتے رہے جو بھی شہید ہوتا۔ امام اس کی لاش خمیہ میں لے آتے جناب عباسؑ یہ دیکھ کر ہر بار اجازت طلب کرتے لیکن امام خاموش ہو جاتے ایک مرتبہ جناب عباسؑ نے فرمایا آقا! مجھ کو بابا نے اسی دن کے لئے خاص وصیت کی تھی کہ آپ پر قربان ہو جاؤں۔ میں بابا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ میں صبح سے دیکھ رہا ہوں آپ سب کو اجازت دے رہے ہیں لیکن مجھ کو اجازت نہیں ملتی

کہ جناب عباسؑ نے ابن سعد سے کن الفاظ میں اور کس طرح کہا ہو گا۔ بہر کیف مہلت ملی۔ امام نے اصحاب کو جمع کیا اور شمع کو گل کر دیا فرمایا یہ لوگ میرے خون کے پیاسے ہیں تم لوگوں سے کوئی تعرض نہ کرے گا میں تم پر سے اطمینان امام اٹھا لیتا ہوں جس کا جد ہر جی چاہے چلا جائے اور اپنی جان بچائے پردہ شب حادث ہے کوئی ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتا اتنا سننا تھا کہ اصحاب نے گریہ بلند کیا جناب عباسؑ کھڑے ہو گئے اور بڑے ادب سے عرض کیا مولا! کب تک غلاموں کی آزمائش کی جائے گی اگر حکم ہو تو ہم اپنی تلوار سے اپنا سر قلم کر کے آپ کے قدموں پر ڈال دیں لیکن آپ کو تنہا چھوڑ کر نہیں جاسکتے امام نے سب کو دعائے خیر دی اور شمع روشن کر دی۔

اصحاب حسینؑ میں ستوق شہادت کے چیرچے ہونے لگے جناب ہر قین حضرت عباسؑ کے پاس آئے اور کہنے لگے عباسؑ میں تم سے ایک بات کہنے کے لئے آیا ہوں یہ کہہ کر خاموش ہو گئے کچھ دیر بعد حضرت علیؑ کی بہادری اور ان کے کارناموں کا ذکر کرنا شروع کر دیا جناب عباسؑ نے فرمایا آپ بابا کی بہادری کا ذکر کر کے مجھ کو جوش دلار ہے ہیں صبح آقاؐ سے اجازت مل جائے اگر بابا کی جنگ یاد نہ دلا دوں تو عباسؑ نام نہیں کھڑے ہو کر جوش شجاعت میں انگڑائی لی کہ زہر کی تمام کڑیاں ٹوٹ کر گر پڑیں۔ امام ان باتوں کو سن کر کہہ تھے پاس آکر فرمایا بھیا عباسؑ! اگر جنگ کرنے کا ارادہ ہے تو مدینہ واپس چلے جاؤ یہ لوگ تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتے عباسؑ میں جنگ کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں ظلم کا مقابلہ صبر سے کروں گا اگر جنگ کرنا ہی مقصود ہو تو ان چھوٹے چھوٹے بچوں کو ساتھ

کیا شہزادی! آپ مشکل کشا کی بیٹی ہیں میری مدد کیجئے اور میری مشکل آسان کر دیجئے مجھ کو مولا سے مرنے کی اجازت دلوادیں۔ یہ سن کر جناب زینب نے ایک چٹخ ماری اور عباس سے لپٹ گئیں فرماتی ہیں عباس! اب مجھے بابا کی وصیت یاد آگئی بابا نے کہا تھا زینب! تو ایک دن اسی کوفہ میں قید ہو کر آئے گی ہاتھوں میں رستی بندھی ہوگی سر سے چادریں پھین لی جائیں گی اور بے مقصد و چادر شقیہ در بدر پھرائیں گے میں حیران تھی اور سوچتی تھی کہ جبکہ عباس جیسا بھائی ہو۔ اس کی کون چادر پھین سکتا ہے اس کو کون قیدی بنا سکتا ہے لیکن عباس! اب مجھے یقین ہو گیا۔ تمہاری شہادت کے بعد ہم بے کس ہو جائیں گے اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹیں گے۔

جناب سکینہ نے جب دیکھا کہ چچا عباس خیمہ میں آئے ہیں عباس سے جاں نلب سکینہ چچا کو کہاں کر کہنے لگی چچا! اب تو پیاس مارے ڈالتی ہے کھڑا سا پانی لا دیں عباس نے سکینہ کو گلے سے لگا کر کہا۔ بی بی! بہت پیاس ہے نا۔ جناب سکینہ نے کہا یاں چچا بہت پیاسی ہوں۔ جناب عباس نے کہا اچھا اپنی مشک لے آؤ۔ ابھی پانی لاتا ہوں۔ سکینہ خوش ہو کر دوڑی ہوئی نکلیں اور سوکھی ہوئی مشک لے آئیں جناب عباس نے سکینہ کو گود میں لیا اور باہر آ کر کہا۔ بی بی! اپنے بابا سے اجازت دلا دو تاکہ پانی لاسکوں۔

امام نے اس طرح عباس کو آتے ہوئے دیکھا۔ فرمایا! عباس میں سمجھ گیا سکینہ کو سفارش کے لئے لائے ہو اور جناب سکینہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا سکینہ بیٹی! چچا کو پانی کے لئے بھیج تو رہی ہو مگر عباس

حالانکہ میرے سامنے میرے ہاتھوں کے پالے ہوئے اور فن سپہ گری سکھائے ہوئے بچے شہید ہو گئے مائیں ان کی لاشوں پر پھچھاڑیں کھا رہی ہیں مجھے اپنی حالت پر شرم آئی ہے مولا اب تو اجازت دے دیجئے امام نے عباس کو سینہ سے چٹالیا اور گریہ شروع کر دیا۔ فرمایا بھائی تم کو کس دل سے اور کس طرح اجازت دے دوں تمہارے دم سے تو بڑی تسکین ہے بیبیوں کو تم سے بڑی ڈھارس ہے تم تو میرے لشکر کے علم دار ہو عباس! تمہارے جانے سے میری کمر ٹوٹ جائے گی بیبیاں بے سہارا ہو جائیں گی۔

جناب عباس نے نظروں کو جھکا کر آہستہ سے فرمایا! مولا اب وہ لشکر کہاں ہے جس کا میں علم دار ہوں مجھ سے یہ حالت نہیں دیکھی جاتی اب تو اجازت دے دیجئے۔ امام پھر خاموش ہو گئے۔ عون و محمد شہید ہوئے تو جناب زینب نے جنگ کی اجازت دی۔ حضرت قاسم شہید ہوئے تو مادر قاسم جناب ام فروہ نے اجازت دی، علی اکبر شہید ہوئے تو ام لیلیٰ نے جنگ کی اجازت دی۔ اب عباس کو جنگ کی اجازت کون دے اس لئے کہ بھائی کا سہارا عباس بیبیوں کی ڈھارس عباس بچوں کا محافظ عباس۔ بیبیاں صبح سے جنگ کا منظر دیکھ رہی ہیں جو جاتا ہے پھر پلٹ کر واپس نہیں آتا۔ اب ایسے میں اجازت کون دے۔

جب عباس نے بہت اصرار کیا تو مجبور ہو کر فرمایا اچھا جاؤ اپنی بہن زینب سے اجازت لے لو۔ جناب عباس خیمہ میں جناب زینب کے آئے اور ہاتھ جوڑ کر ادب کے ساتھ ستر جھکا کر کھڑے ہو گئے عرض

تین میل کا ٹکڑا فتح کر کے گھوڑا دریا میں ڈال دیا جب دریا پر قبضہ ہو گیا تو اس احتیاط کے ساتھ مشکب سکیہ کو بھرا کہ ہاتھ بھی نہ ترہونے پائے مومنین! مقام غور ہے کہ تین دن کی سوکھی مشک کتنی مشکل سے بھری ہوگی اس کے بعد حضرت نے گھوڑے کی گردن پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کیا کہ تو بھی پانی پی لے تاکہ یہ پانی جلد خیاں اہلبیت میں پہنچا سکے لیکن وفائے عباس پر فدا ہونے والا گھوڑا حالانکہ جانور تھا لیکن وفاداری کا سبق دے گیا اُس نے فوراً گردن کو اوپر اٹھالیا اور منہ جناب عباس کی طرف موڑ کر دیکھنے لگا زبان بے زبانی سے مقصد یہ تھا کہ آقا! آپ نے اتنی احتیاط سے پانی بھرا کہ ہاتھ تک نہ ڈوبنے پائے تو میری جیت کیسے گوارا کر سکتی ہے کہ میں پانی پی لوں بچے پیاسے انتظار کر رہے ہیں۔ جناب عباس نے گھوڑے کو پانی سے نکالا اور والپسی کا ارادہ کیا اس موقع پر ایک منظر پیش کردہ دریا بہت نشیب میں تھا کنارے پر کافی اونچائی تھی اور جگہ جگہ ریت کے ٹیلے تھے دوسرے ان لمحات میں کہ جب تک جناب عباس پانی لے کر دریا سے باہر نکلے تمام بکھری ہوئی فوج نے دریا کو پوری طرح سے گھیر لیا اور مورچے قائم کر لئے۔ نیز مقابلہ اس لئے اور بھی سخت مشکل ہو گیا کہ فوج اشقیاء اوپر کی طرف جمع تھی اور جناب عباس کو نشیب سے اوپر آنا تھا۔ مقصد مشک و علم کی حفاظت کرتے ہوئے پانی خیاں تک پہنچانا تھا ان رکاوٹوں کی وجہ سے پوری طرح جنگ نہیں کر سکے لیکن بہت دشجاعت جناب عباس کی مثال نہیں مل سکتی اس تیزی سے مقابلہ کرتے ہوئے گھوڑے کو ہمیز کیا کہ فوج اشقیاء میں بھگڑ رہے گئے اور دستے آپس میں ٹکرا گئے۔

کو کھو کر بہت پچھتاؤ گی۔ یہ کہہ کر انام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ بھائی پانی کا بہانہ اچھا ہاتھ آیا اور لاڈل سکیہ کی سفارش ہے اچھا جاؤ۔ خدا حافظ۔

اجازت ملی لیکن جنگ کی نہیں۔ صرف پانی لانے کی اور اس کی حفاظت کے لئے دفاع کی اب یہ اطاعت کی منزل پر احتیاط جناب عباس ملا خطہ ہو کہ دفاع کے لئے چند اسلحہ لئے گھوڑے پر سوار ہوئے ایک ہاتھ میں علم دوسرے ہاتھ میں تلوار اور دوش پر مشک سکیہ۔ آقا کو الوداع کہا اور سلام آخر کر کے تیزی سے فوج اشقیاء کی جانب روانہ ہو گئے۔ فوج کو جب یہ خبر ہوئی عباس آ رہے ہیں چونکہ کوفہ و شام کی افواج حضرت علیؑ کے وقت میں جنگ کی حالت اور جناب عباس کی شجاعت دیکھ چکے تھے حقیقتاً فوج اشقیاء میں خوف و ہراس پھیل گیا مقاتل لکھتے ہیں۔ خیاں اہلبیت سے دریا تک تین میل کا فاصلہ تھا اور درمیان میں پورا میدان افواج سے چڑھتا مختلف جگہ پر دستے تعینات تھے اور سب کا رخ ایک تنہا جناب عباس کی ذات کی طرف تھا جناب عباس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور دریا کی طرف رخ کیا۔ یہ دیکھ کر پوری فوج امڑائی اور چاروں طرف سے گھیر کر روکنے کی کوشش کی تیر و تلوار اور نیزوں کے وار شروع ہو گئے جناب عباس نے مردانگی اور ولایت میں پانی ہوئی شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے چاروں طرف کے داروں کو زد کیا اور جو بھی تلوار کی زد پر آیا اس کو تہ تیغ کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے اس قدر آدمی قتل کئے کہ میدان میں چہار طرف لاشیں پڑی دکھائی دیتی تھیں خون کا ایک دریا بہہ رہا تھا۔

گئی۔ افسوس! تم بھی مجھ کو اکیلا چھوڑ گئے۔ امام کی آواز خیمہ میں پہنچی بیسیاں بے آس ہو کر گرہ کرنے لگیں۔ جناب زینبؓ بے قرار ہو کر خیمہ سے باہر آگئیں۔ امام نے بہن کو دیکھ کر فرمایا۔ زینب! عباسؓ سے بڑی ڈھارس کھتی اب میں بالکل اکیلا رہ گیا۔ عباسؓ دریا پر بلارہے ہیں۔

یہ کہہ کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور تیزی سے فوج اعداء کی طرف چل دیئے۔ بہن درخیمہ پر کھڑی انتظار کر رہی ہے کچھ دور گئے تھے کہ جناب عباسؓ کا ایک کٹا ہوا ہاتھ دکھائی دیا۔ حضرت نے گھوڑے سے اتر کر ہاتھ اٹھا لیا اور سینہ سے لگا کر گرہ کرتے ہوئے آگے بڑھے کہ اتنے میں جناب عباسؓ کا دوسرا کٹا ہوا ہاتھ دکھائی دیا امام مظلوم نے وہ بھی اٹھا کر سینہ سے لگا لیا اور آگے بڑھے تو زمین پر علم دکھائی دیا۔ بے قرار ہو کر ادھر ادھر دیکھا تو گھوڑا دکھائی دیا جو جناب عباسؓ کے چاروں طرف طلایہ پھیر رہا ہے۔ اور کسی کو پاس نہیں آنے دیتا۔

امام مظلوم قریب پہنچے جناب عباسؓ کو آواز دی جو کہ اپنے خون میں ترپ رہے تھے۔ حضرت نے جناب عباسؓ کا سر اپنے نالہ پر رکھ کر فرمایا عباسؓ! بیس حسین آگیا۔ آواز سن کر حضرت عباسؓ نے اپنا سر اٹھا کر زمین پر رکھ لیا فرمایا۔ انا! میں رخصت ہو رہا ہوں آپ لگے میرا سلام آخر قبول کیجئے۔ میری تمنا تھی کہ آخری وقت آپ کا دیدار کر لوں۔ جب پیدا ہوا تھا آپ ہی کو دیکھا تھا۔ مولا! میری ایک آنکھ میں تیر لگا ہے اور دوسری آنکھ میں سر کا خون جم گیا ہے کچھ

جناب عباسؓ کافی دور تک نکل آئے بچوں نے علم کے پتے کو جھکا ہوا دیکھا کہ خیام اہل بیت کی طرف آ رہا ہے آس بندھی جناب سکینے نے خوش ہو کر کہا بچو! چچا پانی لا رہے ہیں کہ اسی اثناء علم جھکا نظر آیا آپ سن سکیں گے ایک شقی نے تمہیں گاہ سے ایسا وار کیا کہ علم والا ہاتھ شانے سے کٹ کر جلا ہو گیا فوراً دوسرے ہاتھ سے علم کو تھا مامشک کا تسہ دانتوں سے مضبوط پکڑا اب مقابلہ نہیں کر سکتے صرف پانی پہنچانے کی کوشش میں گھوڑے کو آگے بڑھایا فوج کی کثرت سے جب آگے نہ بڑھ سکے تو گھوڑے کو ایڑ لگائی کہ اتنے میں دشمن کے وار سے دوسرا ہاتھ بھی جدا ہو گیا۔ جناب عباسؓ نے مشک کو سینہ سے دبایا اور جھک گئے خیام تک پانی پہنچانے کی کوشش برابر جاری رکھی اپنے زخموں کی پرواہ نہیں کی لیکن ہائے افسوس! کس زبان سے عرض کروں کہ حرم ملہ ملعون نے ایسا تھاک کر تیر مارا کہ مشک سکینہ چھد گئی۔ پانی بہنا شروع ہوا بلکہ پانی کے ساتھ جناب عباسؓ کی امیدوں کا خون بہہ گیا۔

اللہ کسی امیدوار کو نا امید نہ کرے! ادھر جناب عباسؓ کی پانی پہنچانے کی امید ختم ہو گئی ادھر جب علم آتا نہ دکھائی دیا تو بچوں کی آس لوٹ گئی۔ گھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک شقی نے جناب عباسؓ کے سر پر ایسا گزما کہ سر شگافتہ ہو گیا۔ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے زمین پر تشریف لائے لیکن جب سوار گرتا ہے تو زمین پر اپنے ہاتھ ٹیک کر مدد لے لیتا ہے مگر مولا! آپ کے تو ہاتھ قلم ہو چکے تھے کیا گزری ہوگی بے ساختہ منہ سے نکلیا انا ادد کنتی۔ مولا میری مدد کیجئے۔ اس آواز کو سن کر امام حسینؓ مگر تھام کر بیٹھ گئے۔ ایک آہ سر کھبر کر کہا عباسؓ میری کمر لٹ

دکھائی نہیں دیتا دوسری وصیت یہ ہے کہ میری لاش کو خیمہ میں نہ لے جائیے۔ میں نے سیکہ سے پانی لانے کا وعدہ کیا تھا۔ جو پورا نہیں کر سکا۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔

مومنین! امام نے روتے ہوئے حضرت عباسؓ کی آنکھیں صاف کیں۔ جناب عباسؓ نے امام کی طرف غور سے دیکھا۔ اللہ کسی بھائی کو ایسی حالت میں بھائی کو نہ دکھلائے امام نے بڑے پردرد لہجے میں فرمایا! بھیا عباسؓ ایک خواہش میری بھی ہے میری تمنا کو پورا کرو و تم نے بچپن سے لے کر آج تک کبھی مجھ کو بھائی کہہ کر مخاطب نہیں کیا۔ ایک مرتبہ بھائی کہہ کر بکار لو۔ جناب عباسؓ نے حکم امام سے بھائی کہنا چاہا لیکن جس نے عمر بھر کبھی بھائی نہ کہا ہوزبان نے لکنت کی پورے الفاظ ادا نہ ہونے پائے تھے کہ موت کی ہچکی آئی اور بھائی بھائی کو روتا ہوا چھوڑ گیا۔ امام مظلوم مشک و علم لے کر خیمہ میں آئے۔ سیکہ ہائے چچا کہہ کر علم سے لپٹ گئی اہل حرم میں گرہ کا کہرام مچا ہوا تھا۔ جناب زینبؓ نے ہائے بھائی عباسؓ! کہہ کر پچھاڑ کھائی اور بے ہوش ہو گئیں۔

روئے عاشورہ چند گھنٹوں کے لئے مشک و علم کا ساتھ ہوا تھا۔ لیکن اب جناب عباسؓ کی یادگار مشک و علم کا قیامت تک ساتھ رہے گا۔

اَلَا لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلٰی الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس سیزدہم

فضائل و شہادت حضرت علیؓ اصغر
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ قَالَ اللّٰهُ تَبَّادَكَ وَتَعَالٰی
فِي الْكِتَابِ مَبِيْنٌ وَقَوْلَ الْحَكِيْمِ وَقَوْلَ الْحَقِّ۔ قَالُوْ
اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

ارشاد رب العزت ہے کہہ دو لے رسول کہ ہم اللہ ہی کی طرف سے آئے ہیں اور اس کی طرف ہماری رجعت ہوگی۔ یہ آیہ وافی ہدایہ جہاں کسی کی موت کی خبر یا ساکنہ عظیم کے موقع پر تلاوت کیا جاتا ہے وہاں یہ موت و حیات انسانی پر بھی اچھی طرح روشنی ڈالتا ہے یعنی موت اور حیات دونوں اللہ کی طرف سے ہیں اور ان پر پورا پورا اختیار صرف اللہ ہی کو ہے۔

لیکن اللہ کس قدر قدرت والا ہے نیاز ہے کہ موت کے لئے کوئی ذریعہ یا اسباب پیدا کر دیتا ہے کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں

یکسر فراموش کر دیا ہے یہ انسان زندگی کی تو تمنا کرتا ہے لیکن موت کے ذکر کو سننا بھی پسند نہیں کرتا حالانکہ یہ جانتا ہے کہ یہ زندگی فانی ہے۔

لیکن خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں زندگی کا دوسرا رخ بتلایا ہے کہ ”اگر اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے تو وہ زندگی جاوید ہے جو انسان کی سمجھ سے بالا تر ہے مگر اس حقیقت کو سمجھانے کے لئے ”واقعہ کربلا“ مکمل درس ہے کہ جو امام حسینؑ نے کھڑے سے وقت میں صرف اپنی زندگی ہی کو نہیں بلکہ اپنے ساتھیوں کو بھی زندہ جاوید بنا دیا اور اپنے عمل سے ایسا سبق دیا کہ آج تک لوگ تمنا کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ کاش ہم کربلا میں امام کے ساتھ ہوتے اور شہادت کے درجے پر فائز ہوتے۔

امام مظلوم محسن انسانیت ہیں قیامت تک کے انسانوں پر یہ احسان ہے کہ زندہ رہنے اور مرنے کا طریقہ بتلادیا اور اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ ”ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے“ اس قول امام پر کربلا کے شہیدوں نے لبیک کہتے ہوئے چار چاند لگا دیئے بزرگ و جوان تو سمجھ دار ہوتے ہیں بچوں کی یہ حالت تھی کہ ماؤں سے اجازت دلوانے کی ہند کر رہے تھے۔ اور سب سے پہلے مرنے کی تمنا کرتے تھے۔

روز عاشورہ جب عزیز و انصار شہید ہو چکے۔ جناب زینب کے دونوں لاڈلے شہادت کے درجے پر فائز ہو چکے تو جناب قاسم بار بار چچا کے پاس آئے لیکن امام جنگ کی اجازت نہیں دیتے قاسم کی بے قراری دیکھ کر شفیع چچا نے پوچھا۔ بیٹا! تم نے موت کو کیسا جانا۔

شخص کو اللہ نے مار ڈالا۔ بلکہ اس واقعہ کو یاد کرتا ہے کہ جس سے اس کی موت واقع ہوئی ہے۔

خلقت انسان کا تعلق رحمت پروردگار اور بقائے دنیا سے ہے اس لئے جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے اگر انسان غور و فکر کرے تو بچپن سے لے کر عمر کے آخری وقت تک ہر لمحہ اس کی سانس کی آمد و شد اللہ کے حکم کی تابع ہے اس بات کو قرآن مجید میں کئی جگہ بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ ”اے انسان! تو کس بات پر غور کرتا ہے جب تو رات کو سو جاتا ہے یہ بھی تیری ایک طرح کی موت ہے اگر ہم چاہیں تو تو موتا ہوا ہی رہ جائے ہم نے تجھ کو پیدا کیا ہے اور ایک ”وقت معلوم“ تک کی زندگی عطا کر دی ہے۔

مومنین! یہ وقت معلوم تک کی زندگی عطا کرنا بھی حقیقت انسانی کے لئے اللہ کا بڑا راز ہے۔ اگر انسان کو اپنی موت کے وقت کا علم ہو جاتا تو نظام دنیا درہم برہم ہو جاتا کوئی کام ہی انجام نہ پاتا لیکن انسان کو مشائخِ دنیا میں اس قدر منہمک کر دیا گیا کہ وہ اپنی موت کو بھول گیا اور اس قدر غافل ہو گیا کہ چند برس کی حیات مستعار کے لئے لاکھ جتن کر کے سامانِ تعیش فراہم کرتا ہے۔ لیکن کل کی خبر معلوم نہیں کیا ہو جائے۔

دنیا جسکی زندگی چند روزہ بتلائی گئی ہے اس کی چاہت میں یہ انسان ایسا مچھنس گیا ہے کہ حکمِ خدا در رسول کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ عمل سے دوری اختیار کر لی ہے خواہشاتِ نفسانی کا غلام بن کر رہ گیا ہے اور جن احکام کی بجا آوری کے لئے تخلیق کیا گیا تھا ان کو

امام مظلوم نے ایک آہ سرد کھینچ کر فرمایا! بار الہا یہ حسین کا آخری ہدیہ ہے! اس کو قبول فرما لے! جناب زینب سے مخاطب ہو کر فرمایا لاؤ اصغر کو مجھے دے دو۔ جناب زینب نے مادر علی اصغر کو آواز دی۔ ام رباب نے بچے کو لاکر باپ کی گود میں دے دیا۔ امانہ رباب کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ رباب! میں تیرے بچے کو سیراب کرنے کے لئے لے جاتا ہوں شاید کھوڑا سا پانی مل جائے۔

اولاد والوں کا مجمع ہے! ماں نے بچے کو باپ کی گود میں دے دیا اطمینان ہو گیا لیکن مقاتل شاہد ہیں کہ ادھر امام چلے اور ادھر رباب نے مامتا کے جوش میں بے قرار ہو کر تگنا شروع کر دیا اور سر راپا انتظار بن کر خیمہ کے در پر کھڑی ہو گئیں دوپہر کا وقت۔ گرہی کی شدت راوی بیان کرتے ہیں کہ رنگ کربلا تمازت آفتاب سے اس قدر گرمی تھی کہ اگر دانہ زمین پر ڈال دیا جاتا تو جل کر سیاہ ہو جاتا ہائے افسوس! تین دن کا بھوکا پیاسا شششاہ علی اصغر بھول کی طرح کھلا گیا باپ کا دل بکھا۔ چہرہ پر نظر پڑی فوراً عبا کا دامن اوپر ڈال دیا۔ ظالموں نے امام کو اسی طرح آتا ہوا دیکھ کر یہ سمجھا کہ محاذ اللہ حسین اب لڑائی سے عاجز ہو گئے ہیں اس لئے قرآن کو امان کے لئے لائے ہیں۔

مظلوم کربلا ایک ٹیلے پر فوج کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے اور عبا کا دامن ہٹا کر اس قرآن ناطق کو پیش کر کے فرمایا "اے قوم جفاکار تمہارے زعم باطل میں میں گنہگار بھی مگر یہ بچہ تو کسی قوم و ملت میں گنہگار نہیں اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے یہ تین روز کا بھوکا پیاسا جاں بلب ہو رہا ہے دو قطرے پانی پلا کر اس کی جان بچا لو جب کوئی

قاسم نے جواب دیا۔ چچا! حق پر مرنا شہد سے زیادہ شیریں ہے موت سے فائدہ انسانوں کے لئے جناب قاسم کا جواب درس عبرت ہے۔

جب سب شہید ہو گئے اور بے کس امام کربلا کے تیلے بن میں تنہا رہ گیا تو حجت خدا نے حجت کو پورا کرنے کے لئے فوج اشقیاء کے سامنے ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر استغاثہ بلند کیا۔ ھَلْ مِنْ تَامِرٍ يَشْتَوِ ھَلْ مِنْ مَخِثٍ يَفِئْتَا ھے کوئی مدد کرنے والا جو اس وقت میری مدد کرے ھے کوئی فریاد کو سننے والا جو میری فریاد سنے! امام کا یہ ارشاد قیامت تک کے انسانوں پر حجت ہو گیا کہ وہ اپنے زمانے میں زبان سے قلم سے جان و مال سے جس طرح ممکن ہو کوشش کر کے مقصد حسینی کو کاسیا بنانے میں کامزن رہیں اور ذکر شہادت حسین کو اپنی زندگی کا ماحصل سمجھتے رہیں۔

مقاتل لکھتے ہیں کہ اس استغاثہ کا یہ اثر ہوا کہ مقتل میں شہیدوں کے لاشے ٹپنے لگے منشاء یہ تھا کہ مولا ہم کو موت نے مجبور کر دیا۔ اگر دوبارہ خلعت حیات مل جائے تو ہم لوگ آپ پر پھر قربان ہونے کے لئے تیار ہیں ظالموں پر تو کوئی اثر نہیں ہوا لیکن خیام اہلبیت سے ایک گریہ کا شور سنائی دیا۔ امام مظلوم نے گھوڑے کو واپس خیام کی طرف موڑا اور قریب آکر فرمایا بہن زینب! ابھی حسین زندہ ہے گریہ کا کیا سبب ہوا۔ جناب زینب نے عرض کیا مایائے ابھی آپ نے استغاثہ بلند کیا کہ علی اصغر نے بے قرار ہو کر اپنے آپ کو جھولے سے زمین پر نیچے گر دیا امام نے فرمایا۔ بہن ٹھیک ہے اصغر کا نام "مخضر حسینی" میں موجود ہے۔ وہ خود نہیں جاسکتے اس لئے مجھے مدد کے لئے بلا یا ہے۔

مرتبہ جب تیر چھوڑنے کا ارادہ کیا تو ایسا محسوس ہوا کہ کوئی نقاب یوس
 بنی بی سامنے کھڑی ہوئی کہہ رہی ہے ارے او ظالم! تجھ بے قصور ہے کیا
 ظلم کر رہا ہے میرا بدن کانپ گیا اور ہاتھ خود بخود اچانک رک گئے۔
 ابن سعدؒ نے کہا۔ یہ تیرا خیال ہے یہاں کوئی نہیں ہے تو تیر
 نشانے پر چلا اور اپنا ہاتھ حرمہ کے آنکھوں پر رکھ دیا۔ حرمہ ملعون نے
 کمان کھینچ کر تیر چھوڑ دیا ہائے کس زبان سے عرض کروں کہ تیر نے کس
 قدر ظلم کیا اُدھر سے تیر چلا۔ ادھر منھا حجاب ہمک کر باپ کے ہاتھوں پر
 مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ تیر بہت بڑا اور ذنی تھا نتیجہ سن سکیں گے
 آپ کیا ہوا۔ بچہ حسینؑ کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا۔ یعنی تیر اس قدر
 تیزی سے آیا تھا کہ علیؑ اصغر باپ کے ہاتھوں پر ہلٹ گئے اور تیر
 علیؑ اصغر کا سوکھا گلا چھیدا ہوا امام کے بازو میں پیوست ہو گیا۔
 ہائے افسوس! حرمہؓ تو نے کتنا بڑا ظلم کیا تیر اس تیر نے
 ششماہہ کا گلا حسینؑ کا بازو اور مومنین کے دل چھید دیئے ہیں امام
 نے آسمان کی طرف دیکھا فرماتے ہیں پالنے والے! تو گواہ رہنا۔ میرا بچہ
 ناقہ صالحؑ سے کم نہیں ہے اب انصاف تیرے ہاتھ میں ہے یہ کہہ کر
 اصغر کے گلے کے نیچے ہاتھ لگا لیا سوکھی رگوں سے چند قطرے خون کے
 ٹپکے امام نے اس خون کو زمین پر پھینکا چاہا تو زمین فریاد کرنے لگی مولا
 یہ خون ناحق میں برداشت نہیں کر سکتی اگر مجھ پر گرا تو قیامت تک
 ایک دانہ پیدا نہ ہوگا امام مظلوم نے آسمان کی طرف پھینکا چاہا تو
 آسمان لرزنے لگا۔ آواز آئی آقا! ایسا ہرگز نہ کرنا میں اس خون ناحق
 کا متحمل نہیں ہو سکتا اگر ایک قطرہ بھی ادھر آیا تو قیامت تک ایک

جواب نہ ملا تو امام نے علیؑ اصغر کو جلتی ریت پر لٹا دیا اور الگ کھڑے ہو گئے
 فرمایا۔ اگر تم کو یہ خیال ہو کہ حسینؑ بچے کے بہانے سے خود پانی مانگ رہے
 ہیں تو میں دور چلا جاتا ہوں تم خود آکر پانی پلا دو۔ مگر ظالموں پر اس
 کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ بچہ ایک گرم پر تو پنے لگا۔
 امام نے بے قرار ہو کر جلدی سے علیؑ اصغر کو اٹھا کر سینے سے چسٹا
 لیا اور فرمایا اصغر میں نے کوشش کر لی تم بھی تو حجت خدا کے فرزند ہو
 حجت کو پورا کرو اور ہاتھوں پرے کر سامنے کر دیا بچہ نے سوکھی زبان نکال
 کر ہونٹوں پر پھر انارشع کو دی امام نے فرمایا! ساقی کوثر کے پوتے کا یہ
 پہلا سوال ہے دیکھو اس کو رو نہ کرنا۔ اصغر تم سے پانی مانگ رہا ہے
 بچہ کی مظلومی دیکھ کر فوج اشقیاء منہ پھیر کر رونے لگی۔ ابن سعدؒ
 ملعون فوج کی یہ حالت دیکھ کر گھبرا گیا اور حرمہؓ کے پاس جا کر بولا اَظَنَہُ
 خَلَاءَ الْحُسَيْنِ کے کلام کو جلد قطع کر دے ورنہ فوج میں بغاوت
 پھیل جائے گی اولاد والو! سن سکو گے کہ کس طرح بچہ کی پیاس بجھاؤ
 گئی۔ حرمہؓ نے ایک سہ پہلو تیر کمان میں جوڑا مقابل لکھتے ہیں کہ یہ تین ٹوکوں
 والا تیر اس ورنہ ذنی تھا کہ اگر موٹی لوہے کی چادر پر مارا جاتا تو پار ہو جاتا
 لیکن ہائے افسوس! سامنے امام کے ہاتھوں پر ایک پیاسا جاں
 بلب بچہ ہے حرمہؓ نے نشانہ تاک کر چاہا کہ تیر چھوڑے مگر رک گیا۔
 چند لمحوں کے بعد پھر دوبارہ تیر کو پھینکا چاہا لیکن ایسا نہ کر سکا ابن سعدؒ
 غصہ سے لٹکا رہا تو بہت ہمار ہے ایک بچے پر تیر نہیں چلا سکا حرمہؓ
 بولا۔ امیر جب میں نے پہلی بار تیر پھینکا چاہا تو مجھے ہلاک ہونے کا اندازہ نہ
 پہنچے لگا۔ شاید بچہ کی ماں درخیمہ پر کھڑی ہے میں رک گیا۔ دوسری

بوند پانی نہیں بر سے گا۔ امام نے خونِ اصغر کو اپنے منہ پر مل لیا اور پھر فرمایا ہے

انکار آسمان کو ہے راضی نہیں!
اصغر تمہارے خون کا ٹھکانہ نہیں

میں نانا کے سامنے اسی طرح جا کر دکھلاؤں گا کہ نانا آپ کی امت جفا کار نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے امام بچے کی لاش ہاتھوں پر لئے ہوئے خیمہ کی طرف چلے گئے کچھ دور چلے گئے کہ خیال آیا ماں بچے کے انتظار میں کھڑی ہو گئی کیا جواب دوں گا۔ واپس پلٹے چند لمحوں کے بعد خیمہ کی طرف چلے اور پھر واپس ہو گئے اسی طرح سات مرتبہ گئے اور واپس ہوئے اور فرماتے جاتے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اسی عملِ امام کی تاسی مومنین اعمالِ عاشورہ میں کرتے ہیں ہائے بس قدرِ محبوبِ امام محسوس کر رہے ہیں کہ خیمہ میں جانے سے قدم رک جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ آگے بڑھے۔ دیکھا کہ سامنے درِ خیمہ پر بابِ انتظار میں کھڑی ہیں ماں کی نگاہیں بچہ کی تلاش میں امام کے ہاتھوں پر گئیں اور یہ دیکھ کر تسلی ہو گئی ہو گی کہ بچہ عباء سے ڈھکھا ہوا باپ کے ہاتھوں پر موجود ہے۔ امام درِ خیمہ پر آ کر جنابِ باب کے سامنے خاموش کھڑے ہو گئے اور باب کی طرف منور سے دیکھنے لگے جنابِ باب نے اپنے سر کو جھکا لیا ایک لمحہ گزرنے کے بعد امام نے فرمایا! باب میں کون ہوں عرض کرتی ہیں میرے آقا میرے سر تاجِ ایمان زمانہ۔ فرمایا میں جو کچھ کہوں گا مانو گی عرض کیا مولاً آپ کے ہر حکم کی تعمیل کروں گی امام نے باب کے چہرے پر نظر ڈالی فرمایا! باب صبر کرنا یہ لے اپنا بچہ۔

اولادِ دالو! بچہ کی لاش باب کے ہاتھوں سے ماں کی گود میں آگئی رباب نے بچے کو دیکھا۔ اللہ کسی ماں کو یہ دن نہ دکھائے۔ چھ ماہ کا بچہ گود میں تیر کھایا ہوا۔ پتلیاں پھری ہوئیں منکا ڈھلا ہوا جب بچہ کا چھدا ہوا گلا دیکھا ہو گا تو ماں کے دل پر کیا گزری ہو گی ذرا تصور تو کیجئے جنابِ ہاجرہ نے جنابِ اسماعیل کے گلے پر چھری کا صرف نشان دیکھا تھا تو ساری عمر روتی رہیں کبھی تھیں ہائے میرا بچہ اگر ذبح ہو جاتا تو کیا ہوتا ام رباب! بی بی تمہارے صبر کا کیا کہنا کہ بچہ کی لاش گود میں ہے چونکہ امام نے صبر کی تلقین کی ہے۔ مگر یہ نہیں کرتیں۔ ایک محویت کا عالم ہے۔ بچہ کو ٹکٹلی باندھے دیکھ رہی ہیں کہ ایک آہ سرد کھینچی اور آسمان کی طرف نظر کر کے فرمایا! اللہ کیا اس عمر کے بچے بھی کہیں ذبح کئے جاتے ہیں اور پھر خاموش ہو گئیں امام پاس کھڑے ہیں چند لمحات گزرے تھے کہ امام نے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا حکمِ امام ملتے ہی قدم آگے بڑھا دیئے تھوڑی دیر جانے کے بعد امام بیٹھ گئے اور ذوالفقار نکال کر ننھی سہی قبر کھودنا شروع کر دی۔ ذوالفقار لہڑنے لگی اور آواز پیدا ہوئی مولاً! یہ کام بھی میری قسمت میں لکھا تھا؟

ماں بچہ کی لاش لئے ہوئے کھڑی ہے عزادارو! کیا تاریخِ انسانیت میں کہیں ایسا منظر گزر رہا ہے کہ ماں بچہ کے دفن میں برابر کی شریک ہے بچہ دفن ہوتا ہے تو ماں پاس نہیں ہوتی۔ امام نے قبر تیار کر کے بچہ کو ماں کی گود سے لیا اور سپردِ زمین کر کے سٹی برابر کر دی تاکہ نشانِ قبر باقی نہ رہے۔ پانی تو کہاں تھا جو قبرِ اصغر پر چھڑکتے۔ ہاں چند قطرے آنسوؤں کے لمحہ پر گر پڑے اس کے بعد

بیزوں پر بلند کر کے اس طریقہ سے ساتھ کئے کہ سب سے پہلے سر
سید الشہداء امام مظلوم تھا اور ہرنی بی کے نائقے کے قریب اس کے عزیز کا سر
تھا۔ جب تمام سر آگئے اور جناب رباب کی نظر سر شہداء پر پڑی تو وارث
کا سر دیکھ کر بے قرار ہو گئیں کہ اتنے میں ایک نیزے پر ایک چھوٹا سا سر
دکھلائی دیا جب غور سے دیکھا کہ شمشاہہ کا سر ہے تو مضبوط نہ کر سکیں
یہ دیکھ کر بڑے حسرت سے کہا کیا مجھے یہ دن بھی دیکھنا تھا! میرے چاند! تو
تو چھپ گیا تھا کہ پھر نظر آ گیا۔

اُم رباب! بی بی ہم آپ کو کتنی الفاظ میں پرستہ دیں خدا نے
آپ کو دو بچے عطا فرمائے علی اصغر کو کہ بلا میں اپنی لگا ہوں کے
سامنے دفن ہوتے دیکھا۔ سکینہ کو زندانِ شام میں پھٹے کپڑوں میں
سپردِ خاک ہوتے دیکھا۔ والی کو کہ بلا کے پتے بن میں بے کفن دیکھا۔ آپ
کی کوکھ اور سہاگ دونوں اجڑ گئے اور خود تاحیات سایہ میں بھٹیں
بی بی! اسلام پر آپ کا کتنا عظیم احسان ہے۔ جو تاقیامت فراموش
نہیں کیا جاسکے گا۔

اَلَا اَحْسَنُ اِلَیَّ عَلٰی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ ۝

نتھی کسی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ دھ کے
شیر اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاٹ کے

مومنین! امام کا کوئی فعل مصلحت سے خالی نہیں ہوتا علم
امامت سے یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ رباب کو شام کے قید خانے میں
پھر ایسی ہی مصیبت کا سامنا ہوگا۔ سکینہ کی لاش وقت کا امام ماں کے
سامنے دفن کرے گا اس لئے رباب سے صبر کا وعدہ لے لیا اور اصغر کی
لاش ماں کے سامنے دفن کر دی کہ صبر کا دامن رباب کے ہاتھ سے نہ
چھٹنے پائے۔

اولاد والو! اصغر کے دفن ہونے کے بعد ماں کو یہ یقین ہو گیا ہوگا
کہ بچے کی لاش محفوظ ہوگئی لیکن پائے! بعد شہادت امام مظلوم جب
سر شہداء شہداء کئے گئے تو ایک بچہ کا سر نہیں ملا۔ ابن سعد ملعون نے
ایک دستہ سواروں کا بلا کر ہدایت کی کہ بچہ کی لاش تلاش کریں اور
انعام دینے کا لالچ دیا سوار مقتل کی زمین میں پھیل گئے اور جہاں نیم
زمین ملی۔ نیزہ مارنا شروع کر دیا ایک جگہ ایک شقی اذلی نے نرم زمین
دیکھ کر زور سے نیزہ مارا پائے کس زبان سے کہوں کہ علی اصغر کی لاش
نیزہ میں چھدی ہوئی باہر نکل آئی۔ ملعون نے سر کو جدا کیا اور ابن سعد
کے سامنے اپنے ذلیل کارنامے پر خوش ہوتے ہوئے پیش کیا۔

شام غریباں مصیبت کا پہاڑ بن کر اہلبیت پر آئی۔ سامان
لوٹ لیا گیا۔ خیام میں آگ لگادی گئی بے وارثوں نے جنگل میں کھلے آسمان
کے نیچے قیامت کی رات گزاری صبح ۱۱ محرم اہل حرم کو قید کر کے یحیٰ نے
کی تیاری ہوئی بے کجا وہ اذیتوں پر بیسیوں کو سوار کیا کیا اور سر شہداء

آج دنیا کی پوری قوم سکون و اطمینان کی تلاش ہی ہے فقیر سے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

بچے اور بیبیاں ہمارے سپرد ہیں، یہ سن کر عابد بیمار نے بیٹھنے کی کوشش کی اور فرمایا! کچھ بھی اماں میرا عصا اور تلوار لا دیجئے جناب زینب نے پوچھا بیٹا کیا ارادہ ہے فرماتے ہیں کچھ بھی اماں میں بابا کی نصرت کے لئے جاؤں گا امام مظلوم نے میرا بیٹے کو نگلے سے لگا لیا فرمانے لگے! بیٹا اب تم وقت کے امام ہو اور اس قافلہ حسینی کے قافلہ سالار ہو۔ تم کو میرے حق کی قسم میرے گھر کے بعد تم کو بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کرنا ہے۔

یہ فرما کر رازِ امامت سپرد کرتے ہوئے چند وصیتیں کیں مومنین! آپ کو بھی امام نے اس مصیبت کے وقت یاد کیا ہے فرماتے ہیں بیٹا! جب قید سے چھوٹ کر وطن جانا نصیب ہو تو میرے شیعوں کو میرا سلام کہہ دینا اور کہنا کہ جب تمکو ٹھنڈا پانی ملے تو میری پیاس کو یاد کر لینا میں نے حجت کے لئے کچھ کو دکھا کر پانی طلب کیا۔ لیکن اصغر میرے ہاتھوں پر تیرا نشانہ بنا دیا گیا اسی لئے تو اس ذکر کو بار بار دھرایا جاتا ہے تاکہ مظلوموں کی پیاس کی یاد دلوں میں درد پیدا کرتی رہے انکی یاد سے ہی ہماری زندگی وابستہ ہے۔

اس کے بعد جناب زینب کو اپنے خیمہ میں لائے اور لباس کہنہ طلب کیا جناب زینب تبرکات کا صندوقچہ لے کر آئیں امام نے ٹھول کو نانا کا عمامہ عبا اور ٹپکا نکالا اور کچھ تلاش کرنے لگے جناب زینب نے پوچھا بھیا! کیا تلاش کر رہے ہیں کہ اتنے میں نیچے سے ایک بوسیدہ پیراھن نکال لیا جناب زینب نے ایک چیخ ماری اور زار و قطار رونے لگیں امام نے ہن کو تسلی و تشفی دی اور پوچھا۔ بہن کس بات نے اس قدر رنج پہونچایا عرض کیا مانجائے! میں ایک دن اماں کے پاس بیٹھی تھی اماں اس کرتے کو تیار کرتی جاتی تھیں اور ردی جاتی تھیں جب میں نے رونے کا سبب پوچھا

قربان کر دیا جب عزیز و انصار جامِ شہادت نوش کر چکے اور آخری ہدیہ اصغر بھی امام مظلوم کے ہاتھوں پر تیر کھا چکا۔ تو امام بے کس یک تنہا رہ گئے۔ فوجِ اشقیاء نے آگے بڑھ کر آواز دی۔ حسین! اب کس کو مقابلے کے لئے بھیجتے ہو اور خیامِ اہلیت کی جانب تیر پھینکنا شروع کر دیئے امام یہ حالت دیکھ کر خیام کے قریب آئے اور آخری سلام کیا یا زینب! ام کلثوم اماں فتنہ تم پر حسین غریب کا آخری سلام ہو، حسین رخصت کے لئے ایلے مومنین! امام کی اس آواز پر بیبیاں خیمہ کے قریب آکر امام کے چاروں طرف جمع ہو گئیں گریہ و بکا کا شور مچا ہو گیا۔ سب بے اہل جو کر فریاد کرنے لگیں۔ مولا! ہم بے وارثوں کو کس پر چھوڑ کر جا رہے ہیں اس جنگل میں صرف آپ کا سہارا باقی تھا جناب زینب بار بار بھائی سے لپٹ کر فریاد کر رہی تھیں۔

امام نے بہن کو تسلی دی اور فرمایا زینب میری منزل ختم ہو رہی ہے اب تم محافظِ امام بھی ہو اور میرے یتیم و جملہ اہل حرم بھی ہمارے سپرد ہیں۔ بہن بڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہر منزل پر میرے مقصد کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنا بیبیوں کو صبر کی تلقین کی بچوں کو دلاسا دیا اور بہن کو ساتھ لے کر عابد بیمار کے پاس پہونچنے جو غش میں پڑے ہوئے تھے۔ آواز دی! بابا کی آواز سن کر سید سجاد نے آنکھ کھول کر دیکھا زخمی بدن اور چہرے پر لہو دیکھ کر بے قرار ہو کر پوچھا؟ چچا عباس! کہاں ہیں؟ قام و علی اکبر عمن و محمد کیا ہوئے بابا! آپ کی حالت تو دیکھی نہیں جاتی۔ امام نے فرمایا۔ یہ سب اللہ کی امانت تھے قربان ہو چکے بیٹا! کس کس کو پوچھو گے یہ سمجھو کہ مردوں میں سوائے میرے اور ہمارے کوئی باقی نہیں ہے اب میں بھی رخصت ہو رہا ہوں تم کو اللہ کے سپرد کیا اور یتیم

خدا کی عبادت کو زیب تن کیا اور ہتھیار سجا کر باہر آنا چاہتے تھے کہ ایک بار پھر بیسیوں نے چہار طرف سے گھیر لیا اور فریاد کرنے لگیں مگر یہ سے ایک کہرام مچا تھا اور ایسا معلوم دیتا تھا کہ جیسے کسی بھرے کھڑے جنازہ نکل رہا ہے۔

امام مظلوم نے خیمہ کے در پر آکر گھوڑے پر سوار ہونا چاہا اور دھڑ دھڑ دیکھا لیکن کوئی لجام فرس پکڑنے والا نہ تھا ایک مرتبہ مقتل کی طرف دیکھ کر در بدر بھری آواز میں کہا بھائی عباس! اگر حسین کو سوار کرا دو۔ اس آواز کو سن کر جناب زینب بے تابی کے ساتھ باہر آئیں اور لجام فرس پکڑ کر بھائی کو سوار کرایا امام نے بہن کو الوداع کہا اور گھوڑے کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا لیکن گھوڑے نے جنبش نہیں کی۔ امام مظلوم نے گھوڑے کی گردن پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ اسپ وفادار! یہ میری آخری سواری ہے اس کے بعد تکلیف نہیں دوں گا۔

گھوڑے نے منہ امام کی طرف کر کے گردن ہلا کر اشارہ کیا۔ مقصود یہ تھا کہ مولانا نیچے نظر ڈالئے۔ میری کیا مجال ہے کہ حکم عدولی کو سکوں لیکن میں مجبور ہوں۔ اب جو امام نے نیچے دیکھا تو جناب سکینہ گھوڑے کے پیروں سے لپٹی ہوئی ہیں۔ اور رو رو کر کہہ رہی ہیں گھوڑے! تجھے میری حق کی قسم ہے قدم آگے نہ بڑھانا میرے بابا کو مقتل میں نہ لے جائیں یتیم ہو جاؤں گی۔ بغیر بابا کے میں زندہ نہیں رہ سکتی۔

امام گھوڑے سے آگے سکینہ کو گود میں اٹھا کر پیار کیا لاڈلی سکینہ بابا سے لپٹ گئی۔ جناب زینب نے گود میں لینا چاہا۔ مگر سکینہ بابا کو نہیں چھوڑتی امام نے فرمایا بی بی صبر نہ کرو وقت کم رہ گیا ہے جاؤ سکینہ پھوپھی

تو فرمایا۔ زینب! یہ گمراہ حسین کے لئے تیار کر رہی ہوں محبوب کو بلا میں حسین آخری رخصت کے لئے آئے اور لباس کہنے طلب کرے تو یہ پیراھن دے دینا زینب! یہ تیری آخری ملاقات ہوگی اس کے بعد حسین تجھ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائے گا جب تو مدینہ واپس آئے تو یہ پیراھن ساتھ لانا اور مجھے دے دینا بیٹی! میری اس وصیت کو یاد رکھنا اور اسے ضرور پورا کرنا۔

اس وقت اماں کی یہ وصیت یاد آگئی اس لئے بے قرار ہو گئی اس کے بعد جناب زینب کھڑی ہو گئیں اور امام کے گلے کے لبو سے لینے لگیں فرماتی ہیں بھیا اماں نے یہ بھی کہا تھا کہ زینب اس وقت میں نہیں ہوں گی میری طرف سے حسین کے گلے کے لبو سے لینا امام نے جناب زینب کا ہاتھ پکڑ لیا اور بے اختیار بازوؤں کے لبو سے لینا شروع کر دیئے فرماتے ہیں زینب! میں بابا کی وصیت کو پورا کر رہا ہوں بابا نے کہا تھا کہ حسین! تیری شہادت کے بعد زینب کے بازوؤں میں رسی باندھی جائے گی میں اس وقت نہیں ہوں گا میری جانب سے بازوؤں کے لبو سے لینا اور صبر کی تلقین کرنا۔ کہ تمہیں بڑے شدید مصائب سے گزرنا ہے بہن بال نہ کھلیں لبوں سے بددعا نہ نکلے زینب میری بچی تمہارے حوالے ہے۔

امام مظلوم نے اس پیراھن کو اٹھا کر دیکھا اور کئی جگہ سے پھاڑ دیا۔ جناب زینب نے دریافت کیا بھیا یہ تو ویسے بھی بہت کپہ ہے اس کو آپ نے بالکل تار تار کر دیا۔ کیا مصلحت تھی فرمایا۔ بہن میری شہادت کے بعد ظالم میرا لباس لوٹ کر لے جائیں گے اس لئے میں نے اس کرنے کو بے کار کر دیا ہے کہ میری لاش کی بے حرمتی نہ ہو اور دشمن بے کار سمجھ کر اس کو چھوڑ دیں امام نے سب سے نیچے اس گمراہ کو پہن لیا اور رسول

بلند تھیں امام نے گھوڑے کو روکا اور دریا کی طرف رخ کر کے آواز دی
بھائی عباس بہن نے پیاسے کی جنگ دیکھی اے فوج جفا کار دیکھو جس
کا ۱۸ برس کا کڑیل جوان بیٹا مر جائے وہ یوں جنگ کرتا ہے جس کا ۳۳ برس
کا بھائی آنکھوں کے سامنے دم توڑ دے وہ یوں لڑتا ہے۔

حسین جنگ کرتے جاتے اور آواز دیتے جاتے کہ اتنے میں نہ کام عصر
غیب سے صدا آئی

اکبر نہ جی آنکھیں گے جو برسوں دغا کرو

بس اے حسین وعدہ طفلی ادا کرو

اس صدا کو سن کر مظلوم کو بلانے تلوار کو نیام میں رکھ لیا ابن سوار
نے فوج کو للکارا کہ حسین واپس نہ جانے پائیں چاروں طرف سے گھیر لو۔

عزاداران حسین اس آواز پر منتشر فوج نے گجرا ہو کر تنہا پر ایک دم
حملہ کر دیا اور جو جس کے پاس تھا تیر، تلوار، نیزہ اور گرز سے وار کرنا شروع
کر دیا جس شفی کے پاس کچھ نہیں تھا۔ وہ پتھر مارتا تھا۔ مالک بن نسر بدی
نے سوار تلوار ماری، سنان بن انس نے نیزہ سے حملہ کیا زرعہ بن شریک
نے خنجر کا کاری زخم لگایا۔ موئین بن اس زباز سے عرض کروں مولائے جسم
مہر پر زخم لگتے تیر اس قدر پیوست ہو گئے جیسے سایہ کے بدن پر
پر کاٹتے ہوتے ہیں۔ جب زخموں سے چور ہو گئے اور گھوڑے پر نہ سنبھل سکے۔
توزین سے زمین پر کتھرف لائے کیا سن سکیں گے آپ بدن پر اس
قدر تیر لگے ہوئے تھے کہ جسداہر تیروں پر معلق ہو گیا شہر ملعون آگے
بڑھا اور وہ بے ادبی کی مقل کی زمین کا پنے لگی۔

وہ سینہ جو علم کا گنجینہ تھا۔ شہر نے پیر سے دایا۔ تیر بدن سے پار
ہو گئے ملعون نے جسم کو الٹ دیا۔ پیشانی خاک پر لگی امام نے سجدہ شکر

کی گود میں چلی جاؤ۔ سکینہ ہم اب جلد تم کو لینے کے لئے آئیں گے۔ لیکن
جناب سکینہ باپ کی گود سے نہیں ہٹیں۔ جب امام نے زیادہ کہا تو
سکینہ نے فرمایا بابا آخری بار اپنے سینے پر ملا لیجئے امام وہیں لیٹ گئے اور
سکینہ کو سینے پر لٹا لیا سکینہ نے کہا بابا آپ کیوں جاتے ہیں بیٹی میں پانی شاید
لا سکوں۔ ایک مرتبہ سکینہ نے سینے سے لیٹ کر کہا نہیں بابا نہیں۔ چچا
عباس بھی تو یہی کہہ کر گئے تھے بابا چچا نہیں آئے آپ بھی نہ جائیں بھڑکی
دیو کے بعد امام مظلوم نے جناب سکینہ کو تسلی دے کر جناب زینب کی گود
میں دے دیا اور گھوڑے کو ایڑ لگانی اور فوج اشقیاء کے مقابل پہنچ
گئے اس عرصہ میں فوجوں نے اپنی صفیں درست کر لیں اور امام کو چاروں
طرف سے گھیر کر حملہ شروع کر دیا۔

امام مظلوم نے للکار کر کہا کہ اے فاعلموں! صبح سے اس وقت
تک عزیزوں کی لاشیں اٹھاتے گزری برابر کے بھائی اور کڑیل جوان
اکبر کی لاش اٹھائی بھیتے اور بھانجوں کو روچکا شیر خوار کو قربان کر چکا
حسین بے کس ضرور ہے لیکن مجبور نہیں ہے کیا تم پیاسے کی جنگ دیکھنا
چاہتے ہو یہ کہہ کر ذوالفقار لگالی اور فوج اشقیاء پر حملہ کر دیا جو سنے
آتا اس کو قتل کرتے جاتے لاشوں کے انہار لگ گئے فوج میں بھگدڑ
پھیل گئی مہینہ کی فوجیں مسیرہ کی جانب بھاگیں مسیرہ کی افواج قلب سے
آگے نکل گئیں۔ بدحواسی میں ایک سوار دوسرے سے ٹکرائے لگا۔

مقاتل لکھتے ہیں فوج میں اسقدر ابتری پھیل گئی کہ سوائے بھاگنے کے
کسی کو کچھ خیر نہ تھی امام حملے کرتے جاتے اور آگے بڑھتے جاتے۔ ہر شخص
اپنی جان بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ فوج اشقیاء کو فوج کی چہار
دیواری سے ٹکرا رہی تھی۔ چہار جانب الامان الامان کی صدا مٹی

مجلس پانزدہم

قَارِاجُحْ خِيَامِ اور شَامِ غَوِيَادِ

بِسْمِ اللّٰهِ اَرْحَمٰنِ الرَّحِيْمِ - مَنْ مَكَى اَعْلٰى الْحَسَيْنِ اَوْ رَمٰى
اَوْ تَبَاكٰى وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ

ارشادِ ختمی مرتبت ہے کہ جو شخص حسینؑ پر روئے یا رلائے یا
روئے کی صورت بنائے اسی پر جنت واجب ہے۔

رونا فطری عمل ہے اور رونا دو طرح سے آتا ہے ایک تو بچے سے
دوسرے خوف سے۔ یہ بھی انسانی فطرت کا تقاضہ ہے کہ وہ جس سے محبت کرتا
ہے اگر اس کو کوئی حادثہ پیش آئے یا بچے و صدمہ پہنچے تو یہ اُس کے
عم میں برابر شریک ہوگا اور خود بھی اپنے عمل سے غم کا اظہار کرے گا حسینؑ کو اس
رسولؐ ہیں محافظِ دین ہیں اس دینِ مبین کے بچانے کے لئے اپنے پورے گھر
تباہی منظور کر لی۔ لیکن دین پر اپنی نہیں آنے دی۔

حسینؑ مظلوم نانا کے وقت سے بیکر اپنے وقت تک حالات بڑے

ادا کیا فرماتے ہیں: پالنے والے کو گواہ رہنا کہ میں نے اپنے وعدہ کو پورا کیا اب
تو بھی اپنے وعدہ کو پورا کرنا اور نانا کی امت گنہگار کو بخش دینا۔
شرفی ابو شرف خود ناقل ہے کہ میں نے سنا حسینؑ کچھ کہہ رہے
ہیں میں سمجھا کہ شاید بدعا دے رہے ہوں گے لیکن جب حسینؑ کے الفاظ
سنے کہ امت کی بخشش کی دعا کر رہے ہیں تو میرا بدن لرزنے لگا۔ مگر ابن
سعد کے حکم سے مجبور ہو کر خیر سے گلا کاٹنے کے لئے آگے بڑھا کہ اتنے میں ایک
بی بی تیزی سے میری طرف آئی ہوئی دکھائی دی قریب آکر اس نے آواز دی اے
ظالم کیا کر رہا ہے میرے سامنے میرے بھائی کو ذبح مت کر مومنین! امام
نے بہن کی آواز سنی جس پر تڑپنے لگا آواز دی بہن واپس جاؤ۔ ابھی تو
حسینؑ زندہ ہے۔

مگر عداورانِ حسینؑ! زینبؑ بھائی بھائی کرتی رہیں اور امام بہن
بہن پکارتے رہے۔ خدا کسی بہن کو یہ منظر نہ دکھائے کہ بہن کے سامنے بھائی
کا سر جدا کر دیا گیا جناب زینبؑ بھائی کی لاش سے لپٹ لگیں اک زلزلہ
سا آیا۔ کربلا کی زمین لرزنے لگی آسمان کا رنگ سرخ ہو گیا ہر پتھر کے نیچے سے
تازہ لہو بہنے لگا فرشتوں میں خالہ و فخال کا شور برپا ہو گیا آواز آئی کہ
قُتِلَ الْحَسَيْنُ بَكَوْا ذَبِحِ الْحَسَيْنَ بَكَوْا۔ کربلا کی چٹی زمین پر حسینؑ ذبح
کر دیئے گئے۔ چہار جانب ہولناک آوازیں بلند ہوئیں۔

جناب زینبؑ خیمہ کی طرف دوڑیں جب نزدیک پہنچیں تو عابدہؓ
بیمار کی آواز سنی کہ بابا کو سلام کر رہے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ - اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

کہ ان کی خوشی پر مسرت کا اظہار ہوا اور ان کے غم کے ایام پر پوری طرح سے غم و اہم منایا جائے۔ حدیث میں ارشاد ہے کہ جو محمدؐ والو محمدی محبت میں رہ جائے وہ شہید مرتا ہے اور شہید کی جگہ جنت ہے۔

محبت اجمیر رسالت ہے اور کل مسلمانوں پر واجب ہے مگر کوفہ و شام کی یزیدی افواج نے آل محمدؐ سے بجائے محبت کے عداوت کو اپنا شعار بنایا اور اس گھرانے پر اس قدر ظلم ڈھائے ہیں کہ پوری قوم قیامت تک گمراہ رہے گی اور جو بھی انسان دل میں دودھ رکھتا ہے وہ رنج و غم محسوس کرے گا۔

ان فوجی درندوں نے ظلم کی انتہا کر دی۔ امام مظلوم کی شہادت کے بعد بے کس و لاوارث بیبیوں کے خیام پر ٹوٹ پڑے اور لوٹنا شروع کر دیا اور جس کو جو چیز ہاتھ آئی۔ لوٹ کر لے گئے زبور چھین گئے شہزادیوں نے فکر نہ کی اسباب لٹا۔ بیبیوں نے اثر نہ لیا۔ مگر جب بیبیوں کے سر سے چادریں اور عیاری کا بستر چھینا گیا تو ہر بی بی اپنی چادر سے لپٹ جاتی۔ اور جب اس طرح سے بھی چادریں نہ بچیں تو بیبیاں ایک دوسرے کے پیچھے منہ کے بٹھے گئیں۔ شہر ملعون نے لاٹلی سکینے کے گوشوارے اس بے وردی سے چھینے کہ کان زخمی ہو گئے اور بچی توپ کر رہ گئی ٹوٹ مار کے بعد ظالموں نے خیام اہل رحم میں آگ لگا دی۔ بیبیاں ایک خیمہ سے دوسرے خیمہ کی طرف بیتا بانہ دوڑتی تھیں۔ اور جب وہ خیمہ بھی جلنے لگا تھا تو تیسرے خیمہ میں پناہ لیتی تھیں جب سب خیام جلنے لگے تو جناب زینبؓ عابدہ بیمار کے پاس گئیں غش میں پڑے ہوئے تھیں کوہلا کر ہوشیار کیا اور فرمایا! بیٹا! اٹھو خیام جل رہے ہیں اب تم امام وقت ہو کیا حکم ہے جل کر مر جاؤ یا جان بچا کر باہر نکل جاؤ؟

صبر و تحمل سے ملاحظہ کر رہے تھے بڑے بھائی نے صلح اس شرط پر کی تھی کہ معاویہ بشرحیت کا پابند رہے گا اور خدا کی کتاب اور رسولؐ کی سنت پر عمل کرے گا۔ اس بات کو معاویہ نے منظور کر لیا تھا لیکن معاویہ کے مرنے کے بعد یزیدؓ نے کسی شرط پر عمل نہیں کیا بلکہ دین پر پوری طاقت سے قبضہ کرنا چاہا اور دین کے بانی سے بیعت کا طلب گار ہو گیا اگر یزیدؓ مسلمان تھا تو کلمہ پڑھنے کے بعد ایک امتی کی یہ جسارت کس قدر قابل ملامت ہے۔ امام نے جب ان حالات کو دیکھا تو ظلم کا مقابلہ صبر سے کرنے کے لئے بچوں اور بیبیوں کو ساتھ لیا اور جس کو دنیا فوج کہتی ہے اس میں سوار کر کے ضعیف حبیب ابن مظاہر کہ جن کی گھر خمیدہ اور پلکیں تک سفید ہو چکیں تھیں اور چھ ماہ کا شیر خوار بچہ تک شامل کیا۔ جوان و پیر کی، کمسن کی، شیر خوار کی فوج حسینؑ آئے ہیں کس حسنِ اہتمام کے ساتھ

امام حسینؑ نے سب کو ساتھ لیا اور کھلے میدان میں مقابلے کے لئے چل دیئے تاکہ اب جو مقابلہ ہو تو حق و باطل کے درمیان ایسی فیصلہ نام ہو جائے جو قیامت تک حق کو باطل سے الگ کرتی رہے اور کہلا اسی کا نام ہے کہ جہاں حق ہمیشہ کے لئے باطل سے جدا ہو گیا کہ بلا میں صرف چند گھنٹوں کے لئے جنگ ہوئی لیکن اس کی تیاری میں کتنے سال صرف ہوئے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب تا قیامت باطل حق میں شامل نہیں ہو سکتا۔

امام مظلومؑ نواسہ رسولؐ ہیں اور جنیت کے سردار ہیں۔ بابا جنت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں ماں خاتونِ محشر ہیں اور نانا شفیع روز جزا ہیں ان کی محبت واجب ہے ہماری قومی زندگی کا دار و مدار اسی بات پر ہے۔

ام کلثوم سے کہا بہن تم بچوں کو یکجا کرو میں ان بے کس عورتوں کی حفاظت کرنی ہوں جناب زینبؓ نے احساسِ ذمہ داری سے ایک چوب خیمہ ہاتھ میں لیا اور حفاظت کی خاطر چاروں طرف پھرنا شروع کر دیا۔

ادھر یزیدی فوج میں کھانا تقسیم ہونا شروع ہوا چند سرداروں نے کہا۔ امیر حسینؓ کے پورے گھرنے کو تباہ کر دیا اب ان بے بس اور مجبور عورتوں کو کھانا بھیجوا دے! ان سرداروں کے باہمی مشورے سے بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کو کھانا بھیجنا چاہا لیکن ایسا کون بھٹا کہ جس کے ہاتھ سے ان غیور بیبیوں کو کھانا بھیجا جائے اور وہ لوگ اسے قبول کر لیں۔

آخر جناب محمدؐ کی زوجہ کا انتخاب ہوا ابن سعد ملعون نے کہا ٹھیک ہے حُرّان کی طرف داری میں مارا لیا ہے لہذا زوجہ محمدؐ کو کچھ خواباک اور پانی دیکر چند عورتیں ہمراہ کر دیں عورتیں مسخ کی روشنی نے کو جب آگے بڑھیں اور نزدیک پہنچیں تو جناب زینبؓ نے آواز دے کر روکا اے ہمارے ستانے والو اب تو رحم کر دینے روتے روتے ابھی سوئے ہیں ہم کہیں بھاگے نہیں جا رہے صبح ہمیں جس قدر چاہے لوٹ لینا۔ زوجہ محمدؐ آگے بڑھیں اور آنے کا سبب بتلایا اور ادب سے وہ کھانا اور پانی رکھ دیا۔

جناب زینبؓ نے زوجہ محمدؐ کو بچانا تو آگے بڑھ کر گلے سے لگا لیا اور فرمایا! بی بی یہیں بیٹھ جائیں مجھ کو محمدؐ کا پرسہ دے لوں یومنین! یہ ہے اطلاقِ آلِ محمدؐ کتنی پریشانی اور مصیبت کا وقت ہے لیکن کیونکہ محمدؐ محبتِ آلِ محمدؐ میں شہید ہوئے ہیں اس لئے زوجہ محمدؐ کو پرسہ دینا جادہا ہے یہ ہے محبت کی منزل جناب زینبؓ نے اپنی مصیبت کا شکوہ نہیں کیا۔ زوجہ محمدؐ کے علم میں شریک ہو کر پرسہ دے رہی ہیں۔

ہیں۔ پھوپھی اماں جان بچانا فرض ہے جلد باہر نکل جائیے۔

یہ کہہ کر پھر بے ہوش ہو گئے جناب زینبؓ نے سب بیبیوں اور بچوں کو ایک جگہ جمع کیا اور خود عابدیہؓ کے چلتے ہوئے خیمہ کی طرف دوڑیں جناب زینبؓ نے کئی مرتبہ کوشش کی لیکن آگ کے بلند شعلوں کی وجہ سے اندر نہ جاسکیں حمید ابن مسلم جو فوج یزید کا نامہ نگار تھا ناقل ہے کہ میں نے آگے بڑھ کر پوچھا؟ بی بی! اس خیمہ میں آپ کا کوئی قیمتی مال ہے جس کے نکلانے کی کوشش کر رہی ہیں فرمایا! میرا بھانجا جو امامِ وقت ہے وہ آگ کی پیٹ میں ہے یہ کہتے ہوئے آگ کے شعلوں میں غائب ہو گئیں میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان لاغر کو ہاتھوں پر لاش کی طرح اٹھائے گئے تیزی سے باہر نکلیں، بیمار کے پیر جو زمین پر خرا کر رہے تھے۔ لاگو سب کے پاس زمین پر بٹا دیا حمید کہتا ہے کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک بچی مقتل کی طرف بابا۔ بابا کہہ کر روتی ہوئی بھاگ رہی ہے اور اس کے گرتے کے دامن میں آگ لگی ہوئی ہے میں نے اس کو روک کر آگ بجھائی۔

ایک مرتبہ بچی نے عورت سے میری طرف دیکھا اور کہنے لگی، اے شیخ! ایک ہربانی اور کر دے مجھ کو خف کا راستہ بتلا دے حمید کہتا ہے کہ میں نے پوچھا بی بی! خف جا کر کیا کرو گی فرماتی ہیں میں اپنے دادا علیؓ سے شکایت کر کے اپنی حالت دکھلاؤں گی۔

اسی عالم میں دن گزر گیا کرنا ہوا آفتاب گوشہ مغرب میں چھپ گیا۔ اور مقتل کی شامِ شامِ غریباں بن کر نازل ہوئی۔ ابھی تک خیموں کے چلتے کی روشنی تھی اب اندھیرا چھا گیا بچے خوف زدہ ہو کر ماؤں سے چپٹ گئے۔ بیبیاں آداس ہو کر ایک دوسرے کا منہ تک رہی ہیں جناب زینبؓ نے

بار بار منع کر رہی ہوں لیکن تو واپس نہیں ہوتا۔ سوار نے اپنی نقاب الٹ دی اور فرمایا بیٹی! علی تیری حفاظت کے لئے آیا ہے جناب زینب! بابا کہہ کر قدموں سے لپٹ گئیں!

عزرا ران حسین تصور کچھ نے جب زینب نے باپ کو دیکھا ہوگا تو کس قدر فریاد کر کے شکوہ کیا ہوگا۔ کہا ہوگا بابا۔ میں برباد ہو گئی۔ میرے پالے ہوئے سب قتل کر دیئے گئے بابا! آپ اس وقت کہاں تھے جب ستر بھائی کا گلا کاٹ رہا تھا۔ بابا! آپ اس وقت کہاں تھے جب بھائی کے ہاتھوں پر شمشاہے کا گلا تیرے سے چھیدا کیا، علی ابر کے برچھی لگی قائم کالاش پامال ہوا۔

بابا! آپ اس وقت نہیں آئے جب بھائی عباس نے آپ کو پکارا تھا۔ بابا! آپ اس وقت آجاتے تو میری چادر نہ چھنتی بابا! میں فریاد کر رہی تھی لیکن جلتے ہوئے خیموں کے وقت کوئی مدد تک کرنے والا نہیں تھا۔ بابا اب آئے ہو جب گھر لٹ چکا سب قتل ہو چکے۔ عزرا دارو! شہزادی کے بین سے سب اہل حرم گریہ کر رہے تھے اور ایک کہرام مچا تھا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْغُلَامِیْنِ۔ فَسَیَلَمُوْنَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا
اِیُّ مُفْلَبٍ یَنْقَلِبُوْنَ!

جناب زینب نے بچوں کو بلایا اور ایک کوزہ آب اٹھا کر جناب سکینہ کو دیا۔ بچوں میں بھی کیا مہر تھا۔ پانی کو دیکھ کر بے تاب نہیں ہوئے جناب سکینہ کوزہ یا تھ میں لے کر پوچھتی ہیں پھو پھی اماں! پہلے مجھے کیوں پانی دیا ہے فرمائیں بی بی! ہم سب سے چھوٹی ہو اس لئے پہلے ہم پانی پی لو۔ یہ سننا تھا کہ جناب سکینہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور مقتل کی طرف رخ کیا جناب زینب نے پوچھا۔ سکینہ کہاں جا رہی ہو کہتی ہیں پھو پھی اماں! سب سے چھوٹا میرا بھائی علی اصغر ہے اس کے پاس جا رہی ہوں۔ جناب زینب نے بچی کو رو کر چٹا لیا بیبیوں میں بھی گریہ کا شور بلند ہوا۔ زوجہ حُر بھی شریک گریہ ہے جناب زینب نے زوجہ حرم کو رخصت کیا تو بڑے یاس و حسرت سے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا! بی بی اس وقت ہمارے پاس کچھ نہیں ہے جو تمہاری خاطر کر سکیں زوجہ حرم کے جانے کے بعد پھر جناب زینب نے ہاتھ میں چوب خیمہ لے کر طلائی پھرنٹا شروع کر دیا۔ رات کا سناٹا مقتل کا میدان بے وارث تنہا بیبیاں اللہ کے سہارے بیٹھی ہوئی ہیں۔ ریگ نرم کا بستر ہے اور آسمان کا سایہ کچھ رات گزری تھی کہ جناب زینب کو ایک سوار آتا دکھائی دیا۔ شہزادی نے آواز دے کر دو کائے سوار واپس ہو جایا۔ ہم بے کس مظلوم ہیں اب ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اگر لوٹنا ہے تو فیض کی روشنی میں لے لینا۔ ابھی ابھی بچے خوفزدہ ہو کر سوئے ہیں۔

لیکن سوار نہیں رکا جب اور نزدیک پہنچا تو شہزادی نے پھر روکا کہ میں منع کر رہی ہوں واپس پلٹ جا۔ جب سوار اس پر بھی اور آگے بڑھا تو علی کی شیر دل بیٹی کو جلال آ گیا۔ لحام فرس پکڑ کر فرماتی ہیں میں

قربانی سے دریغ نہیں کیا اس کے باوجود دنیا والے ان کے دامن سے وابستہ نہیں ہوئے جس دل میں کفر گھر چکا ہو۔ قلب سیاہ ہو چکا ہو۔ اس میں نور ہدایت کیسے روشنی کر سکتا ہے نتیجہ ظاہر ہے کہ جس قدر کوشش ان لوگوں نے ایمان پھیلانے کی کی کفر اس شد و مد سے مقابلہ پر رہا اور ان کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی اسی ایمان و کفر کی فیصلہ کن جنگ کا نام واقعہ کہلایا ہے۔

جہانے محبت کے اس قدر اس گھر سے بغض و عداوت کی گئی کہ پورا گھر برباد کرنے کے بعد بھی ظلم و تشدد اور عداوت پر کمر بستہ رہے اور بے کس و مجبور بیوہ بیبیوں اور معصوم بچوں پر بھی ظلم کرنے سے دریغ نہ کیا ان لاوارثوں نے عاشر کا دن مصیبت اور پریشانی میں روئے ہوئے گزارا۔ اور رات مقل کی ریت پر خوف و ہراس میں ختم ہوئی۔

کیا یہ محرم کی صبح ایک نئی مصیبت نے کمر آنا ابن سعد ملعون نے ایک دستہ فوج اسیری اہلبیت کے لئے بھیجا جن کو دیکھ کر بچے اور عورتیں سہم کر ایک دوسرے کے پاس بیٹھ گئے۔ شہر ملعون آگے بڑھا اور کچھ آہنی زیورات لے کر عابد بیمار کے پاس آیا۔ مومنین! آہنی زیورات کی تفصیل سن سکیں گے ہائے افسوس! بیمار کے ہاتھوں میں تھکڑیاں پیروں میں دوہری بیڑیاں اور گلے میں خاردار طوق پہنا کر زنجیروں سے جکڑ دیا گیا کیا زمانے نے کسی بیمار و لاعز انسان کے ساتھ یہ سلوک دیکھا ہے یہ امام زمانہ ہے کہ جس کی اطاعت اور محبت دنیا پر واجب ہے۔

اس کے بعد ظالم عورتوں کی طرف متوجہ ہوا اور ان کو رسیوں سے باندھ دیا پادریں تو پہلے ہی چھن چکی تھیں عینور بیبیوں نے بالوں سے منہ کو چھپایا

مجلس ششم

اسیر کے اہل خدم و پلا کے دربار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ تَلَّاهُ اسْتَلَمُوا عَلَیْهِ اَجْوَادًا الْمَوْدَّةِ

فِي الْقَدْحِ۔

ارشاد رب العزت ہے کہ اے رسول کہہ دو کہ میں اس تبلیغِ رسالت کا تم سے کوئی صلہ نہیں چاہتا۔ خبر اس کے کہ میرے قریبداروں یعنی اہل بیت سے محبت کی جائے۔

اہل بیت سے مراد حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ اور ان کی اولاد ہے ایک مرتبہ جناب ختمی مرتبتؑ خانہ جناب سیدہ پر کشریف لائے حضرت علیؑ جناب فاطمہؑ اور حسینؑ کو پاس بلایا جب بیعتِ پاک جیسے ہو گئے تو ارشاد فرمایا! بارِ الہا یہ ہیں میرے اہل بیت پُروردگار جس طرف یہ تیری مرضی پر گامزن ہیں تو بھی ان سے راضی رہنا اور دنیا کو ان کی محبت کی طرف موڑ دینا۔ ان بیبیوں نے اللہ کے دین کی بقاء کے لئے اپنے تن و دھن کی

اس کے بعد سب بیبیوں کو بے کچادہ اونٹوں پر سوار کیا گیا۔ عابد بیمار کو ایک ناقہ پر اس طرح سوار کیا گیا کہ جب بیمار ٹکی وجہ سے سنبھل نہ سکے تو کس زبان سے عرض کروں! دونوں پیر نیچے اونٹ کے پیٹ سے باندھ دیئے گئے۔

قافلہ کو فہ جانے کے لئے تیار ہوا۔ نیزوں پر شہداء کے سر بلند کر کے اس طرح لائے گئے کہ سب آگے سید الشہداء امام مظلوم کا سر لوک نیزہ پر تھا۔ بقیہ سر نیزوں پر ہر نبی کے سامنے اس کے عزیز کا تھا۔ ان ایروں کا قافلہ فوج یزیدی کی حراست میں روانہ ہوا۔ جب کو فہ قریب آ گیا تو ردک دیا گیا۔ ابن زیاد کے حکم سے بازاروں کو سجایا گیا دربار کو آراستہ کیا گیا۔ یہی کو فہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کا دار الخلافہ تھا۔ اب ہنزا دیاں قید ہو کر آ رہی ہیں۔ کونے کے لوگ تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہو رہے ہیں اور سننے کپڑے پہن کر خوشیاں منا رہے ہیں۔

قافلہ جب بازار کے قریب پہنچا تو عابد بیمار کو ناقہ سے اتار دیا گیا اب امام وقت اونٹ کی ہمار پکڑ کر ماں بہنوں اور چھو بھٹیوں کی سربانی کے فرائض انجام دے رہے ہیں ایک جگہ کچھ لوگ جیسے تھے جب قافلہ قریب آیا تو لوگ سورہ کہف کی آیت تلاوت کرنے لگے میر حسین جب نیزہ پر قریب پہنچا تو سورہ کہف کی تلاوت کرتے ہوئے اعجاز سے فرمایا ”اے سورہ کہف کی تلاوت کرنے والو! میری حالت تو تم سے زیادہ تعجب خیز ہے کہ سورت کی جوائی ہو گئی لیکن قرآن اب بھی میری زبان پر ہے اس کا ساتھ جدا نہیں ہو سکتا“

لوگوں نے حیرت سے ہر حسین کو دیکھنا شروع کیا شاید اس اعجاز کا

مقصد یہی تھا کہ اہل حرم بے مقصد و چادر ہیں لوگوں کی توجہ میری جانب ہو جائے اور نا عمروں کی نظریں ان پر نہ پڑیں قافلہ آگے بڑھا ایک کوٹھ پر کچھ عورتیں بیٹھی تماشہ دیکھ رہی تھیں جب اسیر قریب پہنچے تو انہوں نے خرے صدقہ کر کے پھینکنا شروع کر دیئے جناب زینب نے بچوں کے ہاتھ سے خرے لے کر پھینک دیئے اور عورتوں کی طرف دیکھ کر فرمایا ہضم لوگ اہل بیت رسول ہیں ہم پر صدقہ حرام ہے۔ اے کو فوں کی عورتوں کاش تم ہمیں پہچان لو۔

قافلہ جب دارالامار کے قریب رک گیا تو جناب سکینہ نے ایک ضعیفہ سے پانی مانگا۔ ضعیفہ فوری پانی لے کر آئی اور کہا تم لوگ مصیبت زدہ ہو میرے لئے دعا کرو کہ مصیبت زدوں کی دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ یہ کہہ کر پانی کا کونہ جناب سکینہ کے ہاتھ میں دے دیا جناب زینب نے فرمایا بی بی! پانی پینے سے پہلے اس کی حاجت سن کر دعا کرو۔ ضعیفہ نے کہا میری یقین حاجتیں ہیں ماؤں یہ کہ جس طرح تم لوگ یتیم اور اسیر ہوئے ہو اللہ میرے بچوں کی حفاظت کرے اور ان پر والین کا سایہ قائم رہے۔ جناب سکینہ نے زور سے آمین کہا۔ ضعیفہ نے اپنی دوسری حاجت بیان کی کہ سنا ہے میرے مولا حسین سفر میں ہیں اور کو فہ آ رہے ہیں اللہ ان کو سلامتی کے ساتھ لائے اور میری تیسری حاجت یہ ہے کہ ہنزا دی زینب کی زیارت کی بڑی تمنا ہے دعا کرو کہ اللہ جلد ان سے ملاقات کراوے۔

جناب زینب یہ سن کر بے قرار ہو گئیں ایک مرتبہ آہ سرد کھینچ کر فرمایا بی بی! اگر زینب کو دیکھو گی تو پہچان لو گی ضعیفہ نے کہا کیوں نہ پہچانوں گی مدتوں ان کی خدمت میں رہی ہوں وہ آقا زادی ہیں میرے مولا حسین

فوج کو ہدایت کر دی تھی کہ جہاں تک ممکن ہو منزلیں چھوڑتے ہوئے جلد شام پہنچنے کی کوشش کرنا اور نا معلوم راستہ اختیار کرنا تاکہ کسی قسم کی بھی مزاحمت نہ ہو سکے اور ہر خطرے سے بچ سکے۔

اسیروں کا قافلہ تیزی سے منزلیں طے کر رہا تھا ایک جگہ ایک راہب کا دیر دکھائی دیا فوج نے مناسب جگہ خیال کر کے قیام کیا اور سب کو ایک صندوق میں بند کر کے دیر کے اندر رکھ دیا اور راہب سے تاکید کر دی کہ خیال رہے۔ اگر کوئی واقعہ پیش آئے تو ہمیں اطلاع دینا کچھ رات گزری تھی کہ اچانک راہب چونک کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے دیکھا کہ صندوق سے ایک نور کی شاع نکل رہی ہے جو آسمان تک جا رہی ہے کھوڑی دیر گزری تھی کہ نور کی عماریاں اترنے لگیں جس میں سے نورانی ہستیاں اترنا شروع ہوئیں۔ راہب کا بیان ہے کہ ایک عماری اتری جس میں سے ایک سیاہ پوش بی بی بالوں کو کھولے ہوئے بین کرتی ہوئی نکلی وہ اس طرح دلخراش بین کر رہی تھی جیسے کوئی ماں اپنے فرزند کی جدائی میں روتی ہے۔

صبح راہب نے سارا ماجرا فوج کے سردار سے بیان کر کے دریافت کیا کہ یہ کس کا سر ہے یہ کوئی ولی تھا جس سے اس قدر کرامات ظہور میں آئیں راہب کو جب یہ علم ہوا کہ یہ سر حسینؑ نواسہ رسولؐ کا ہے تو راہب نے ایک چیخ ماری اور فوراً مسلمان ہو گیا اور سر کی طرف اشارہ کر کے کہا اے شہید تم گواہ رہنا کہ میں ایمان لے آیا ہوں فوج نے راز کھلنے کے خیال سے راہب کو قتل کر دیا اور آگے روانہ ہو گئے۔

کچھ منزلیں طے کرنے کے بعد ایک قلعہ دکھائی دیا اس قلعہ میں شہر رہی تھی۔ شیریں جناب شہر بالون کی کینز تھی جب امام حسینؑ نے اس کو آزاد کیا تھا تو

کی بہن ہیں یہ سن کر جناب زینبؑ نے چہرے سے بالوں کو ہٹا کر فرمایا ام حبیبہ تم نے زینبؑ کو کہاں پہچانا پورے کنبے کو رونے والی زینبؑ میں ہی ہوں اور جس حسینؑ کے لئے تو دعائیں کر رہی ہے دیکھ! بھائی حسینؑ کا سر نوک نیزہ پر ترے سامنے ہے ام حبیبہ نے جب یہ سنا۔ چیخیں مار مار کر رونے لگی جناب زینبؑ ابھی اس کو تسلی دے رہی تھیں کہ قافلہ آگے بڑھ گیا۔

جب دارالامارہ کے پھانگ پر پہنچا تو سرسمل لٹکا ہوا تھا جو امام کے استقبال کے لئے بے چین تھا۔ جب سر حسینؑ قریب پہنچا تو بھائی نے بھائی کو سلام کیا۔ اہل حرم گریہ کرتے ہوئے دربار ابن زیاد میں پہنچے تو ابن زیاد ملعون نے اپنی فتح پر بڑا فخر کیا شہزادی زینبؑ کو جلال اکبار فرمائی میں ظالم ہمارے مردوں کو قتل کر دیا ہم بے وارثوں کو اسیر کر کے غنیمت کر۔ اللہ بہت جلد تجھ سے اس کا انتقام لینے والا ہے۔

ابن زیاد نے جناب مختار کو قید سے بلایا اور کہنے لگا مختار تم محبت حسینؑ کا دم بھرتے ہو لیکن حسینؑ کو ذرا آئے ہوئے ہیں تم سے ملنے بھی نہیں آئے۔ کہ تم کو قید سے چھڑا دیں۔ جناب مختار نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہے آقاؐ کو میرا خیال ہے ملعون نے کہا تم حسینؑ سے ملنا چاہتے ہو یہ کہہ کر سر حسینؑ کی طرف اشارہ کیا جناب مختار نے ایک چیخ ماری اور ابن زیاد کی طرف کی چھٹے۔ عابد بیمار نے آواز دی۔ مختار ابھی صبر کرو۔ وقت نہیں آیا۔

ابن زیاد نے گھبرا کر جلدی سے دربار برخواست کر دیا اور اسیروں کو فوراً دمشق کی طرف لے جانے کا حکم دے دیا۔ مومنین! اب اسیروں کا قافلہ فوج کی حرست میں کو ذرا سے شام جا رہا ہے۔ ابن زیاد نے اپنی

شیریں نے عرض کیا تھا مولانا! میرے گھر مزدور تشریف لائے گا تو امام نے وعدہ کیا تھا کہ ہاں شیریں! میں مزدور بہتارے گھر آؤں گا اور اہل حرم بھی ساتھ ہوں گے۔

شیریں بڑی بے چینی سے اس انتظار میں تھی کہ مولانا کب تشریف لاتے ہیں بار بار شوہر سے ذکر کرتی تھی کہ میرا مولانا صدق القول ہیں مزدور قلم رنجر فرمائیں گے کہ رات کو بشارت ہوئی! شیریں۔ حسین آئے ہونے ہیں جلد استقبال کو جا۔ شیریں بے قرار ہو کر اٹھ بیٹھی شوہر کو خبر لانے کو روانہ کر دیا اور خود گھر کی صفائی اور کھانوں کی تیاری شروع کر دی فوج نے قلعہ شیریں کے قریب قیام کیا شوہر نے حالات معلوم کر کے شیریں کو اطلاع دی۔ شیریں کو جب علم ہوا کہ مولانا حسین شہید ہو گئے اور شہیدوں کے سر اور اہل حرم کو امیر کر کے یزیدی فوج شام لے جا رہی ہے تو روتی ہوئی بال بکھرائے ننگے پاؤں بے تحاشہ دوڑی سردار فوج سے خوش آمد کے کچھ نذرانہ پیش کیا اور سر حسین کو حاصل کر لیا اور ایروں کو ساتھ لے کر قلعہ میں واپس آئی۔ شیریں سر حسین کو دین لے بیٹھی ہے اور جناب زینب کو پوسہ دے رہی ہے اہل حرم میں ایک کہرام مچا ہے زخم تازہ ہو گئے سارے افعات لگا ہوں گے سامنے پھر گئے شیریں بار بار سر سے غافل ہو کر کہتی تھی مولانا! آپ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا لیکن ہائے پورا گھر برباد ہو گیا ایسی طرح رات بھر گریہ دیکھا ہوتا رہا۔

صبح کو قافلہ پھر روانہ ہوا۔ اور تیزی کے ساتھ منزلیں چھوڑتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ خولی کے ہاتھ میں نیزہ پر ہر حسین تھا ایک جگہ نیزہ ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑا۔ خولی نے بہت کوشش کی اور زور لگایا لیکن

نیزہ نہیں نکلا۔ شوہر ملعون تازیانہ لے کر عابد بیمار کے پاس آیا اور اس نے وہ بے ادبی کی کہ بیمار لڑکھا۔ سر حسین کے پاس آکر فریاد کیا بابا! آپ آگے کیوں نہیں بڑھتے! اب تازیانہ کھانے کی طاقت نہیں رہی ہر حسین سے آواز آئی بیٹیا! کس طرح چلوں لاڈلی سکنہ ناتقے سے گر کر پیچھے رہ گئی ہے۔

جناب زینب نے جب یہ سنا بے تاب ہو کر اپنے کوناقے سے ٹکڑیا اور سکنہ کو تلاش کرتی ہوئی پیچھے چل دیں قافلہ روک دیا گیا اہل حرم بھی کو تلاش کرنے لگے۔

جناب زینب کا یہ عالم تھا کہ بار بار آواز دے رہی تھیں میری یتیم بچی سکنہ تو کوھر چلی گئی بی بی۔ آواز دو کہاں ہو۔ ناگاہ جناب زینب نے دیکھا کہ ایک نقاب پوش محظّمہ بچی کو گود میں لئے جلتی زمین پر بیٹھی ہوئی ہیں جناب زینب آگے بڑھیں محظّمہ نے فرمایا۔ اہستہ آواز دو بچی ابھی روتے روتے سوئی ہے جناب زینب نے پاس جا کر فرمایا۔ بی بی آپ کا بہت احسان ہے ہم پر۔ آپ نے اس بے وارث یتیم بچی کی خبر گیری کی خدا آپ کو اس کی جزائے خیر دے ہمارے اوپر تو کوئی سلام کرنے والا بھی نہیں۔ اتنا ستا تھا کہ محظّمہ نے پھر سے سے نقاب الٹ دی فرمایا! زینب کس کا شکریہ ادا کر رہی ہو میں تیری دکھیا ماں فاطمہ! ہوں یہ سن کر جناب زینب کو تاب مضطرب نہ رہی۔ چچین مار مار کر رونے لگیں فرماتی ہیں اماں آپ اب تشریف لائی ہیں جب آپ کی گود کا پالا تین دن بھوکا پیاسا کر بلا کی تپتی زمین پر شہید کر دیا گیا۔ اماں! آپ کا گھر تباہ و برباد ہو گیا آپ کی بیٹیاں بے وارث ہو کر امیر کر لی گئیں اور اب دربار شام جا رہی ہیں۔

بے کس و مجبور امیروں کا لٹا ہوا قافلہ حیب دربار یزید کے قریب پہنچا تو دروازے پر روک دیا گیا۔ شرمعلون قریب آیا اور کہنے لگا اہلیت حسین! انھوں نے تم کو اس دربار کے اندر جانا ہے شہزادیوں نے دربار کی سجاوٹ کو نور سے دیکھا جناب زینب نے عابد ہمارے ارشاد فرمایا بیٹا! شہر سے کہہ دے میں اس دربار میں ہرگز نہیں جاؤں گی۔ شہر نے یہ جبر بھیجنا چاہا تو آواز دی اے! اُم کلثوم، رہا باب رقیہ اور سکینہ میرے قریب آجاؤ بس اب میں بال کھول کر اس امت کے لئے بددعا کرتی ہوں تم لوگ آئیں کہو، عزاداران حسین! اوھر جناب زینب نے سر کے بال کھولے اُدھر بھائی کے کٹے ہوئے سر پر نظر پڑی دیکھا کہ بھائی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ جناب زینب بے چین ہو گئیں فرمایا۔ بھیا آپ پر کیا تازہ مصیبت گزری کہ بعد شہادت بھی گریاں ہیں گلوٹے بریدہ سے آواز آئی اے بہن! صبر کرو۔ میری محنت اکارت ہوئے گی بھرے دربار میں اسی شان سے چلی جاؤ۔ جناب زینب نے سر کو جھکا لیا اور خاموش ہو کر سب کو چلنے کا اشارہ کیا۔ دربار یزید کے اندر داخلہ ہوا۔ پورا دربار سیفروں اور درباریوں سے بھرا ہوا تھا۔ ایک طرف امیران اہل بیت کھڑے کو بیٹے گئے ہائے افسوس! علی و ہول کی بیٹیاں رسن بستہ اور امام وقت زنجیروں میں جکڑا ہوا کھڑا ہے اور یزید میخوار پتہ بیٹھا ہوا نخوت سے جھوم رہا ہے عارضی فتح پر مبارکباد پیش کی جا رہی ہے۔ درباری طرح طرح کی خوشامدی باتیں کر رہے ہیں۔ ایک ساعت تک یزید نے امیروں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی یزید ملعون کے سامنے طشت طلاؤ میں سید الشہداء کا سر رکھا ہوا تھا ہائے کس زبان سے عرض کروں کہ یزید ایک چھڑی سے دندان مبارک کو حرکت دیتا

گر یہ وزاری کے بعد جناب سکینہ کو گود میں لے کر واپس آئیں۔ قافلہ پھر روانہ ہوا۔ اور طویل مسافت طے کرنے کے بعد شام کے قریب پہنچ گیا۔ قافلہ کو روک دیا گیا اور دمشق کا بازار سجانے کا حکم دے دیا گیا۔ یہ جناب سید سجاد کے امتحان کا مقام تھا۔ باپ کا امتحان یہ تھا کہ بھائی بھتیجے بھانجے اور بیٹوں کی لاشیں اٹھائیں لیکن بیٹے کا امتحان یہ تھا کہ مائیں، بہنیں اور بھوپھیاں بے مقصد و چادر رسن بستہ ہوں۔ بازار کو فہوشام ہوا اور آگے آگے ایک منادی ندا دیتا ہوا چلے۔

يَا هَذِهِ الْكَوْفَةُ وَالشَّاهِدَةُ سَيَا مَنِّ بَنَاتِ رَسُولِ اللَّهِ لَمَے کو فہوشام کے رہنے والو! یہ آل رسول ہے جو اس طرح بازار دیں بے پردہ پھرانی جا رہی ہیں جس کو تماشہ دیکھنا ہودہ آکر دیکھ لے۔ افسوس! اس بات پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ مات بات پر بیمار کا دم پاک تھا اور تازیانوں کی آفریت تھی۔ مومنین! یہ عابد بیمار کی صبر کی معراج تھی کہ تازیانہ پڑ رہے ہیں مگر کسی موقع پر زبان سے آفت نہیں کی اور صبر و ضبط سے ہر مصائب کا مقابلہ کیا اور اسے برداشت کیا ورنہ عزت و اہدار کے لئے گردن کٹوا دینا آسان ہے لیکن قوت ہوتے ہوئے اس قدر ذلت کا برداشت برداشت کرنا بڑے جگر اور حوصلے کی بات ہے۔

جب بازار دمشق کی سجاوٹ مکمل ہو گئی آئینہ بندی کر کے گلی اور کوچوں کو سجا دیا گیا مومنین! ذرا غور کیجئے! نا محرم تماشا یوں کا ارادہ تھا اور اس میں سے علی اور فاطمہ کی بیٹیوں کو گزرنا تھا ہائے افسوس! جن کی ماں کا جنازہ پردہ شب میں اٹھایا گیا تھا آج وہ نا محرموں کے مجمع میں رسن بستہ بے پردہ تمسیر کی جا رہی ہیں کیا قیامت آئے دلوں پر گزر گئی ہوگی یہ صبر کی انتہا ہے۔

تھا۔ اور کہتا تھا کہ حسینؑ تمہارے دانت کس قدر خوبصورت ہیں اسیر سیکس
ذبحور کھڑے دیکھ رہے ہیں یزیدؓ ملعون شمر کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔
تو نے کہا تھا کہ میں علیؑ کی بیٹیوں کو قید کر کے لایا ہوں لیکن میرے سامنے تمام
کینزوں کھڑی ہیں۔

شمر نے ایک ایک بی بی کا نام بتلانا شروع کر دیا اور کہا وہ سامنے
کینزوں کے درمیان حسینؑ کی بہن زینبؓ کھڑی ہے۔ جناب زینبؓ کا نام سن
کر یزیدؓ نے کہا کہ کینزوں کو سامنے سے ہٹا دے میں زینبؓ سے کچھ بات کرنا
چاہتا ہوں اور کینزوں کو ہٹا دیا گیا لیکن جناب فضہؓ سامنے کھڑی رہیں اور
الگ ہونے سے انکار کر دیا۔ شمر تا زیان لے کر آگے بڑھا جناب فضہؓ نے ان
جستی محافظوں کی طرف دیکھا جو کہ زرین لباس پہنے ننگی تلواریں لئے یزیدؓ
کے پیچھے کھڑے تھے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا اے جستی سرداروں تم کو شرم
نہیں آتی تمہارے قبیلہ کی عورت پر ظلم ہو رہا ہے اور تم دیکھ رہے ہو یزیدؓ کو
جستی سردار بگڑ گئے اور یزیدؓ سے کہا۔ شمر کو منع کر دے ہم اپنی قوم کی عورت
کی بے عزتی برداشت نہیں کر سکتے۔

شمر اپنے ارادے سے باز آیا جناب زینبؓ سے اب برداشت نہیں
ہو سکا ایک مرتبہ نجف کی طرف رخ کر کے کہا بابا! جلد میری مدد کو آئیے فضہؓ
کے قوم کے آدمیوں نے اس کو بچا لیا۔ مگر اس بھرے ہوئے دربار میں میری
مدد کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

یزیدؓ مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ زینبؓ تم نے دیکھا میری مخالفت کا انجام۔
اللہ نے تمہارے مردوں کو قتل کر دیا اور تم کو اسیر ہو کر میرے سامنے موجود ہو علیؑ
کی بیٹی کو عین اکیلا فرمائی ہیں یزیدؓ! غرمت کر بہت جلد تجھ کو اس کا بدلہ مل

جائے گا تو نے رسول اللہؐ کے گھر کو برباد کر دیا ہے اللہ نے اس گھر میں قرآن اتارا
مہوت و امامت سے سرفراز کیا ہے شہادت ہماری میراث ہے اللہ نے ہمارے
گھر کو بزرگی سے نوازا ہے تو دنیا و آخرت میں ذلیل ہو گیا اور جلال میں آکر
وہ پُر زور خطبہ ارشاد فرمایا کہ لوگ حیرت زدہ ہو گئے۔ آپ فرمائی ہیں اے
یزیدؓ تو نے ہم پر سختی کی ہمیں شہر بہ شہر پھرا یا شاید تو یہ گمان کرتا ہے کہ اس
سے ہماری تکذیب ہوئی، ہمیں بخدا تو نے جو کچھ کیا اس کے صلہ میں جلد اپنے
بزرگوں سے تو ملحق ہو گا اے یزیدؓ غلام آزاد کردہ تو نے اپنی عورتوں اور کینزوں
کو تو نے پردے میں بٹھایا ہے اور رسول خداؐ کی عترت کو بے مقتدہ و چادر دربار
عام میں اسیر کر کے اپنی برہمیت کا مظاہرہ کر رہا ہے یہ خیال کرتا ہے کہ
ہماری یہ حالت خدا کی بنائی ہوئی اور رسوائی اس کی دی ہوئی ہے اور کچھ پر
خدا کا احسان ہے تاکہ تیری عظمت میں اضافہ ہو گیا تو یہ آیت بھول گیا
کہ کافر اپنی مہلتوں کو اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں۔ ہم نے تو مہلت اس لئے دی
ہے کہ کچھ گناہوں میں اضافہ کر لیں اسلئے کہ انکو ذلیل کن عذاب بھگتا ہے۔
اس فیصلہ و مبلغ خطبہ کے بعد جب لوگوں کو اس کا علم ہوا

کہ یہ رسولؐ کا خاندان ہے تو سب نے رونا شروع کر دیا ایک نابینا صحابی
رسولؐ بیٹھا ہوا تھا اس نے اپنے برابر بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھا کیا
علیؑ بول رہے ہیں۔ راستی نے کہا کہ یہ علیؑ کی بیٹی خطبہ دے رہی ہے نابینا
نے کہا لہجہ بالکل علیؑ کا ہے، سفیر روم بیٹھا ہوا دربار کے حالات دیکھ
رہا تھا جب اس کو معلوم ہوا کہ یزیدؓ کے سامنے رسولؐ کا سر ہے
وہ یہ اسیر اولاد علیؑ و فاطمہؓ ہیں تو جوش میں آکر کھڑا ہو گیا اور یزیدؓ کو
مخاطب کر کے کہنے لگا اے یزیدؓ تو نے کتنا برا ظلم کیا ہے کہ جس رسولؐ کا

کلمہ پڑھتا ہے اس کے نواسے کو قتل کر دیا اور اس کے اہل حرم کو اسیر کر کے اس قدر ذلیل کر رہا ہے مجھ کو جناب عیسیٰ سے کئی پشت کے بعد نسبت ہے لیکن پوری عیسائی قوم میری عزت کرتی ہے اور میرے پیروں کی خاک لے کر اپنے چہروں پر ملتی ہے تو اپنے کارنامے پر فخر کر رہا ہے۔ تجھ کو شرم نہیں آتی۔

یہ کہہ کر سر حسین کی طرف مخاطب ہوا اے حسین! گواہ رہنا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں کلمہ شہادت ادا کیا اور سر حسین کی طرف جھپٹا۔ دربار میں ایک شور مچ گیا۔ یزید نے خوفزدہ ہو کر سیقر روم کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

دربار میں جب بہت زیادہ ہنگامہ ہونے لگا تو یزید نے ایک خطیب کو حکم دیا کہ مجھ پر جاکر آل ابوسفیان کی مدح کرے۔ خطیب مجھ پر گیا اور مدح سرائی شروع کر دی اور علیؑ و اولاد علیؑ کی شان میں گستاخیاں کرنے لگا جب گستاخیاں حد سے بڑھیں تو ہمارا چوتھا امام تڑپ گیا اور خطیب کو مخاطب کر کے کہا: تجھ کو شرم نہیں آتی۔ خدا تجھ پر لعنت کرے مخلوق کی خوشامدی تعریف کر کے رمنامندی و خوشنودی حاصل کر رہا ہے اور خدا و رسولؐ کی ناراضگی مول لے رہا ہے۔

اس کے بعد یزید سے خود مجھ پر جاکر تقریر کرنے کی اجازت چاہی۔ یزید نے انکار کر دیا جب دربار والوں نے اصرار کیا کہ بھلا یہ کم عمر بیمار ناتواں زنجیروں میں اسیر دیتا میں کیا انقلاب لے آئے گا۔ اس کو تقریر کرنے کی اجازت دے دے۔ یزید نے جواب دیا تم کو ہمیں معلوم ان کا تعلق ایسے خاندان سے ہے جن کو بچپن ہی میں علم سے سرفراز کیا گیا ہے انھوں نے اس

منزل پر بھی یزید نے ہمیں بتلایا کہ ان کا تعلق خاندان نبوت سے ہے بلکہ دنیا کو گمراہ اور نادان واقف رکھنے کی کوشش کی۔

دربار والوں کا اصرار بڑھا۔ امام کو اجازت ملی آپ ممبر پر تشریف لے گئے اور اس قدر پر اثر خطبہ ارشاد فرمایا کہ ناواقفیت اور جہالت کے پردے کو تار تار کر دیا۔ دنیا والے انصاف کریں کہیں ایسا خطیب دیکھا ہے کہ جو زنجیروں میں جکڑا ہوا اسیر ہو جس کا پورا خاندان شہادت کے درجے پر فائز ہو چکا ہو اور بیسیاں رسن بستہ سامنے مقید کھڑی ہوں جس میں بیماری اور نقاہت سے بولنے کی طاقت بھی نہ ہو۔ مگر اس عالم میں بھی حسینؑ کا جانشین۔ علیؑ کی یادگار امام وقت پیغام الہی کا ذمہ دارین کا محافظ ایسا خطبہ دیتا ہے کہ علیؑ کی یاد تازہ کر دی۔

اس طوفانی خطبے کی ابتداء حمد خدا سے کر کے بتلادیا کہ آل محمد اس بخون مصائب میں بھی یاد الہی کو فراموش نہیں ہونے دیتے۔ ایسی فصیح و بلیغ تقریر کی کہ درباری جھوم اٹھے اور چہار حجاب سے تعریف کے نعرے بلند ہونے لگے جب پورے خاندان کا تعارف کواچکے تو بتلایا کہ دین الہی کی تبلیغ میں اس خاندان نے کتنی جلیل القدر خدمات انجام دی ہیں اس کے بعد فرمایا۔ دربار والو کیا تمہیں خبر ہے کہ میں حسینؑ ابن علیؑ کا فرزند ہوں جس کو پس گردن سے ذبح کیا گیا اس کی لاش بے گور و کفن کو بلا کی پتی زمین پر پڑی رہی اور اس کا کنبہ تمہارے سامنے رسن بستہ اسیر سامنے کھڑا ہے۔ میرے بابا کا سر یزید کے سامنے طشت میں رکھا ہوا ہے اور خود تخت شاہی پر جلوہ افروز ہے۔ خدا نے ہمیں چھ چیزوں سے نوازا ہے علم، حلم، شجاعت، فصاحت اور صبر و ایمان کی دولت۔ جو شخص مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہی

ہائے افسوس! یہ انقلابِ زمانہ ہے کہ جس گھرانے نے بیش بہا
قربانیاں پیش کر کے اسلام کو کفر کی تاریکی سے نکال کر نورِ ایمان سے
منور کر دیا تھا۔ آج وہی بنی کا گھرانہ شام کے تنگ و تاریک قید خانے
میں مقید کیا جا رہا ہے۔

عبرت کی جگہ ہے فَاَعْبُدُوا اُولٰٓئِیْنَ
لَعَنَ اللّٰهُ عَلٰی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ الذِّیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ
مَنْقَلَبٍ یَنْقَلِبُوْنَ ۝

ہے جو نہیں جانتا اسے معلوم ہونا چاہیے کہ میں اس کا فرزند ہوں جس نے مکہ
کی بنیاد رکھی۔ زمزم و صفا کی بنیاد رکھی جس کی مدد کو فرشتے آئے ہیں اُس
کا فرزند ہوں جس کو پیاسا ذبح کیا گیا۔

دربار میں پہلچل مچ گئی۔ لوگوں کو جب صحیح حالات کا علم ہوا تو چنچیں
مار مار کر رونے لگے یزیدؓ کو خوف ہوا کہ کہیں انقلاب نہ آجائے فوراً موذن
کو حکم دیا کہ اذان کہی جائے۔ یہ حربہ کام آگیا امام اذان کی حرمت قائم رکھنے
کے لئے خاموش ہو گئے، موذن نے اذان شروع کی امام الفاظ دہرائے گئے۔
جب توحید کی شہادت ہو چکی اور موذن نے کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا
اللّٰهُ۔ تو امام نے یزیدؓ کی طرف رخ کیا فرمایا! اے یزیدؓ بتلا یہ اذان
میں تیرے جد کا نام لیا جا رہا ہے یا میرے جد کا۔ اے ظالم! کیا یہی انصاف
ہے کہ رسولؐ کا نام اذان میں لیا جائے اور آلِ رسولؐ کو قتل کیا جائے اور
بے وارث بیویوں کو قید کر کے شہر بہ شہر دیار بہ دیار تشہیر کیا جائے۔ وہ نبوت
و امامت کا گھرانہ جو وارثِ دین الہی ہے اس طرح بے خوف برباد کر دیا
گیا۔ یزیدؓ غرمت کر۔ خدا کے غضب سے ڈر۔ تو دنیا اور آخرت
دونوں میں ذلیل و خوار ہو گیا۔

دربار میں ایک کہرام مچ رہا ہو گیا۔ حقیقت حال معلوم ہونے
پر سارا دربار گمراہ گشتاں تھا۔ سوائے ان درباریوں کے جو یزیدؓ کے حاشیہ
بلوڑ اور مصاحب خاص تھے۔ یزیدؓ نے خوف اور رسوائی کے ڈر سے
دربار پر خواست کر کے اسیروں کو قید خانے میں محبوس کرنے کا
حکم دے دیا۔

تھا۔ اسی رسی سے جناب سکینہ کا گلا بندھا ہوا تھا۔ سب بیبیاں جناب سکینہ کی وجہ سے جھک کر کھڑی تھیں اگر کوئی بی بی سیدھا کھڑا ہوتا چاہتی تو جناب سکینہ معلق ہو جاتیں۔ اس لئے بار بار پنچوں کے بل کھڑی ہوتیں دیر تک یزید نے کوئی توجہ نہیں کی ایک مرتبہ سکینہ پر نظر پڑی تو پوچھا یہ بچی کون ہے پشمر نے بتلایا کہ حسینؑ کی لاڈلی سکینہ ہے امام اس سے بہت محبت کرتے تھے۔

یزید نے سکینہ کا گلا کھولنے کا حکم دیا۔ اور جناب سکینہ کو اپنے پاس بلایا مومنین سن سکیں گے آپ! ایک نیا ظلم کیا گیا۔ یزید نے جناب سکینہ سے پوچھا۔ سکینہ حسینؑ تم سے بہت محبت کرتے تھے بچی نے مصوبیت سے سر ہلا کر اقرار کیا تو کہنے لگا تم کو کیا کھلاتے تھے بچی نے جواب دیا۔ رطب یزید نے سخت پر رکھے ہوئے طشت کی طرف اشارہ کیا جو کہ کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا اور کہا۔ سکینہ میں نے تمہارے لئے رطب تازہ منگوائے ہیں آگے بڑھ کر لے لو۔ بچی نے کپڑا ہٹا دیا۔ لیکن سپہم کردہ گئی۔ باپ کا رطب طشت میں دکھائی دیا۔ ہائے کس پر کیا گزر گئی ہوگی بابا! کہہ کر تیزی سے آگے بڑھی۔ یزید نے شمر کو اشارہ کیا ملعون نے سکینہ کو روک لیا۔ زبان سے نہیں بلکہ تازیانہ دکھا کر۔ جناب سکینہ نے بے چارگی سے مل بہنوں کی طرف دیکھا۔ لیکن وہ تو خود اسیر تھیں بچی کی کیا مدد کریں۔ یزید ایک بار پھر مخاطب ہوا کہا۔ سکینہ بابا کا سمر لینا چاہتی ہو۔ بابا تم سے بہت محبت کرتے تھے۔ اچھا میں جب جانوں کہ حسینؑ تم سے دائمی محبت کرتے تھے کہ سید حسینؑ خود تمہاری گود میں آجائے۔ مومنین! بچی نے محبت بھری نگاہ باپ کے سر پڑائی اور اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ پھیلا دیئے فرمایا! بابا آپ کا امتحان کر ملا کے تیتے

مجلس ہفتہم

شہادت حضرت سکینہ بنت الحسینؑ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

ارشادِ رب العزت ہے کہدوے رسول! ہم اللہ ہی کی طرف سے آئے ہیں اور اسی ہی کی جانب لوٹ کر جانا ہے۔

مومنین! یہ آیت کسی کی موت کی خبر یا کوئی سانحہ یا کسی واقعہ عظیم کے وقت تلاوت کی جاتی ہے لیکن واقعہ کہ بلا سے زیادہ سانحہ عظیم دنیا پیش نہیں کر سکتی۔ مظلوم کہ بلانے بار بار اس آیت کی تلاوت کی ہے۔ یہ درد کی داستان شہادتِ امام پر ہی ختم نہیں ہوئی یہ بصیرتِ امام مظلوم تھی کہ عورتوں اور بچوں کو بھی ساتھ لے لیا تاکہ اہل حرم مصیبت برداشت کر کے "شہادتِ عظمیٰ" میں چار چاند لگا دیں اور دنیا کو حقیقتِ حسینیؑ سے روشناس کرادیں۔

ہائے افسوس! رسولؐ کی نواسیاں علیؑ وبتولؑ کی بیٹیاں اسیر ہو کر سن بستہ دربار یزید میں کھڑی ہیں۔ مقاتل لکھتے ہیں کہ ایک رکن میں بارہ گلے بندھے ہوئے تھے ہائے سکینہ بی بی! چھوٹی سنی عمر میں تم پر کیا کیا مصیبتیں گزر گئیں بھائیوں کی جدائی کا غم برداشت کیا چچا کی شفقت سے محروم ہو گئیں، باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اب ماں بہنوں کے ساتھ اسیری کی مصیبت اور اسیر ظلم یہ کہ جس رسی سے ماں بہنوں کا گلا بندھا

بن میں ختم ہو گیا۔ اب اس بھرے دربار میں بیٹی کا امتحان ہو رہا ہے۔ بابا! میری محبت کا واسطہ آپ کو میرے حق کی قسم میری گود میں اُجائیے لوگوں نے دیکھا کہ سہر حسینؑ کو جنبش ہوئی اور سر اٹھ کر سکنہ کی گود میں جھلا گیا۔ جناب سکنہ نے منہ پر منہ رکھ کر ایک چیخ ماری اور فرمایا۔ بابا مجھ کو اکیلا چھوڑ گئے۔ اب میں گس کے سینہ پر سوؤں گی۔

درباری تعجب و حیرت سے دیکھنے لگے۔ شہر ملعون آگے بڑھا اور سہر حسین سکنہ سے چھین لیا۔ اور وہ بے ادبی کی کہنجی بھرائی اُچھو پھی سے چپٹ کر جناب سکنہ دیر تک زار و قطار روتی رہیں۔ پورے دربار میں ایک سکوت کا عالم طاری تھا کہ ایک درباری نے یزید سے درخواست کی۔ یزید! اس بچی کو میری کینزی میں دے دے، میں سکنہ جناب سکنہ نے حسرت سے جناب زینبؑ کی طرف دیکھا فرمائی میں! اچھو پھی اماں کیا یہ بھی میری قسمت میں لکھا ہے۔ جناب زینبؑ نے فرمایا۔ سکنہ! بس کی مجال ہے کہ میری زندگی میں تم کو مجھ سے جدا کرے اور درباری کی طرف غصہ سے دیکھ کر فرمایا! تجھ کو معلوم ہے کہ تو کس کو طلب کر رہا ہے یہ رسولؐ کا گھرانہ ہے ہم علیؑ و فاطمہؑ کی اولاد ہیں کہ جن کی اطاعت و احترام کا امت کو حکم دیا گیا ہے تو اپنے ارادے سے باز آ۔ ورنہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔

ہندہ زوجہ یزید کو جب یہ معلوم ہوا کہ امام حسینؑ قتل کر دینے گئے اور اہل حرم قید ہو کر آئے ہیں اور دربار میں موجود ہیں درباری یزید کو فتح کی مبارک باد دے رہے ہیں۔ توبہ تاب ہو گئی اور روتی ہوئی ننگے سر دربار میں چلی آئی۔ یزید کی نظر جیسے ہی ہندہ پر پڑی کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ اپنی عبا اس کے سر پر ڈال دی اور غصہ سے کہا کہ تو نے میری عزت کا بھی خیال نہیں کیا اور بھرے دربار میں ننگے سر چلی آئی یہ کہہ

کہ ایک محافظ کو حکم دیا کہ اس کو اندر لے جاؤ۔

یہ دیکھ کر علیؑ کی بیٹی کو جلال آگیا فرمایا! اے یزید! شرم کر جھکنا اپنی حرم کی عزت کا اس قدر خیال ہے لیکن حرم رسولؐ بے مقصد و چادر سن بسے ترے سامنے دربار میں کھڑے ہوئے ہیں اور تو غر کر رہا ہے یزید! زیادہ خوش مت ہو۔ خدا کے غضب سے ڈر اور تنہائی میں سوچ کہ تو نے کس گھر کو برباد کر دیا ہے اے دربار والو! جس بنی کا تم کلمہ پڑھتے ہو ہم اسی کی اولاد ہیں یہ نواسہ رسولؐ کا سر ہے قرآن جس گھر پر اترا اللہ کے فرشتے وحی لے کر آئے۔ ہمارے گھر کو بنوت و امامت سے سرفراز فرمایا۔ آج تم اس گھر کو تاراج کر کے خوشیاں منا رہے ہو، شاید تم موت کو بھول گئے۔ عنقریب اللہ کا عذاب آنے والا ہے۔

ثانی ذہرا کے چر زور خطبہ کا ایسا اثر ہوا کہ تمام درباری گم ہونے لگے حقیقت سے جب پردہ اٹھا تو سارے دربار میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ یزید نے خوفزدہ ہو کر دربار پر خاست کر کے ایروں کو قید خانہ میں مقید کرنے کا حکم دے دیا۔

پانچ افسوس! اس قید خانے کے حالات کس زبان سے عرض کئے جائیں، مسائل لکھتے ہیں کہ یہ قید خانہ اس قدر تنگ و تاریک تھا کہ اہل حرم کے دم گھٹنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مدتوں سے صفائی نہیں کی گئی۔ کھئی جانوروں نے اپنا مسکن بنالیا تھا۔ زہریلے جانور ادھر ادھر بھاگ رہے تھے یہ دیکھ کر بچے سہم کر اپنی ماؤں سے چپٹ گئے تازوں کی پیلاڈلی سکنہ فریاد کرنے لگی۔ اماں! میرا دم کھٹا بھارہا ہے میں یہاں زندہ نہیں رہ سکتی بے کس و غبور ماں کیا جواب دے سکی دے کر گود میں بٹھالیا۔ کافی دن اسی قید و بند کی صعوبتوں میں گزر گئے ایک دن ٹائیگر نے دیکھا

جیسے تیرا فرزند جدا ہو گیا ہے اے حسینؑ کے اوپر رونے والی تو اپنے حسینؑ کو رو رہی ہے۔ یا ہمارے حسینؑ کو۔ یہ سن کر آواز قریب آنے لگی۔ جناب زینبؓ نے دیکھا کہ ایک نقاب پوش بی بی بال کھولے ہوئے سامنے کھڑی ہے۔ نقاب ہٹا کر فرمایا۔ زینبؓ تو نے نہیں پہچانا۔ میں تیری مل فاطمہ ہوں۔ مجھ کو قبر میں بھی قرار نہیں آتا۔ اسی طرح ہر جگہ جا کر فریاد کر کے روتی پھرتی ہوں، ابھی کہ بلا سے آرہی ہوں۔

عزاداران حسینؑ بیٹی نے ماں کو دیکھا۔ ایک جھنجھٹا ہوا بیٹا ہوا بیٹا میں بر باد ہو گئی سارا گھر تاراج ہو گیا آپ کی بیٹیاں قید خانے میں مقید کر لی گئیں یہ کہہ کر جناب زینبؓ بے ہوش ہو گئیں۔ اہل حرم میں مگر یہ وزاری ہونے لگی اسے میں طوق و سلاسل میں گرفتار بیمار امام کسی کو کوئی اے اسی مصیبت میں دن گزر رہے تھے کہ ایک دن زندان بان نے آواز دی کہ قیدیوں! استقبال کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ ہندہ زوجہ یزیدؓ کٹھاری خبر گیری کے لئے تشریف لارہی ہیں۔ ہائے انقلاب زمانہ! کوئین کی ہنزا دیاں، علیؑ و بتولؑ کی بیٹیاں قید خانہ میں ہیں، ہندہ آرہی ہے۔ بیسیوں پر کیا گزری ہوگی جناب زینبؓ سر کو جھکا کر اہل حرم کے درمیان بیٹھ گئیں۔

در زندان کھلا۔ دیکھا کہ ہندہ خواصوں کے ساتھ بڑی شان سے چلی آرہی ہے۔ اندر آکر سب کے چہروں کو غور سے تنکے لگی جیسے کسی کو تلاش کر رہی ہو۔ جب جناب زینبؓ نہ دکھائی دیں تو عابدؓ بیمار سے حال پوچھنے لگی بولی تمہاری حالت بہت نازک ہے قریب المرگ معلوم ہوئے ہو۔ میں تمہاری دوا اور غذا کا بندوبست کر دوں گی۔ عابدؓ بیمار نے یہ سن کر ایک دم مرد کھینچ کر فرمایا۔ ابھی چالیس برس زندہ رہنا ہے۔ میری

کہ جناب زینبؓ بیٹھی ہوئیں نماز ادا کر رہی ہیں۔ پوچھا! کچھ بھی اماں بیٹھ کر نماز پڑھنے کا کیا سبب ہوا۔ فرماتی ہیں! بیٹا۔ یزیدؓ کے یہاں سے جو کھانا اور پانی آتا ہے وہ پورا انہیں ہوتا میں اپنے حصے کا بچوں میں تقسیم کر دیتی ہوں اس وجہ سے نقاہت بڑھ جانے کے سبب بیٹھ کر نماز ادا کر رہی ہوں۔

ہائے اہل بیتؑ پر کیسی کیسی مصیبت پڑی ہیں ذرا تصور کیجئے۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے کوئین کی ہنزا دیاں اور شام کا زندان۔ عبرت کا مقام ہے یہ سب کچھ اس امت کے ہاتھوں ہو رہا ہے جو امت اس کھڑنے سے قیامت میں شفاعت کی طالب ہے۔

ایک دن زندان بان نے عابدؓ بیمار سے کہا کیا کوئی بی بی رات کی تاریکی میں قید خانے سے باہر جا کر روتی ہے امام نے فرمایا اے شیخ یہ کس طرح ممکن ہے! ہمیں دروازہ ہے قفل لگا ہوا ہے تم لوگ باہر محافظت کر رہے ہو زندان بان تعجب سے کہنے لگا کہ ہم لوگ کئی دن سے پریشان ہیں جب کچھ رات گزر جاتی ہے تو ایک بی بی بڑے پردہ دلجمہ میں داخلہ کر لیتے۔ واعزتا کہہ کر بین کرتی ہے اس کے گریہ سے سب پریشان ہو جاتے ہیں۔ ہم نے ادھر ادھر جا کر بھی دیکھا لیکن کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ بس آواز آتی ہے جس کی وجہ سے کلیجے شقی ہونے لگتے ہیں۔

جناب زینبؓ نے فرمایا! اگر اب تم کو آواز سنائی دے تو ہمیں بتلانا۔ میں دیکھوں گی کہ وہ کون دکھایا ہے۔ وقت گزرا رات ہوئی۔ زندان بان نے عابدؓ بیمار کو آواز دی کہ دیکھو کون رو رہا ہے جناب زینبؓ در زندان کے قریب آئیں اور آواز دے کر فرماتی ہیں اس طرح بے قرار ہو کر رونے والی۔ ذرا قریب آ کر اپنا حال بتلا۔ ایسا معلوم دیتا ہے کہ

خبر نہ رہی۔

چند لمحے بعد جب سکینہ کو جناب زینبؓ نے اٹھانا چاہا تو ایک مرتبہ ہائے سکینہ کہہ کر بچی سے پلٹ گئیں۔ فرماتی ہیں۔ سکینہ ہم کو قید میں چھوڑ دیا اور خود اس قید سے اسے آزاد ہو کر بابا کے پاس چلی گئیں۔ بی بی! اب ہم سے یہ قید کی سختیاں کیسے بھیلیں جاہلیں گی۔ ام ربابؓ کچھاڑ کہہ کر گئیں اور بے ہوش ہو گئیں جب ذرا ہوش آیا تو سکینہ کو چٹا کر فریاد کرنے لگیں بی بی! کہلائے کوہ کوہ سے شام تک ہر مصیبت میں ماں کا ساتھ دیا۔ اس ننھی سی عمر میں منہ پر طمانچے کھائے تازہ یانوں کے زخم اس قدر ہیں کہ کوہ تابدن سے چپک گیا ہے کان ابھی تک زخمی ہیں بی بی! قید کی سخت برداشت نہ کر سکیں اور ماں کو تنہا چھوڑ کر بابا کے پاس چلی گئیں۔ یہاں گریہ کا شور بلند تھا۔ منہ نہ جانے کیا کر رہی تھیں۔ سکینہ کی لاڈلی سکینہ دنیا سے رخصت ہو گئی۔ قید خانہ میں ایسے ہیروں پر قیامت آگئی ہے آخر تو ان کو کب تک قید میں رکھے گا۔ یزیدؓ نے ایک شخص کو قید خانہ بھیجا کہ عابدؓ بیمار سے کہو۔ بہن کا جنازہ جس طرح چاہیں دفن کریں اور جس چیز کی ضرورت ہو منگوالیں۔

اس شخص نے آکر عابدؓ بیمار کو یزیدؓ کا پیغام سنایا۔ امام دونوں ہاتھوں سے سر تھامے آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے بہن کی میت کے پاس بیٹھے تھے۔ پیغام سن کر امام نے فرمایا یزیدؓ سے کہنا کہ یہ اس کی بیٹی ہے جس کا جنازہ جلتی دھوپ میں بڑا رہا۔ اس کے لئے بھی کسی اہتمام کی ضرورت نہیں ہے یہیں تاریک قید خانے میں اس کو دفن کر دوں گا۔ جناب زینبؓ نے فرمایا یزیدؓ سے کہنا اگر ممکن ہو سکے تو لوٹ کے سامان میں سے میری ماں کی چادر بھینچ دے تاکہ یتیم کو کفن دے دوں۔

مصیبت یا زندگی ابھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

رملہ دختر یزیدؓ ہمراہ کتنی جس کی عمر قریب پانچ سال تھی اس نے حضرت سکینہ کو اپنی ہم عمر دیکھا تو اگر جناب سکینہ کے پاس بیٹھ گئی جناب سکینہ زمین پر بیٹھی ہوئیں نام حسینؓ لکھتی جاہلیں اور روتی جاتی تھیں۔ جب رملہ نے دیکھا کہ میری طرف توجہ نہیں ہے تو خود حال پوچھنے لگی جب جواب نہ ملا تو کرتے کا دامن پکڑ کر پوچھا کہنا ہے کپڑے تو بالکل لویس ہو گئے ہیں اور جبکہ جگہ سے پھٹ رہے ہیں جناب سکینہ نے رو کر جواب دیا یتیموں کا کرتہ اسی طرح پھٹا رہتا ہے یہ بے وارث بچوں کی نشتانی ہے۔ میرے بابا شہید کے دینے گئے میرا پورا کنبہ تاراج کر دیا گیا۔ ہائے میرے چاہنے والے چچا بھی شہید ہو گئے۔ یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگیں۔

رملہ پریشان ہو کر کھڑی ہو گئی اور ماں سے سارا ماجرا بیان کیا ہندہ جناب زینبؓ کے پاس زمین پر بیٹھ گئی اور رو کر کہنے لگی۔ بی بی! مجھ کو امام کے شہید ہونے کی جب خبر ملی تو بہت صدمہ پہنچا۔ میں تم کو پرستہ دینے کے لئے آئی ہوں اور جس چیز کی ضرورت ہو۔ منگو کر حاضر کروں۔

جناب زینبؓ نے سر کو اٹھا کر غور سے ہندہ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ ہندہ اگر ہو سکے تو بھائی کا سر منگوا لے میں جی بھر کر بھائی کو روٹیوں سے لکھ دوں۔ ہندہ نے ایک کینز سے سر حسینؓ منگوا لیا جیسے ہی زندان شام میں سر حسینؓ آیا جناب سکینہ نے دوڑ کر سر حسینؓ گود میں لے لیا، اور زمین پر بیٹھ گئیں اور منہ رکھ کر پکاری بابا! مجھ کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے کیا اب ساتھ لینے کے لئے آئے ہو۔ بابا! میں آپ کے ساتھ چلوں گی اور اس طرح بے چین ہو کر دلخواسٹاں گریہ کیا کہ اہل حرم نے چاروں طرف حلقہ کر کے رونا شروع کر دیا ایک کہرام برپا ہو گیا کسی کو ایک دوسرے کی

مجلس ہشترہم

احلے حرم کے مَدینۃ والیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِکَتَهُ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ (صلوٰۃ)
اس میں شک نہیں کہ اللہ اور اس کے فرشتے بنی پروردگار و رسول
بھیجتے ہیں، اے ایمان لانے والو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجتے رہو
اور ان کا حق تسلیم کرو۔

اس آیت کی تلاوت کے بعد واجب ہے کہ محمد اور آل محمد پر درود
بھیجا جائے۔ یہ آیت عمل پروردگار پر ہے جب اللہ اور اس کے فرشتے بنی کی
بزرگی اور فضیلت کا اقرار کر کے ان پر سلامتی کا اعلان کر رہے ہیں تو اگر بندہ
ان کی فضیلت سے انکار کرتے ہوئے ان پر درود و سلام نہ بھیجیں تو یہ
بندوں کی گمراہی اور ان کی ناسمجھی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اللہ کی وحدانیت کو منوانے کے لئے دینِ خدا
کی تبلیغ اور اس کی حفاظت کے لئے محمد و آل محمد نے اپنی زندگی کو وقف
کر دیا اور منشاءِ الہی کو پورا کرنے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے جان
کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا۔

ختمی مرتبتؑ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی محنت کو اپنے خون
سے درخشاں درود و رس نثار سے ہم کنار کر کے وہ استحکام بخش دیا کہ دین
اسلام تا قیامت پایندہ و تابندہ رہے گا لیکن بعد رسول اللہ کفر کی

عزادارانِ حسین! عابدِ بیار بابا کی تاسی کرتے ہوئے زندانِ شام
میں بہن کی قبر تیار کر رہے ہیں اور ماں کھڑی دیکھ رہی ہے۔ بھائی نے بہن کو
دفن کر کے ایک پیچھ ماری۔ بابا! میری قسمت میں بھی ایک قبر شام کے قید خانے
میں بنانا لکھی تھی، بیبیاں بے تاب ہو کر نالہ و لہکا کر رہی ہیں۔

ہائے ام رباب! بی بی کس طرح کہوں کہ تم صبر کرو یہ قید خانہ اور پچی
کی قبر سامنے ہے گود خالی ہے کیا کہہ کر پرسہ دیا جائے۔ بی بی! یہ
تمہارے صبر کی معراج ہے کہ بلا میں امن کو دفن تھا اور گھر کو برباد ہوتا دیکھا قید خانے میں
سکینہ کو دفن ہوتا دیکھا۔ ام رباب! تمہارے دونوں بچوں نے شہادتِ حسینی کو
پروردگار دیا اور تسمیہ شہادتِ حسینی ثابت ہوئے نکھٹا مجاہد بابا کے ساتھ
شہید ہو کر بابا کی شہادت کا گواہ بن گیا اور تاریخ کے صفحات کو اپنے
خون سے رنگین کر دیا۔

معصوم سکینہ نے قید خانہ میں جان دے کر تمہاری اور پوتے خاندان
کی قید و بند کی گواہی دے دی اور شام کے قید خانے میں دفن ہو کر یہ ثابت
کر دیا کہ بعد شہادتِ امام مظلوم مدینہ کا لٹا ہوا قافلہ اسیر ہو کر قید خانے
میں مقید رہا کھانا بابا کی لاڈلی سکینہ دنیا سے رخصت ہو گئی اور اس کی قبر
اب قیامت تک اس واقعہ کی نشان دہی کرتی رہے گی۔

اَلَا لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلٰی الْقَوْمِ السَّاطِیِّیْنَ ۝

طاغوتی طاقتوں نے اسلام کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور اپنی پوری طاقت و شاہانہ جاہ و جلال سے اسلام کے مقابل صف آراء ہو گئے۔ جب نواسۂ رسولؐ نے علم امامت سے یہ دیکھا کہ طاقت کے استعمال سے روح اسلام فنا ہو جائے گی تو ظلم کا مقابلہ صبر اور مظلومی سے کیا۔ بصیرت امام یہ دیکھ رہی تھی کہ اگر چند قربانیوں ہی کو پیش کیا گیا تو مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے پورے اہل حرم کو ساتھ لے کر ایک کھلے میدان کا رخ کیا کہ جہاں حق و باطل کے درمیان ایک ایسی حد قائم کرنا تھا کہ جو قیامت تک حق کو باطل سے جدا کرتی رہے۔ بہن کو ساتھ لیا اور پورے حالات سے باخبر کرتے ہوئے صبر کی تلقین کی۔ فرمایا۔ زینب! میری منزل کربلا تک ہے لیکن میرے مقصد کی تکمیل تم سے ہوگی کو فہ و شام کی سخت منزلیں تم کو طے کرنا ہیں تم تلمۂ شہادت حسینی ہو۔ زینب! کسی بھی جگہ حرف بد و عازبان سے نہ نکلے ورنہ میری محنت رائیگاں ہو جائے گی۔

اور تاریخ شاہد ہے کہ ”شریکیۃ الحسین“ زینب نے ہر منزل پر شدید سے شدید تر مصائب کا مقابلہ صبر و مظلومی سے کر کے ذکر حسینؑ کو زندہ جاوید بنا دیا۔ اور اصول اسلام کو درد کی موجوں میں آگے بڑھا کر قیامت تک حیات نو بخش دی۔

اللہ اکبر! یہ طاقت قلب زینبؑ تھی اور جناب فاطمہؑ کے دودھ کا اثر تھا کہ علیؑ کی شیر دل بیٹی نے بھائی کی ہدایت کو پورا کر دکھایا۔ اور سخت ترین ظلم و مصائب کا مقابلہ صبر سے کیا۔ مصیبتی جھیلیں مگر مقصد حسینؑ میں ذرا سا بھی فرق نہیں آنے دیا۔ جہاں جہاں بھی موقع ملا دین کی حفاظت اور اس کی تبلیغ کے لئے پر زور خطبات دیئے اور اس طرح

بیباکی اور بہت کا مظاہرہ کیا کہ درباری حیرت و تعجب سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ یزیدؑ سا جابر و ظالم حاکم بھی لا جواب ہو گیا اور اپنی شہر مندگی مٹانے کے لئے لاوارثوں کو قید کا حکم دیدیا۔ اور دربار کو ہنگامہ کے خوف سے برخواست کر دیا۔

رسولؐ کا گھرانہ اور شام کے تنگ و تاریک قید خانے کی سختیاں۔ ہائے اہل حرم کس مصیبت میں گرفتار ہو گئے، مٹانوں کی پالی سکیں قید کی سختیوں کو کیا جانے جب بابا کے فراق میں جناب سکیں نے زندان شام میں جان دیدی اور شام کے مردوں اور عورتوں کو اس کا علم ہوا تو ایک بے چینی پھیل گئی اور یزیدؑ کے خلاف آواز بلند ہونے لگی۔ کہ اب تو ظلم کی انتہا ہو گئی۔ محمدؐ عربی کے خاندان کے بچے قید ظلم میں مرنے لگے۔

ادھر یزیدؑ کی بے چینی اور پریشانی اس قدر بڑھ گئی کہ راتوں کی نیند غائب ہو گئی۔ جب آرام کرنے کے لئے لیٹا تو ایسا محسوس ہوتا کہ کچھ نقاب پوش سانسے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں یزیدؑ! ان بے کس عورتوں کا کیا قصور ہے ان کو کب تک قید میں رکھے گا خدا کا خوف کر ان کو رہا کرے یزیدؑ بے قرار ہو کر ادھر ادھر دیکھتا اور افسوس کرنے لگتا ہائے! میں نے یہ کیا کیا، مولیٰ خدا کا بھر گھر تاراج کر دیا دنیا مجھ کو برا کہے گی۔

اس ذلت کو کم کرنے کی خاطر ایک دن جناب عابد بیمار کو قید خانے سے بلایا اور کہنے لگا۔ تم اپنے باپ کا خون بہا مجھ سے لے لو اور تم لوگ اب آزاد ہو اگر یہاں رہنا چاہو تو میں انتظام کر دوں اور اگر مدینہ واپس جانا چاہو تو سفر کا مناسب انتظام کر دیا جائے۔ امام نے فرمایا میں کچھ بھی سے مشورہ کے جواب دوں گا۔ واپس آکر جناب زینبؑ کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ جناب زینبؑ نے حالات سنے۔ دوسری عورت

کو بخفا ظلمت مدینہ پہنچا دے۔ بشیر قافلہ اہل حرم کو لے کر روانہ ہوا
ابھی منزلیں طے کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ جناب زینبؓ نے فرمایا بشیر
ہمیں کو بلا کے راستے سے لے چل تاکہ ہم اپنے شہیدوں سے آخری بار رخصت
ہو سکیں۔

عزاد روا قافلہ اہل حرم جیسے ہی کو بلا کے قریب پہنچا اور بیسویں
نے اپنے عزیزوں کی قبریں دیکھیں بے قرار ہو گئیں۔ جناب زینبؓ نے
بے تحاشہ اپنے کوناقے سے گرا دیا اور بھائی کی قبر سے چبٹ کر گریہ کرنے لگیں
ہر نبی اپنے اپنے عزیزوں کی قبر سے لپٹی ہوئی و طراش بین کر کے گریہ کر رہی
تھی اہل حرم کی بے قرار ی کس زبان سے عرض کروں عزیزوں کی قبریں سامنے
تھیں ایک شور گونہ و ماتم برپا تھا۔

جناب عابدؓ بیمار نے بابا سے رخصت ہو کر سلام آخر کہا اور قافلہ کو
چلنے کا حکم دیا۔ سب مینیال الوداع کہتی ہوئیں رخصت ہو کر ناقوں
پر سوار ہوئیں۔ ابھی قافلہ روانہ ہونے کو تھا کہ جناب زینبؓ کی نظر پڑی۔
ایک بی بی قبرامام سے لپٹی ہوئی بڑی بے قراری سے جو گریہ ہے جناب زینبؓ
ناقصے سے اتریں پاس جا کر دیکھا کہ ام رباب امام مظلوم کی قبر سے لپٹی
ہوئیں گریہ کر رہی ہیں۔ جناب زینبؓ نے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا! بھابھی
مدینہ نہیں چلیں گی ام رباب نے سر کو اٹھا کر فرمایا! شہزادی میں مدینہ
جا کر کیا کروں گی خدا نے مجھ کو دو بچے عنایت کئے تھے ایک بچی شام کے قیصر خانہ
میں چھوڑ آئی۔ ششماہہ کو بلا میں شہید ہو گیا یہ میرے والی کی قبر ہے بی بی
آپ جانے! میں یہیں رہوں گی۔

جناب عابدؓ بیمار نے آکر ماں کو اٹھایا۔ فرماتے ہیں۔ مادر گرامی
آپ کو مدینہ واپس چلنا ہے ام رباب فوراً کھڑی ہو گئیں اور عابدؓ بیمار

ہوتی تو خوشی کا اظہار کرتی۔ مگر یہ رشد و ہدایت کا گھرانہ ہے ان کو اللہ
نے بزرگی سے نوازا ہے بڑے وقار سے فرمایا! بیٹا۔ یزیدؓ سے کہنا کہ خون بہا
لینے کا ہم کو اختیار نہیں ہے۔ رسولؐ خدا اور بابا علیؑ مرتضیٰ کو درنا ہاں
اگر رہا کرنے کا ارادہ ہے تو ایک مکان خالی کرادے تاکہ میں اپنے بھائی کو
اچھی طرح دل کھول کر رولوں۔

مکان خالی ہوا۔ جناب زینبؓ نے سب سے پہلے ایک مسند کچھائی۔
سیدائینوں نے چاروں طرف سے مسند کو گھیر لیا۔ فرمایا! بیٹا اس مسند پر
بیٹھ جاؤ۔ عابدؓ بیمار نے فرمایا۔ کچھ بچی اماں مجھے کس لئے اس مسند پر بٹھا
رہی ہیں۔ جناب زینبؓ نے فرمایا بیٹا! میں تم سے بہت شرمندہ ہوں
دنیا میں قاعدہ ہے کہ جب باپ مرتا ہے تو بیٹے کو پر سادیا جاتا ہے۔ اے
سید سجادؑ تیرے باپ کا پردہ یہ سیدائیاں دے رہی ہیں۔ بیٹا اپنے باپ
کا پردہ لو۔ بیسویں میں ایک کھرام بپا ہو گیا۔

مومنین! اس طرح مجلس کا آغاز جناب زینبؓ نے کیا یہ پہلی
جلس تھی۔ جو شام میں ہوئی آج آپ لوگ جناب زینبؓ کو پر سادینے کے
لئے جمع ہیں پوری دنیا میں اس عمل جناب زینبؓ کی تائیدی میں ہزاروں
لاکھوں مجالس برپا ہوتی ہیں اور علماء و ذاکرین پر درد مصائب سے
جبالس میں مومنین کے عزم کو تازہ کرتے ہیں۔

الغرض! تین شب درود ذکر مصائب شہداء ہوتا رہا اور شام
کی عورتیں آکر چرسا دیتی رہیں اس طرح جناب زینبؓ نے بھائی کا مقصد
اور اسلام کی تبلیغ کو پر درو انداز میں واضح کر دیا۔

اب مدینہ واپسی کی تیاری شروع ہوئی۔ یزیدؓ نے بشیر ابن
یزلم کو بلا کر ایک دستہ فوج اس کے حوالے کر کے ہدایت کی کہ اہل حرم

سے چھٹ گئیں فرماتی ہیں! بیٹا ضرور چلوں گی اطاعت امام فرض ہے لیکن میں نے والی کی لاش کو ریگ گرم پے دیکھا ہے بیٹا میں پوری زندگی سایہ میں نہیں بیٹھوں گی یہ عہد کر کے چل رہی ہوں۔

قافلہ روانہ ہوا جب مدینے کے قریب پہونچا تو امام نے روک دیا اور بشیر ابن جزم کو بلا کر فرمایا۔ بشیر مدینہ جا کر ہمارے آنے کی خبر کر دے بشیر کے کٹے میں ایک کالی کفنی ڈال دی گئی۔ وہ منادی دیتا ہوا شہر میں داخل ہو گیا یا اھلئیرب اکامقام لکم جہا۔ قتل الحسین و عطفان و اھلھا ہ لے اہل ثیرب و مدینہ و مدینہ رہنے کے قابل نہیں رہا اس لئے کہ حسینؑ مع اپنے ساتھیوں کے پیاسے قتل کر دیئے گئے مدینہ والو آگاہ ہو کہ علی ابن الحسین کچھ بچوں، بہنوں اور دوسرے غمزدوں کے ساتھ مدینہ آ رہے ہیں۔

جب شہر کے لوگوں کو اس سانحہ کا علم ہوا تو تمام مرد و زن گھروں سے نکل پڑے اور بشیر کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور حالات پوچھنے لگے بشیر نے کہا سب روضہ رسولؐ پر چلو وہاں حالات بتاؤں گا۔ لوگوں کا ہجوم اس کے ساتھ ہو گیا۔ ابھی سب لوگ آمہستہ آمہستہ آگے بڑھ رہے تھے کہ اتنے میں کچھ اسکول کے بچے بشیر کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ کیا عون و محمدؑ آگئے؟ کیا قاسم و اسیر آگئے؟ بشیر نے سب کو روضہ رسولؐ پر چلنے کو کہا۔ بشیر خود ناقل ہے کہ میں نے دیکھا! ایک ضیعفہ کسن بچے کا ہاتھ تھامے ہوئے دور سے کھڑی ہوئی مجھ کو حسرت سے دیکھ رہی ہے کہ ایک مرتبہ بچے نے جھٹکے سے ہاتھ چھڑایا اور میری طرف جھپٹا، ہجوم بہت زیادہ تھا میں نے خیال کیا کہ کہیں یہ بچہ ہجوم میں پھنسل نہ جائے فوراً گھوڑے سے اتر کر اس کو گود

میں اٹھالیا بچے نے میرے منہ کی طرف دیکھا اور کہا بابا آگئے؟ میں نے پوچھا کس کے فرزند ہو تو کہا۔ عباسؑ کے میری دادی سامنے کھڑی انتظار کر رہی ہیں اور بیمار بہن فاطمہ صغرا پاس کھڑی ہیں میں نے ان سے بھی روضہ رسولؐ پر چلنے کو کہا۔

بشیر کہتا ہے کہ جب میں روضہ رسولؐ کے قریب پہونچا تو ایک جم غفیر دیکھا۔ لوگ چاروں طرف سے آکر جمع ہو گئے تھے بشیر نے حج کو مخاطب کر کے سنائی سنائی اور پورے حالات بتلاتے ہوئے حضرت امام زین العابدینؑ اور اہل حرم کے آنے کی خبر سنائی۔ لوگ روتے اور سیٹھ و سمر کو پیٹتے ہوئے قافلہ کی جانب دوڑے تمام مرد و زن امام وقت کے چاروں طرف جمع ہو گئے کچھ عورتوں نے اہل حرم کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ بیمار امام نے ہر درد انداز میں تمام مصائب بیان کئے لوگ دھاڑیں مار مار کر گریہ کرنے لگے۔ عورتوں میں ایک کبرام برپا تھا۔ جناب زینبؑ نے ان کو مخاطب کر کے اپنے اوپر گزری ہوئی مصیبت کو رو رو کر بیان کرنا شروع کیا۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو آنسو نہ بہا رہی ہو۔ ہر طرف گریہ دیکھا کا عالم تھا۔ جناب ام کلثومؑ نے مدینہ کی جانب رخ کرتے ہوئے کہا۔ لے ہمارے نانا کے مدینے تو ہمارا استقبال نہ کر کیوں کہ ہم حسرتوں اور مصیبتوں کے ساتھ تیرے پاس آئے ہیں لے نانا کے مدینے تو رسول اللہؐ کو خبر کر دے کہ ہم ربخ و غم کے ستائے ہوئے ہیں ہمارے مردوں کے جسم بغیر لہروں کے زمین طف پر پڑے ہوئے ہیں اور ہمارے بچے ذبح کر دیئے گئے ہم جب مجھ سے رخصت ہوئے تھے تو ہمارے مرد اور بچے ہمارے ساتھ تھے اور جب ہم واپس ہوئے تو نہ ہمارے مرد رہے اور نہ بچے جب ہم

نانا! زینب! آگئی! سہ

وطن میں چھوٹ کے یہ بھوکے پیاسیاں آئیں
اکھڑے سولہ مہتری لڑکیاں آئیں

نانا! مہتری گود کا پالا حسین تین دن کا بھوکا پیاسا کہلا میں
شہید کر دیا گیا۔ نانا! پورے کنبے کو کھوکھو آئی ہوں نانا! میں بے مقصد
وچارہ اسیر ہو کر کوفہ و شام میں در بدر پھرائی گئی۔ نانا! شانوں پر سن
کے بندھنے سے نیل پڑ گئے ایک مرتبہ ادھر دیکھا اور آستین کو پلٹ
دیا۔ نانا یہ بازوؤں پر نیل کے نشان ہیں۔ پشت پر دھڑوں کے زخم

ہیں۔ لیکن سب مصیبتیں برداشت کیں آپ کی امت جفا کار نے
بڑی بڑی ایذا میں دی ہیں۔ لیکن نانا! بھائی نے وصیت کی تھی اس
لئے بددعا نہیں دی اور کسی سے حرف شکایت بھی نہیں کہا۔ نانا فریاد
ہے۔ آپ سے شکایت کر رہی ہوں۔

جناب زینب کے دلخیزاش بین سے روضہ کے اندر اور باہر
قیامت خیز شہر ہو رہا تھا۔ جناب زینب نے عابد بیمار کے پاس
آکر فرمایا۔ بیٹا اب میں اماں کی قبر پر جاؤں گی مجھ کو اماں سے بہت
کچھ کہنا ہے اور اماں کی وصیت کو پورا کرنا ہے بیٹا! مدینہ والوں
سے کہہ دو کہ یہیں رہیں میں ماں کی قبر پر تنہا جاؤں گی۔

جناب زینب ناتق پر سوار ہو کر جنت البقیع کی طرف روانہ
ہوئیں، جیسے ہی ماں کی قبر پر نظر پڑی جناب زینب نے اپنے آپ
کو ناتق سے گرا دیا اور گھٹنوں کے بل چل کر ماں کی قبر سے چٹ گئے۔
یہاں پر ایک بات قابل ذکر ہے کہ تاریخ اسلام میں صرف

چلے تھے تو ہمارے ساتھ مددگار رکھے اور جب دایس آئے ہیں تو
نہ ہمارے ساتھ حسین ہیں اور نہ کوئی مددگار۔

اتنے میں شور ہوا کہ حسین مظلوم کی بیمار بیٹی فاطمہ صغرا آ رہی
ہے، جمع منتشر ہوا لوگوں نے جگہ دی۔ باپ کی غمگسار بیٹی آہستہ
آہستہ اہل حرم کے نزدیک پہنچی۔ جیسے ہی بچھو بچھی پر نظر پڑی بے اختیار
ہو کر فاطمہ صغرا لپٹ گئیں۔ بچھو بچھی اماں! بابا مجھ کو کیا چھوڑ گئے جناب
زینب نے رد کر بیٹی کو باپ کا پرہ دیا۔ جیسے ہی فاطمہ صغرا کی نظر
ماں پر گئی۔ بے قرار ہو کر ماں سے چھٹ گئیں اور ماں کی خالی گود
دیکھ کر ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا جب کسی گود میں ننھا حجاج نظر نہ

آیا۔ تو رنجیدہ ہو کر پوچھا! اماں! میرا ننھا بھائی اصغر کہاں ہے۔
بے کس ماں کیا جواب دیتی۔ کسی نے شہادت کی خبر دی۔ جناب صغرا
نے مضطرب ہو کر دل بھام لیا۔ کیا میرا بے شیر بھائی بھی شہید کر دیا گیا
یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگیں۔ ایک مرتبہ فرمایا۔ بچھو بچھی اماں چچا
عباسؑ اور بھائی علی اکبرؑ تو وعدہ کر کے گئے تھے کہ تمہیں لینے کے لئے
آئیں گے میں انتظار کر رہی تھی مگر انوس! میرا بھرا گھر برباد ہو گیا۔
ایک ایک کا نام لے کر دریافت کرتی جاتی ہیں اور شہادت کی خبر سن
کر رو رہی ہیں، جناب صغرا کے بین سے اور زیادہ کھرام برپا ہے۔

جناب عابد بیمار نے سب جمع کو روضہ رسول پر رک جانے
کو کہا۔ سب لوگ اسی طرح سر جھکائے روتے ہوئے ادھر ادھر منتشر
ہونے لگے۔ اتنے میں جناب سید سجادؑ نے اہل حرم کو روضہ رسول کے اندر داخل
ہونے کا اشارہ کیا اور علیؑ و ہوتولؑ کی بیٹیاں روضہ کے اندر داخل ہو گئیں
جناب زینب نے آگے بڑھ کر روضہ کی جالی کو تھام کر ایک چیخ ماری۔

افسوس! آپ کی بیٹیاں بے مقصد و چادر خوف و دشام کے بازاروں میں
در بدر پھرائی گئیں ناخرموں کا مجمع تھا اور ہم لوگ بے کس و مجبور قیدی
تھے اماں آپ کا پہلو جو بے زخمی ہوا۔ آپ نے رسول خدا سے فریاد کی تھی
لیکن اماں آپ پر مصیبت گھر میں نازل ہوئی تھیں آپ کی بیٹیوں کو
بازاروں اور درباروں میں ناخرموں کے سامنے تازیانوں کی اذیت
دی گئی یہیں فریاد کر رہی تھی لیکن کون تھا جو مدد کرتا۔ اماں آپ زخم
دیکھیں گی یہ کہہ کر کرتے کو پشت سے ہٹا دیا اماں بازوؤں پر رسی
بندھنے کا نشان ہے اور پشت تازیانوں سے زخمی ہے کہ بلا میں مجھ پر
مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا مگر دنیا والوں نے کوئی مدد یا تسلی نہیں دی۔
ہاں زمین و آسمان نے ساتھ دیا زمین لرز رہی تھی اور ہر پتھر کے نیچے
خون تازہ ابل رہا تھا۔ آسمان تھرا رہا تھا سورج کو گرہن لگ گیا
تھا اور روشن دن تاریکی میں بدل گیا تھا۔ اماں میں بفرسے واپس
آئی ہوں اور جب کوئی مسافر واپس آتا ہے تو کوئی سوغات لاتا ہے
اماں آپ کی وصیت کو پورا کرتے ہوئے آپ کے لئے سوغات لائی
ہوں یہ کہہ کر امام مظلوم کا خون بھرا کر تانکالا اور قبر پر پھیلا کر کہا اماں
یہ لو تمہارے نازوں کے پالے حسین کا پیرا ہن زینب ساتھ لائی ہے
مقابلہ لکھتے ہیں کہ قبر جناب فاطمہ کو زلزلے لگی۔ قبر شقی ہو گئی دو
ہاتھ برآمد ہوئے اور محصور نے اپنے لال کے پیرا ہن کو اندر لے لیا۔ مومن!
جناب فاطمہ خاتون محشر ہیں۔ محشر کے دن یہ پیرا ہن لے کر آئیں گی اور
عرش کا پایا بچھ کر فریاد کریں گی اور اللہ سے خون بہا طلب کر کے
امت گناہ گار کی سفارش کریں گی۔ اے پرہیزگار! دلوں دل کھول کر
گریہ کر دینا آنسو بڑے قیمتی ہیں شہزادی نے تمہاری بخشش کا وعدہ

تین ہستیاں ایسی گزریں ہیں کہ جو جوش محبت سے بے قابو ہو کر
گھٹنوں کے بل چل کر اپنے مطلوب کے پاس پہنچیں ہیں پہلی ہستی
جناب یعقوب کی تھی کہ جب یوسف کی جدائی میں بصارت کھو چکے
واقعات آپ لوگ بہتر جانتے ہیں اللہ کے حکم سے جناب یوسف
مصر کے بادشاہ ہو گئے اور جب یعقوب کو بلایا تو جناب یعقوب
نے جیسے ہی جناب یوسف کو دیکھا۔ جوش الفت میں گھٹنوں
کے بل چل کر جناب یوسف کے پاس پہنچے۔

دوسرے جناب امام حسین کہ جب کہ بلا میں اپنے جوان
بیٹے علی اکبر کو تلاش کر رہے تھے جیسے ہی بیٹے کی لاش پر نظری پڑی اپنے
کو گھوڑے سے گرا دیا اور گھٹنوں کے بل چل کر بیٹے کی لاش کو الفت
پدری سے چٹالیا۔

تیسری جناب زینب ہیں جو کوفہ و شام کے بازاروں میں
تہنیر ہو کر اور قید و بند کے مضائب جھیل کر جب میاں کی قبر پر
نظر پڑی تو بے اختیار ہو کر اپنے کونائے سے گرا دیا اور گھٹنوں کے بل
چل کر ماں کی قبر سے چپٹ گئیں اور آواز دی۔ اماں زینب آگے لگھو
اماں! مجھے داستان درد سنانا ہے دنیا کا قاعدہ ہے کہ لڑکی
صرف ماں سے دل کا راز کہتی ہے۔ اماں میں نے ابھی تک کسی سے
اپنی مصیبت بیان نہیں کی۔ بھائی کی وصیت کو پورا کرتے ہوئے ہر ظلم
و مصیبت کو صبر سے برداشت کیا ہے اماں! میں برباد ہو گئی آپ کا پورا
گھرا جڑ گیا اماں بھائی کو اور سارے کنبے کو کھو کر آئی ہوں قیدی ذلت
برداشت کر کے آئی ہوں۔ اماں آپ پر چادر تطہیر نازل ہوئی تھی ہلے

میر حسرت سے نظر ڈالی۔ ماں کی مامتا نے جوش مارا، عون و محمد یاد آگئے بے اختیار ایک چیخ ماری۔ ہائے عون و محمد ماں کو اکیلا کہاں چھوڑ گئے! بے قرار ہو کر گریہ کرنے لگیں اتنے میں جناب عبداللہ تشریف لائے صحن میں ایک نحیف و لاعز ضعیفہ کو روتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہو گئے حیرت سے کہنے لگے۔ اے مومنہ! اگر کوئی فریاد ہے تو سید سجاد امام زمانہ ہیں ان کے پاس جا کر عرض کر وہ میری ضرور مدد کریں گے۔ اگر مجھ سے حاجت ہے تو کہہ میں پورا کروں گا۔ جناب زینب نے سراٹھا کر جناب عبداللہ کی طرف دیکھا۔ فرماتی ہیں ہانوس تم نے بھی نہیں پہنچا نا میں ہی پورے کہنے کو رونے والی مصیبت زدہ زینب ہوں اور پھر گریہ کرنے لگیں جناب عبداللہ نے غمگین لہجے میں فرمایا۔ بی بی یہ آپ کی کیا حالت ہوئی ہے اتنے مصائب پرٹے کہ صورت ہی بدل گئی جناب زینب نے رو کر فرمایا بھائی کے غم میں مبتلا پورے گھر کو لٹ کر آئی ہوں۔

جناب عبداللہ نے فرمایا شہزادی ویسے تو تمام واقعات معلوم ہو گئے لیکن آپ کی زبان سے کچھ حالات سننا چاہتا ہوں فرماتی ہیں کس کس مصیبت کو ذکر کروں کیا عون و محمد کی بہادری کا تذکرہ کروں جناب عبداللہ نے فرمایا نہیں شہزادی۔ غلاموں کا کیا ذکر ہے ان کو تو قربان کرنے ہی کے لئے بھیجا تھا کچھ آقا کی بہادری کا حال بیان کیجئے کہ میرے امام نے کس طرح جنگ کی اتنا سننا تھا کہ جناب زینب سنبھل کر بیٹھ گئیں فرماتی ہیں کاش تم ہوتے تو دیکھتے کہ میرے بھائی نے جانثاروں کے لاشے اٹھانے کے باوجود زخموں سے مجبور اس

کیا ہے۔
الغرض اہل حرم گریہ و زاری کرتے ہوئے گھروں پر واپس آئے اور جب گھر کی دیرانی پر نظر پڑی تو بے قرار ہو کر دل بھام لئے ایک ایک کی صورت نگاہوں میں پھر گئی صعب مآتم بچھائی کی میدینے کے تمام مرد و زن پرسہ کے لئے آنا شروع ہوئے اور کئی شب و روز گریہ و ماتم ہوتا رہا۔ مقاتل لکھتے ہیں کہ اس شدت سے گریہ و بکا ہوتا تھا کہ کسی کو کھانے پینے کا بھی ہوش نہیں تھا۔ مدتوں اہلبیت کے گھروں سے دھواں نہیں نکلا۔ مدینہ کی عورتیں اپنے ساتھ بھنا ہوا اناج لاتیں تھیں جس کو کھا کر چند گھونٹ پانی پی کر فاقہ شکنی کر لی جاتی تھی۔

اسی طرح آہ و بکا میں دن گزر رہے تھے ایک دن جناب عبداللہ عابد بیمار کے پاس آ کر خاموش بیٹھ گئے۔ امام نے مخاطب ہو کر فرمایا پھوپھا اس قدر خاموشی کا کیا سبب ہے کچھ ارشاد فرمائیے جناب عبداللہ نے فرمایا تم امام وقت ہو۔ ایک التجالے کر آیا ہوں یہ تو نہیں کہہ سکتی کہ شہزادی میرے گھر کیوں نہیں آئیں لیکن میں بیمار ہوں، میری تیماردار اور حال پوچھنے کے لئے کبھی نہیں آئیں۔ امام نے فرمایا میں کھوپچی کو آپ کا پیغام ابھی پہنچاتا ہوں۔

جناب سید سجاد جناب زینب کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور فرمایا۔ پھوپھی اماں جناب عبداللہ شکایت کر رہے تھے آپ ان کو دیکھنے گئیں وہ بیمار ہیں جناب زینب نے ایک آہ بھری اور فرمایا اچھا بیٹا بہتارا حکم ہے تو میں ضرور جہاؤں گی۔

گھوڑی دیر کے بعد جناب زینب مکان کے اندر داخل ہوئیں۔ جناب عبداللہ موجود نہیں تھے۔ خالی گھر کی دیرانی کو دیکھا۔ در و دیوار

بہادری سے جنگ کی کہ بابا کی لڑائی کی یاد تازہ کر دی فوجِ استقواء
 میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی چہار جانب الامان الامان کی صدائیں بلند تھیں
 دشمنوں میں کھل بلی مچی ہوئی تھی جس جانب میرا بھائی حملہ آور ہوتا فوج
 کافی کی طرح پھٹ جاتی۔ میں درخیمہ پر کھڑی سب دیکھ رہی تھی لیکن
 پائے! وہ منظر کس طرح بیان کروں کہ جب وعدہ طفلی ادا کرنے کے لئے
 بھائی نے تلوار کو میان میں رکھا۔ اور فوجِ استقیاء نے چاروں طرف سے
 گھیر کر حملہ شروع کر دیا۔ پائے میرا بھائی تنہا تھا اور دشمن ہزاروں
 تھے۔ یکایک زمین کو ہلا کر زلنے لگی۔ سورج کو گھن لگ گیا۔ قَدَقَتِ الْمَسِيحُ
 بِكَرْبَلَا کی صدا بلند ہوئی۔ بھائی کا سر نوکِ نیزہ پر بلند تھا۔
 پائے میرا بھرا گھر تاراج ہو گیا گود کے پالے سب شہید ہو گئے۔
 مگر مصیبت برداشت کرنے اور سب کو روٹنے کے لئے میں زندہ ہوں۔
 اس کے بعد پردہِ آہ کی اور خاموشی سے در و دیوار کو تکتے لگیں۔

أَلَا لَعْنَتُ اللَّهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ فَتُيَسَّرُونَ
 الَّذِينَ ظَلَمُوا أَمْ مِّنْ قَلْبٍ يُنْقَلِبُونَ ۝